حضرت مولانا

قاری خلیل احمد بندھانی رحمۃ اللہ علیہ

(تعارف، حیات و خدمات)



مرتب

مولانا چوہان سلیم اللہ سندھی

ڈائریکٹر مولانا عبیداللہ سندھی اکیڈمی راجو گوٹھ

ناشر

مدرسہ عربیہ دارالتعلیم حمادیہ

راجو گوٹھ، تحصیل لکھی غلام شاہ ضلع شکارپور

0304-3015260

مصنف کا تعارف

مولوی حبیب الرحمٰن خیرآبادی کے قلم سے

مولانا سلیم اللہ چوہان بن صوفی خدابخش چوہان۔

تاریخ پیدائش 1981ء، راجو گوٹھ تحصیل لکھی غلام شاہ ضلع شکارپور

قلمی اور ادبی نام چوہان سلیم اللہ سندھی

تعلیم فاضل درس نظامی

فراغت 2003ء جامعہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کولاب جیئل خیرپور میرس

اساتذہ کرام حضرت مولانا مفتی غلام محمد پنھورؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالقادر پنھورؒ، مولانا نعمت اللہ نعمانی، مولانا کلیم اللہ کھوڑو، مولانا نعمت اللہ پنہور

تحریری شروعات پاک سندھ سکھر سے کی۔

جناب کی تحریریں مندرجہ ذیل رسائل وجرائد میں شایع ہوئی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں

ماہنامہ الفارق کراچی، ماہنامہ شریعت سکھر، ماہنامہ النصیحت سکھر، ماہنامہ توحید سکھر، ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدرآباد ماہنامہ بیداری حیدرآباد ماہنامہ الشرعیہ گوجرانوالہ، ماہنامہ صفدر گجرات ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان ماہنامہ الجمعیت پنڈی، ماہنامہ رہبر شریعت حیدرآباد

اخبارات روزنامہ کاوش حیدرآباد، روزنامہ سکار کراچی، روزنامہ سندھ ایکسپریس حیدرآباد، روزنامہ سوبھ حیدرآباد، روزنامہ نجات سکھر

شایع شدہ کتابیں (1) حدیث سمجھنے کے اصول اور قانون، (2) چھ اہم اسلامی آداب، (3) نبوی پرچم (جمعیت کا پرچم) احادیث کی روشنی میں، (4) عشرہ مبشرہ، (5) نبی اکرم ﷺ کی بیٹیاں، (6) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سو قصے، (7) حضرت عمر فاروقؓ کے سو قصے، (8) حضرت عثمان غنیؓ کے سو قصے، (9) حضرت علیؓ کے سو قصے، (10) قبر کا عذاب، (11) میاں بیوی کے حقوق، (12) حضرت عمر فاروقؓ کے فیصلے، (13) سندھ کا سورمہ، (14) پاکستان میں چھا تھیندو؟ (خطبات امیر شریعت) (15) آئینہ قادیانیت (سندھی ترجمہ)، (16) شہید کربلا (سندھی ترجمہ) (17) اتحاد امت، (18) درود اور دعا کے مختصر الفاظ، (19) سندھ کے سپوت (20) ماہنامہ القاسم کوٹڑی کی ادارت، (21) تبلیغی جماعت اور اس کی دعوت کے اصول و ادب، (22) خلاصۃ القرآن، (23) ظہورِ امام مہدی احادیث کی روشنی میں، اس کے علاوہ بہت سی کتابیں زیرِ ترتیب ہیں،

منصب وعہدہ ڈائریکٹر مولانا عبیداللہ سندھی اکیڈمی راجو گوٹھ۔ مہتمم مدرسہ عربیہ دارالتعلیم حمادیہ راجو گوٹھ صدر مجلس علم وقلم حیدرآباد۔ خطیب جامع مسجد اقصیٰ راجو گوٹھ۔ جنرل سیکرٹری تحفظ ختم نبوت سندھ ممبر مجلس عمومی جمعیت علماء اسلام تحصیل لکھی غلام شاہ

Bhutto Printers Hyd:0304-2305354

قاری خلیل احمد بندھانیؒ

(تعارف، حیات وخدمات)

(حضرت الاستاذ مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ کی سوانح اور ان کی دینی، علمی، تبلیغی و سماجی خدمات پر مختلف اہل علم و قلم کے لکھے گئے مضامین اور مختلف رسائل میں شائع شدہ مضامین کا مجموعہ)

مرتب

مولانا چوہان سلیم اللہ سندھی

ناشر

مدرسہ عربیہ دارالتعلیم حمادیہ راجو گوٹھ

تحصیل لکھی غلام شاہ ضلع شکارپور

03043015260

کتاب کانام: قاری خلیل احمد بندھانی (تعارف، حیات وخدمات)

مرتب: مولانا چوہان سلیم اللہ سندھی

کمپوزنگ: محمد سلیم، ابو بکر سلیم، عمر سلیم

آزاد کمپوزنگ سینٹر راجو گوٹھ

لے آؤٹ وٹائیٹل ڈزائن: حبیب خیر آبادی 03087606050

ضخامت: 160

قیمت: 300

ناشر: مدرسہ عربیہ دارالتعلیم حمادیہ راجو گوٹھ

ملنے کا پتہ

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ مولانا عبید اللہ سندھی اکیڈمی راجو گوٹھ تحصیل لکھی غلام شاہ ضلع شکارپور۔ حافظ عبدالکریم پھلپوٹو، مدرسہ عربیہ دارالعلوم حمادیہ باگو پھلپوٹو۔ مولانا مفتی سعید الرحمٰن انڈہڑ، جامعہ ادارۃ الفرقان اللہ والی مسجد سکھر۔ مولانا مفتی شفیع محمد اجن، مدرسہ عربیہ دارالعلوم اویسیہ سائٹ سکھر۔ مولانا محمد احمد مہر، مدرسہ اصحاب صفہ لکھی غلام شاہ۔ بخاری کتاب گھر سکھر۔ مولانا خالد محمود جونو، ایڈیٹر ماہنامہ رہبر شریعت حیدرآباد۔ صدیق حیدر کتاب گھر شکارپور۔ مولانا سلیم اللہ انڈھڑ پنوعاقل۔

فہرست مضامین

تقریظات

انتساب!!!

میں اپنی کتاب کو سکھر شہر کی ہر دلعزیز شخصیت، پیر طریقت رہبر شریعت **حضرت مولانا مفتی عبدالباری دامت برکاتہم العالیہ** رئیس جامعہ ادارۃ الفرقان کے نام منسوب کرتا ہوں۔ جنہوں نے سکھر شہر میں درس وتدریس ساتھ ساتھ خطابت، تزکیہ وسلوک کے میدان میں اہم خدمات سرانجام دی ہیں اور انتہائی قلیل عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا مقام نصیب فرمایا ہے، دعاہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکتیں نصیب فرمائے.

میں دعا گو ہیں کہ اللہ رب حضرت مولانا مفتی عبدالباری دامت برکاتہم العالیہ کی عمر برکت عطا فرمائے آمین ثم آمین

فقط خاکپائے حضرت سندھی

ابو محمد چوہان سلیم اللہ سندھی

کلمات بابرکات

شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

مولانا سلیم اللہ چوہان بن صوفی خدا بخش چوہان ڈائریکٹر مولانا عبیداللہ سندھی اکیڈمی راجو گوٹھ و مہتمم مدرسہ عربیہ دارالتعلیم حمادیہ راجو گوٹھ تحصیل لکھی غلام شاہ فاضل درس نظامی کے ساتھ ساتھ کافی کتب کے مؤلف، مصنف و مترجم بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب کو اعلیٰ کتابی ذوق دیا ہے۔ آپ نے فقیر کی کتاب آئینہ قادیانیت کا بھی سندھی ترجمہ کیا ہے، جو کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ کافی علمائے کرام کے کتب کا بھی سندھی ترجمہ کر چکے ہیں۔

جیسا کہ:

(1) خطبات امیر شریعت (مرتب مولانا سید کفیل شاہ بخاری)

(2) خلاصۃ القرآن (تالیف حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ تعالیٰ)

(3) عقیدہ ظہور مہدی احادیث کی روشنی میں (مؤلف حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ تعالیٰ)

(4) کچھ اہم اسلامی آداب (حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالزاق اسکندر رحمہ اللہ تعالیٰ)

(5) فرامین نبوی (حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی)

مطلب یہ ہے کہ مولانا صاحب ہر وقت لکھتے رہتے ہیں آپ سیال قلم ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ کی سوانح حیات پر ایک کتاب مرتب کر ڈالی۔ حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ کی شخصیت اس قابل تھی کہ ان کے افکار تعلیمات اور ان کے ارشادات پر کتاب لکھی جائے، یہ بیڑا ان کے شاگرد رشید مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب نے اٹھایا اور اپنے استاد محترم کی سوانح حیات لکھ کر شاگردی کا حق ادا کر دیا۔ اور اس کتاب کو اپنے مدرسہ عربیہ دارالتعلیم حمادیہ راجو گوٹھ کی طرف سے شائع کرنے پر پُر عزم ہیں۔

فقیر ان کی محنت پر ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہے اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ان کی محنت کو شرف قبولیت سے نوازے آمین بحرمۃ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

فقیر اللہ وسایا

تقریظ

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبد اللہ پہوڑ

سجادہ نشین درگاہ عالیہ قادریہ راشدیہ جرار شریف

امیر جمعیت علماء اسلام ضلع شکارپور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! جیساکہ علماء کرام نے دین کی تبلیغ ہر دور میں قلم و زبان وغیرہ کی صورت میں کی ہے۔ اسی طرح مولانا سلیم اللہ صاحب چوہان نے یہ کتاب قاری خلیل احمد بندھانی رحہ کی سوانح حیات میں لکھی ہے۔

قاری صاحب نے پوری زندگی دین کی خدمت کی۔اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے

اور مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب کی محنت کو آخرت کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے آمین

فقط والسلام

عبداللہ از جرار

تقریظ

جانشین امام اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو عمار زاہد الراشدی

شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانولہ

سکھر کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحمہ ہمارے محترم دوستوں میں سے تھے اور میرے متحرک جماعتی زندگی کے دور میں ان کے ہاں آنا جانا رہتا تھا، حق گو خطیب اور فعال راہنما تھے۔اور متعدد دینی تحریکات میں انہوں نے سرگرم کردار ادا کیاہے۔مجھے معلوم کرکے خوشی ہوئی ہے کہ ہمارے فاضل دوست مولانا سلیم اللہ چوہان نے ان کی حیات و خدمات کو ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیاہے۔جو نئی نسل بالخصوص نوجوان علمائے کرام کے لئے راہنمائی اور قابل قدر معلومات کا ذریعہ ہوگی۔اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبولیت سے نوازیں۔مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں مولانا سلیم اللہ چوہان کو جزائے خیر دیں۔آمین یا رب العالمین۔

21-6-2022ء

ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب جامع مسجد گوجرانولہ

تاثرات

شارح صحیح مسلم شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم

الحمد لحضرۃ الجلالۃ والصلوۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ

اولیاء کرام، صالحین امت اور علماءِ دین کی حالات و سوانح حیات میں اصلاح نفس، تزکیۂ باطن تطہیر روح اور سکون دل کے ہزار ہا اسباب پنہاں ہوتے ہیں، جن کے مطالعہ کرنے اور ان کو سرمہ آنکھ بنالینے سے وجدان کو بالیدگی، فکر کو پاکیزگی اور خیالات کو بلندی نصیب ہوتی ہے۔ مثالی زندگی گزارنے والے یہ ارباب صدق وصفا جس طرح اپنے حین حیات ہی میں پژمردہ قلوب کو صیقل کرنے، بیمار ذہنوں کو نسخہ شفا فراہم کرنے اور اپنی صحبت کیمیا سے ہزاروں بندگان خدا کی کشتی ویران کو ساحل مراد تک پہنچانے کا بابرکت عمل انجام دیتے ہیں۔

اس طرح اس بے ثبات دنیا سے پردہ کناں ہونے کے بعد بھی ایسے نشاناتِ قدم چھوڑ جاتے ہیں جس سے آئندگان کو رہنمائی ملتی ہے اور وہ ان رفتگان کی صالح اور پاکیزہ زندگی سے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں سمیٹ لیتے ہیں۔

ان ہی برگزیدہ ہستیوں میں سے حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی صاحب بھی تھے۔ آپ جامعہ اشرفیہ سکھر کے فعال اور سرگرم رہنما تھے اور علاقے میں سماجی اور فلاحی خدمات میں منہمک دردِ دل رکھنے والے انسان تھے۔ آپ نے نہ صرف اپنی انتظامی صلاحیتوں سے جامعہ اشرفیہ سکھر کو بامِ عروج تک پہنچایا بلکہ اپنے سوزِ دروں سے معاشرے میں پھیلے منکرات اور بدعات کا صفایا کر کے جہالت کے ریگستان کو شعور و آگاہی کے گلستان میں تبدیل کیا، آپ کی زندگی کا ہر پہلو، آپ کی خدمات کی ہر جہت اور آپ کی جدوجہد کا ہر رخ مثالی بھی تھا اور قابل تقلید بھی تھا۔ اس لئے ضرورت تھی کہ آپ کی سوانح اور خدمات کو مرتب انداز میں نسل نو کے سامنے پیش کیا جائے۔

اللہ تعالی حضرت مولانا چوہان سلیم اللہ سندھی کو جزائے خیر سے نوازیں کہ انہوں نے حضرت کے متعلقین، متوسلین، محبین، مستفیدین اور مستفضین سے مضامین لکھوا کر ایک حسین

گلدستہ تیار کیا ہے۔ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے میں اس کے مشمولات کا ذکر کر کے آپ کو اس لذت سے محروم نہیں کرنا چاہتا جو ایک نئی کتاب پڑھتے ہوئے قاری کے ذہن سے پر کیف لہروں کی صورت میں ٹھکراتی ہے۔ البتہ اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ اکابر کی سوانح حیات ذہنی لذت حاصل کرنے کی بجائے ان سے اپنے لئے لائحہ عمل کشید کرنے کے لئے پڑھنی چاہیئے یہی مرتب کی سعی کا حاصل ہو گا۔

۲ذیقعدہ ۲/ ۱۴۴۳ھ۵جون ۲۰۲۲ء

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی

جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ کے

پی کے پاکستان

تقریظ

نواسہ حضرت امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

مدیر ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان

مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحمہ اللہ کے نام و تعارف سے آگاہی تو بہت پہلے سے حاصل تھی کہ وہ جامعہ اشرفیہ سکھر کے معروف، مضبوط اور قابل استاذ ہیں۔ لیکن زیادہ تعارف ان کی دینی واجتماعی سرگرمیوں کی وجہ سے ہوا۔ یاد پڑتا ہے کہ پہلی بار انہیں سکھر کے کسی دینی اجتماع میں دیکھا اور خطاب سنا، عوام بڑے اشتیاق سے ان کا خطاب سن رہے تھے اور وہ ختم نبوت کے عنوان پر خطابت کے جوہر دکھا رہے تھے۔

تحریک ختم نبوت کی سرگرمیوں کی روداد مختلف دینی رسائل و جرائد میں شائع ہوتی تو مولانا قاری خلیل احمد بندھانی کا نام اکثر مطالعے میں آتا۔ ان کی دینی واجتماعی مساعی کو دیکھ کر ذہن میں یہ تاثر راسخ ہو گیا تھا کہ مولانا ایک متحرک عالم دین ہیں۔ عوام کے دلوں میں ان کا بہت احترام ہے اور وہ بڑے خلوص کے ساتھ دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ان کے انتقال پر مختلف رسائل میں ان کی حیات و خدمات کے حوالے سے مضامین شائع ہوئے۔ ہمارے کرم فرما مولوی چوہان سلیم اللہ سندھی اعلیٰ کتابی ذوق کے آدمی ہیں۔ انہوں نے وہ تمام مضامین و مقالات از سر نو جمع و مرتب کر کے انہیں کتابی شکل دی جسے وہ اب شائع کر رہے ہیں۔

میں برادر عزیز و مکرم مولوی چوہان سلیم اللہ سندھی صاحب کو اس بہترین کاوش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول و نافع بنائے۔ آمین

سید محمد کفیل بخاری
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

تقریظ

مفسر قرآن حضرت مولانا سائیں محمد رمضان پھلپوٹو

شیخ الحدیث جامعہ دینیہ دارالہدیٰ ٹھیری خیرپور میرس

ہمارے رفیق خاص مولوی سلیم اللہ چوہان صاحب جنہیں اب "مولانا" لکھنے اور کہنے کو جی چاہ رہا ہے۔ حضرت مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب فارغ التحصیل ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے لکھاری بھی ہیں، عرصہ دراز سے قلم اور کاغذ کے ساتھ ان کا تعلق والہانہ رہا ہے۔ سندھی زبان میں تو ان کے بہت سی کتب شائع ہو کر منظر عام پر عام آچکے ہیں۔ اردو میں یہ ان کی پہلی کتاب ہے، جو انہوں نے اپنے استاذ حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ پر مرتب کی ہے۔ اپنے استاد کی سوانح حیات مرتب کر کے ان کے تلامذہ، متعلقین اور محبین پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

بندہ دعا گو ہے اللہ رب العزت حضرت مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

محمد رمضان پھلپوٹو

شیخ الحدیث جامعہ دینیہ دارالہدیٰ

ٹھیری خیرپور میرس

تقریظ

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا مفتی عبدالباری

دامت برکاتہم العالیہ

رئیس جامعہ ادارۃ الفرقان سکھر

خطیب اللہ والی مسجد بندر روڈ سکھر

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب بندھانی رحہ جامع الکمالات شخصیت تھے آپ کی ہستی گونا گوں صفات کی حامل تھی، حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ بصیرت و عرفان، علم و عمل اور ورع تقوٰی کا پیکر تھے، آپ بیک وقت درس و تدریس، وعظ و تلقین اور علم و تحقیق کے منسب پر فائز رہے۔ایک عرصہ تک جامعہ اشرفیہ سکھر کی مخلصانہ خدمت کی اور ادارے کو تعلیمی اور تعمیری ہر اعتبار سے بامِ عروج پر پہنچایا، جامع مسجد سکھر کی خطابت کی مسند پر بیٹھے تو وعظ و نصیحت کا حق ادا کر دیا، بیشمار لوگوں کی ہدایت کے لئے شمعِ فروزاں بنے رہے۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ پانچ سال جامعہ اشرفیہ سکھر کے زمانہ تدریس میں رفاقت رہی بلا مبالغہ میں نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کو نہایت حلیم و کریم انسان پایا۔پندرہ سال اللہ والی مسجد میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی جامع مسجد کا پڑوسی رہا، ہمیشہ اولاد کی طرح شفقت فرماتے ، اکثر فرمایا کرتے تھے مفتی صاحب آپ میرے لئے ویسے ہیں جیسے میرا بیٹا قاری جمیل ہے۔حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی صفات عالیہ اور احوال مبارکہ کا احاطہ ممکن نہیں۔سچی بات یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے چلے جانے سے جو خلا ہوا ہے وہ اب تک خلا ہی محسوس ہوتا ہے اور بہت سارے مواقع پر ان کے بغیر تنہائی کا احساس ہوتا ہے۔اللہ تعالٰی ان کے درجات بے حساب بلند فرمائے، اپنا جوار رحمت عطا فرمائے آمین بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ہمارے فاضل دوست مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی حیاتِ مبارکہ پر مختلف اہل علم و اہل قلم سے مضامین و مقالات لکھواکر یہ کتاب "قاری خلیل احمد بندھانی، تعارف حیات و خدمات" مرتب کر ڈالی۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی زندگی پر ایک جامع کتاب کی اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سلیم اللہ چوہان کی محنت کو شرف قبولیت سے نوازیں۔آمین

والسلام

عبدالباری عفی عنہ

مدیر جامعہ ادارۃ الفرقان سکھر

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی اصغر علی آرائیں

رئیس جامعہ دار العلوم اوستہ گاہی روڈ خیر پور میرس

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

ماضی قریب میں سکھر شہر کا عالم دین اور مشہور و معروف شخصیت ہر دل عزیز شخصیت حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ ہمہ جہت شخصیت تھے۔ حضرت قاری صاحبؒ سکھر کے مشہور دینی مدرسہ جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اعلیٰ اور سکھر کی مشہور مرکزی جامع مسجد بندر روڈ کے خطیب بھی تھے، خطابت کے میدان کے شہسوار تھے۔

ہر سال مرکزی جامع مسجد بندر روڈ شعبان اور رمضان المبارک میں اپنے استاد شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کی طرز پر تفسیر القرآن کا دورہ پڑھاتے تھے، ان کا یہ دورہ بہت زیادہ مقبول و مشہور تھا۔ جس میں علماء و طلباء شریک ہوتے تھے۔ اب بھی ان کی جامع مسجد میں دورہ ان کے جانشین حضرت مولانا قاری جمیل احمد بندھانی پڑھاتے ہیں۔

میں جب بھی ان سے ملتا تھا تو حضرت مسکراتے اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ حضرت قاری صاحب سے ہر شخص محبت و احترام کرتا تھا، بالخصوص سکھر کے باشندے حضرت قاری صاحب کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔

ضرورت تھی کہ ان کی زندگی ہر ایک جامع کتاب لکھی جائے، یہ بیڑا ان کے شاگرد رشید اور ہمارے کرم فرما محترم مولانا سلیم اللہ چوہان نے اٹھایا۔ "قاری خلیل احمد بندھانی، تعارف حیات و خدمات" نامی کتاب مرتب کی۔ حضرت مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب ایک عرصہ سے لکھتے چلے آرہے ہیں، مولانا سلیم اللہ چوہان مختلف وقت میں مختلف علماء پر مضامین و مقالات اخبارات میں

شائع ہوتے رہتے ہیں، اپنے خرچہ پر کتب بھی شائع کرتے رہتے ہیں، اب تک ان کے 30 کے قریب کتب شائع ہو چکے ہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مولانا چوہان صاحب کی محنت کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کے لئے ذریعہ نجات بنائے آمین۔

اصغر علی آرائیں

جامعہ دارالعلوم خیر پور

اوستہ گاہی روڈ خیر پور میرس

تقریظ

جانشین مناظر اسلام حضرت مولانا حافظ سید سعید احمد شاہ بخاری

مہتمم جامعہ اسلامیہ بدرالعلوم حسینیہ بخاری محلہ بچل شاہ میانی سکھر

شیخ التفسیرحضرت مولانا قاري خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ ایسے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے جوایک اچھے انسان میں ہونےچاہیئں

حضرت شیخ التفسیرکاہم سےتعلق والہانہ تھا،کیونکہ ہمارے والد بزرگوار مناظر اسلام حضرت مولانا غازی سید عبداللہ شاہ بخاری سے عشق کے درجے میں محبت رکھتے تھے اور اپنا بھائی سمجھتے تھے اور ہم سے اپنے بھتیجوں کی طرح ملتے تھے اور بہت پیار دیتے تھے اور الحمد للہ آج بھی حضرت شیخ التفسیرکےانتہائی لائق فرزند محترم قاری جمیل احمد صاحب مدظلہ العالی وہی حضرت والا پیار دیتے ہیں اور ہم سے شفقت سے پیش آتے ہیں الفاظ تو بہت ہیں لیکن اکتفا اس پر کرتے ہیں۔

حضرت کی سوانح، تعارف حیات و خدمات پر ہمارے ایک مخلص دوست مولوی سلیم اللہ چوہان نے یہ کتاب "قاری خلیل احمد بندھانیؒ تعارف حیات و خدمات" لکھ کر حضرت قاری صاحب کے شاگردوں، متعلقین و محبین پر احسان عظیم فرمایا ہے۔اللہ رب العالمین سے دعا ہے اس کتاب کو مقبولیت تامہ عطا فرمائے۔

فقط والسلام خاکپائے مناظر اسلام

سعید احمد شاہ بخاری

خادم جامعہ اسلامیہ بدرالعلوم حسینیہ بخاری

محلہ بچل شاہ میانی سکھر

کتاب اور صاحب کتاب

استاد عبد القدیر کانجو

چیئرمین الحافظ اکیڈمی ڈہرکی سندھ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

الحمد للہ !

یہ مبارک کتاب جو حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی صاحب رحہ کی ''حیات و خدمات'' کے تذکرے پر مشتمل ہے، قاری صاحب رحہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بڑی تفصیل سے پیش کرتی ہے۔

جب کسی ایک شخصیت کے بارے میں، کئی لوگ اظہار خیال کریں تو، اس شخصیت کی زندگی کی ایک بہت ہی واضح اور صاف تصویر پڑھنے والے کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔

اس طور پر، یہ کتاب ''حیات و خدمات'' : قاری خلیل احمد بندھانی رح بھی اس نوع کی، ایک اعلی کتاب ہے، جو قاری صاحب رحہ کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتی ہے، اور خصوصا آپ کی علمی اور عملی زندگی پر۔

ہمارے پیارے دوست مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب جنہیں میں ''سیلانی مصنف'' کہتا ہوں، دو تین سال پہلے، وہ خاص طور پر مجھ سے ہی ملنے کے لئے شکارپور سے ڈہرکی تشریف لائے، تو اس وقت مجھے بڑی حیرانی ہوئی، جب آپ نے بتایا کہ, آپ شکارپور سے موٹر سائیکل پر ڈہرکی آئے ہیں اور مجھ سے مل کر، آپ کو خیرپور میرس سے آگے گمبٹ بھی جانا ہے اور وہ بھی موٹر سائیکل پر ہی۔

''حال اور قال'' میں ''سادگی کی تصویر'' مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب پچاس سے زائد اردو، سندھی، اور عربی کتب کے مصنف، مرتب اور مؤلف اور مترجم ہیں۔

میرے لیے یہ بڑا اعزاز اور خوش نصیبی ہے کہ مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب جیسے عالم، ادیب اور لکھاری، مجھ جیسے ناچیز کو بھی اپنے دوستوں میں شمار کرتے ہیں۔

استاد عبدالقدیر کانجو،

چیئرمین الحافظ اکیڈمی ڈہرکی سندھ.

03023197230

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود الحسن چنڑ

ڈپٹی رجسٹرار بیگم نصرت بھٹو وومین یونیورسٹی سکھر

اسلاف کی سوانح حیات یا شخصیات پر کام کرنا وقت کی اہم ضرورت بھی اور تقاضا بھی، بعض بزرگوں نے اپنی سوانح عمری خود لکھی ہے جنہیں آپ بیتی کہا جاتا ہے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی آپ بیتی بہت مشہور و معروف ہے۔ بعض نے اپنے اسلاف کی سوانح حیات و خدمات پر کتابیں مرتب کر ڈالیں، ایسی کتابیں بے شمار ہیں۔

ہمارے استاد محترم شیخ التفسیر والحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ بے شمار خوبیوں اور اوصاف کے مالک تھے۔ آپ ایک کہنہ مشق و مشفق استاد تھے۔ اور شعلہ نوا خطیب تھے آپ کی خطابت کی گواہی سکھر کی مرکزی جامع مسجد بندر روڈ والی دے گی، آپ کی خطابت کے جوہر ملک سے دور باہر ممالک میں بھی نمایاں تھے اس کے علاوہ ملک کے کونے کونے میں آپ خطابت کا لوہا منوایا۔ آپ بے مثال منتظم تھے، آپ کی نظامت جامعہ اشرفیہ سکھر تھی، آپ کی نظامت میں جامعہ اشرفیہ سکھر کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچایا۔

بہرحال حضرت الاستاذ قاری خلیل احمد بندھانی رحہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے ضرورت تھی کہ ان کی سوانح حیات و خدمات پر ایک کتاب مرتب کی جائے، اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہمارے کرم فرما بیسیوں کتب کے مصنف مولانا چوہان سلیم اللہ سندھی نے قلم اٹھایا اور حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ پر یہ کتاب" قاری خلیل احمد بندھانی حیات و خدمات"مرتب کر ڈالی۔ اور فرض کفایہ ادا کیا۔ بعد کے محققین کے لئے ایک لکیر کھینچ دی۔

میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا چوہان سلیم اللہ سندھی کی کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور انہیں مزید ایسی مفید کتابیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ڈاکٹر محمود الحسن چنڑ

ڈپٹی رجسٹرار

بیگم نصرت بھٹو وومین یونیورسٹی سکھر

قلم سلیم

مولانا حبیب الرحمن خیر آبادی

عربی کا مشہور شعر ہے کہ:

يلوح الخط في القرطاس دهرا ** وكاتبه رميم في التراب

لکھے ہوئے حروف کاغذ پر ہمیشہ رہتے، حالانکہ لکھنے والا مٹی کی خوراک بن جاتا ہے۔

مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب ہمارے پرانے علمی دوست ہیں، بلکہ انہوں نے ہی ہمارے ہاتھ میں قلم دیکھ کر دوستی لگائی، کیونکہ ان کی روش ہے کہ جو کتاب دوست اور قلم دوست وہ اس کا دوست ہے۔

"لکھنا" بہت آسان ہے کہ ایک دو مضمون لکھے اور شایع کرادیئے اور لکھاریوں کی کی صف میں اپنا نام لکھوادیا۔اس کے بر عکس سب سے مشکل کام "لکھتے رہنا" ہے، باذوق لکھاری کبھی بھی اپنے قلم کو روکتا نہیں، بلکہ لکھتا ہی رہتا ہے۔ الحمدللہ ہمارے ساتھی مولانا سلیم اللہ صاحب میں یہی خوبی ہے جو ان کو اپنے معاصرین سے ممتاز کرتی ہے۔استفادہ کرنے کی بات آتی ہے تو وہ یہ نہیں دیکھتے کہ جس سے استفادہ کررہاہوں وہ مجھ سے چھوٹا ہے یا بڑا۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کریں اور آئندہ صدی کے لئے اور بھی لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حبیب الرحمن خیر آبادی سندھی

جامعہ عمر کراچی

پیش لفظ

از مرتب

حضرت الاستاذ مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ جامع الکمالات شخصیت تھے، ایک طرف آپ کہنہ مشق مدرس تھے، بے باک، حق گو اور نڈر خطیب تھے، حق بات کرنے میں اپنی مثال آپ تھے، جنہوں نے جنرل ضیاء جیسے ڈکٹیٹر اور جابر حکمران کو بھی منہ پر حق بات کہی تھی، آپ کی خطابت کے جوہر ملک و بیرون ملک تک پہنچ چکے تھے، آپ سکھر شہر کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب و امام تھے، جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اعلیٰ اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہ چکے ہیں۔

حضرت قاری صاحب ایک تحریک تھے، ایک مشن تھے، ایک ادارہ کی حیثیت کے مالک تھے، آپ نے پوری زندگی قرآن اور حدیث کے مطابق گذاری تھی۔ آپ کی دینی، ملی، سماجی اور تعلیمی، تبلیغی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے، حضرت قاری صاحب کی دینی، ملی، سماجی اور تعلیمی، تبلیغی خدمات پر اہل قلم نے بہت کچھ لکھا ہے، ہم نے کوشش کرکے انہیں مقالات و مضامین کو یک جا کرکے کتابی صورت میں قارئین کے سامنے ہے۔

اس کتاب کے کچھ مضامین ماہنامہ شریعت سکھر، ماہنامہ لولاک ملتان، ماہنامہ بینات کراچی، ماہنامہ الفاروق (سندھی) کراچی میں شائع ہوئے ہیں، انہیں بھی اس کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ جو مضامین سندھی میں تھے، ان کو ہم نے پہلے تو سندھی میں کمپوز کرائے تھے، لیکن بعد میں ہمارے کرم فرماؤں نے مشورہ دیا کہ سندھی مضامین کا بھی اردو ترجمہ شامل کیا جائے، اور جن حضرات سے از سر نو مضامین لکھوائے ہیں ان میں بین الاقوامی سطح کے عالم دین، علامہ مولانا زاہد الرشدی، جانشین شیخ القرآن مولانا اشرف علی دامت برکاتہم العالیہ، مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی، حضرت مولانا سلطان محمود ضیاء اسلام آباد، حضرت مولانا محبوب الرحمٰن قریشی راولپنڈی، حضرت مولانا مفتی ریاض احمد بٹگرامی، مولانا حافظ رحیم بخش انڈہڑ، مولانا عبدالقیوم آرائیں، مولانا عبدالصمد انڈہڑ، مولانا عبیداللہ عابد سندھی، نامور صحافی محترم جناب مجیب الرحمٰن ورند ایڈیٹر روزنامہ سکار کراچی، مولانا طارق علی عباسی، مولانا محمد احمد مہر، مولانا عطاء الرحمٰن عباسی شامل

ہیں،اور جن حضرات نے مختلف اہل قلم کے مضامین کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی، ان میں میرے دیرینہ ساتھی سندھی زبان میں بیسیوں کتب کے مصنف مولانا حافظ رحیم بخش انڈہڑ، ماہنامہ رہبر شریعت کے ایڈیٹر مولانا مفتی خالد محمود جونو، نوجوان قلمکار میرے استادزادہ مولانا محمد احمد مہر فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی اور مولانا عطاء الرحمٰن عباسی فاضل جامعہ اشرفیہ سکھر، خادم جمعیت حافظ سراج احمد سومرو شامل ہیں،اردو ترجمہ ہم نے افادہ عام کے لئے ان مضامین کا اردو ترجمہ کرا کے شامل کیا ہے۔ کچھ مضامین ہم نے مختلف اہل قلم سے نئے سرے لکھوائے ہیں، تاکہ حضرت الاستاذ مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ کی خدمات ہر ایک جامع کتاب شائع ہو جائے۔

اس کے علاوہ جن اکابرین امت نے احقر پر کمال حد تک شفقت کر کے دعائیہ کلمات، تقریظات و تاثرات لکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان میں شاہین ختم نبوت حضر مولانا اللہ وسایا صاحب، بین الاقوامی سطح کے عالم دین حضرت مولانا زاہد الراشدی، شارح صحیح مسلم حضرت علامہ مولانا عبدالقیوم حقانی صدر القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ کے پی کے پاکستان۔ نواسہ حضرت شریعت حضرت مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری،امیر مجلس احرار اسلام پاکستان، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ حضرت مولانا سائیں محمد رمضان پھلپوٹو شیخ الحدیث جامعہ دینیہ دارالہدیٰ ٹھیری، حضرت مولانا مفتی عبدالباری رئیس جامعہ ادارۃ الفرقان جامع مسجد اللہ والی بندر روڈ سکھر، جانشین مناظر اسلام حضرت مولانا حافظ سید سعید احمد شاہ بخاری، استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی اصغر علی آرائیں اور مولانا حبیب الرحمن خیر آبادی شامل ہیں۔

اسی طرح اپنے علمی و قلمی دوست مولانا حبیب الرحمن خیر آبادی صاحب کا شکریہ ادا کرتا جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب، سیٹنگ اور ٹائٹل کی تیاری میں بھرپور معاونت کی۔

ہم اپنی اس کوشش میں کتنے کامیاب ہوئے ہیں، یہ فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ ایک جامع الکمالات شخصیت کی خدمات جلیلہ پر ایک ادنیٰ سی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ بندہ سے بے حد محبت کرتے تھے، کیونکہ جب بندہ حضرت قاری صاحبؒ کے ہاں دورہ تفسیر پڑھتا تھا، اس وقت بھی مجھے لکھنے کا بے حد شوق ہوا کرتا تھا، میرے مضامین جب شائع ہوتے تھے تو میں حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت میں پیش کرتا تھا، کچھ مضامین حالات و

واقعات پر مبنی ہوتے اور کچھ مضامین وفات کرنے والی علمی شخصیات کی خدمات پر ہوتے تھے، تو حضرت قاری صاحبؒ فرماتے کہ آپ میرے مرنے بعد مجھ پر لکھو گے، یہ میری کتاب در حقیقت حضرت قاری صاحبؒ کی اس محبت کی تکمیل ہے، جو حضرت قاری صاحبؒ مجھ سے محبت فرماتے تھے۔ امید ہے کہ قارئین کرام ہماری اس ٹوٹی پھوٹی محنت کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گے۔

11شوال المکرم 1443ھ

13اپریل 2022ء

والسلام خاکپائے حضرت سندھیؒ

ابو محمد چوہان سلیم اللہ سندھی بن صوفی خدا بخش چوہان

ڈائریکٹر مولانا عبید اللہ سندھی اکیڈمی راجو گوٹھ

مہتمم مدرسہ عربیہ دار التعلیم حمادیہ راجو گوٹھ تحصیل لکھی

غلام شاہ ضلع شکارپور

مضامین

حضرت قاری صاحب کی کہانی ان کی زبانی

انٹرویو: پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر چاچڑ

مترجم: مولانا حافظ رحیم بخش انڈہڑ

(حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی صاحب سے ان کی زندگی میں ہی پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر چاچڑ نے انٹرویو لیا تھا، جو کہ ماہنامہ شریعت سکھر میں شائع ہوا تھا، اس مضمون کا اردو ترجمہ افادہ عام کے لئے پیش خدمت ہے، اردو ترجمے کی سعادت ہمارے ساتھی، سندھی زبان میں بیسیوں کتب کے مصنف مولانا حافظ رحیم بخش انڈہڑ صاحب نے حاصل کی ہے)(مرتب)

سوال: آپ اپنا نسب بتائیں؟

جواب: خلیل احمد بن قاری رحیم بخش بن حاجی وزیر خان بن محمد صالح بن پیرا خان بن نورا۔ ولادت ۲۰ جنوری ۱۹۴۵ء کو دہلی میں ہوئی۔ پر راجپوت مسلم ہیں ہمارے بڑوں کا تعلق ریاست جود پور راجستان سے تھا۔ دہلی میں ہمارا دادا حاجی وزیر خان آیا۔ بندھانی قوم نہیں ہے، بلکہ ہمارے قبیلے کے لوگ قد آور اور بڑے جسیم ہوا کرتے تھے۔ سیلاب کے موقعے پر بند کو باندھتے تھے، بڑی بڑی عمارتیں بھی تعمیر کرتے تھے۔ اس وجہ سے ہماری محنت کی وجہ سے وقت کی حکومت نے بندھانی کا لقب دیا۔

ہمارے پردادا محمد صالح نے دہلی سے تعلیم حاصل کی، تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے گاؤں میں امامت اور قرآن شریف کی تعلیم دینا شروع کی۔ مگر اس کا جوانی میں ہی انتقال ہو گیا۔ پھر ہمارا دادا کھیتی باڑی کے کام میں اپنی والدہ اور سوتیلے باپ کے ساتھ مصروف ہو گئے اور پھر گاؤں سے دہلی آیا۔

اس (حاجی وزیر) کو والدہ نے کہا کہ اگر آپ کا باپ ہوتا تو ضرور آپ کو پڑھاتا۔ جواب میں حاجی وزیر نے کہتا امی میں اپنے بیٹے رحیم بخش کو ضرور پڑھاؤں گا۔ آپ کی خواہش کو پورا کروں گا۔

قاری رحیم بخش نے وقت کے مایہ ناز قاری حامد حسین فتح پوری سے تعلیم حاصل کی اور اپنے استاد کی بڑی خدمت کرتے تھے۔

قاری حامد حسین بہترین قاری تھا۔ جب بھی سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحہ جلسہ میں خطاب کرنے کیلئے آتا تھاتو پہلے قاری حامد حسین صاحب سے ضرور تلاوت کرواتے۔

ایک مرتبہ قاری حامد حسین نے سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ کو فرمایا کہ آج میں نہیں بلکہ قاری رحیم بخش صاحب تلاوت کریں گے، دہلی والوں نے کہا کہ یہ پگڑی باندھنے والا کیا تلاوت کریگا۔ جب قاری رحیم بخش نے تلاوت کی تو لوگ اپنے آنسوں کو روک نہ سکے۔

قاری رحیم بخش بندھانی قوم میں پہلا قاری تھااور الحمدللہ میں بندھانی قوم میں پہلا عالم ہوں۔ ابھی تو کافی تعداد میں عالم حافظ ہیں۔

قاری رحیم بخش صاحب پاکستان بننے کے بعد دہلی سے احمد پور شرقیہ آئے۔اس کے بعد سکھر آئے وہاں مستقل رہائش پذیر ہوئے۔ سکھر میں قاری صاحب کپڑے مارکیٹ کی مدینہ مسجد میں امامت اور خطابت شروع کی۔اس مسجد کا بانی مولانا عبدالرحمٰن سکھروی تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن کا چہرہ اتنا نورانی ہوتا تھا کہ جب مولانا باہر جاتا تھاتو اس کے چہرے کو دیکھ کر کافی عورتیں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجاتی تھیں۔اسی وجہ سے حکومت وقت نے مولانا کو باہر نکلنے پر پابندی لگائی تھی۔ مولانا عبدالرحمٰن سکھروی صاحب کی زیارت کیلئے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) اور مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ انگریز سے جنگ کے بعد ۱۹۵۹ء میں حج پر جارہے تھے تو مولانا سکھروی کے ہاں خاص زیارت کیلئے قیام کیا، والد صاحب کی وفات ۱۹۷۵ء نومبر میں ہوئی۔

سوال: آپ اپنی تعلیم کے بارے میں بتائیں؟

جواب: پرائمری تعلیم گورنمینٹ اسکول نواں گوٹھ سکھر سے حاصل کی۔ مجھے بچپن میں پڑھنے کے بجائے کھیل کھود میں بڑا شوق تھا۔ایک مرتبہ پڑوس والوں نے میری شکایت کی اس وقت میری والدہ نماز پڑھ رہی تھی۔ مصلے پر بیٹھی تھی مصلے پر ہی میرے لئے علم کی دعا مانگی، پھر میرے دل میں پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔

قرآن شریف ناظرہ والد صاحب کے پاس پڑھا، حفظ بھی والد صاحب کے پاس شروع کیا۔اس وقت میرے والد محترم امامت وخطابت کی ذمہ داری کے ساتھ مولانا شیر محمد جتوئی (مولانا محمد انور کے والد) کے مدرسے میں جو اللہ والی مسجد کے قریب تھا، اس میں پڑھاتے تھے۔ مولانا شیر محمد صاحب والد صاحب کو فرمایا کہ آپ اپنے سارے بچوں کو قرآن شریف کا حافظ بناؤگے کیا؟

اس وقت میرے والد صاحب نے مجھے حفظ کی کلاس سے نکال کر عالم بنانے کے لئے جامعہ اشرفیہ سکھر میں بھیجا تھا، لیکن میرے بڑے بھائی قاری عبدالحفیظ مرحوم نے حفظ کو مکمل کیا، کیونکہ وہ قرآن شریف کا کافی حصہ یاد کر چکے تھے۔

۱۹۵۷ء میں جامعہ اشرفیہ میں داخلا لی۔ فارسی مولانا محمد احمد تھانویؒ کے ہاں پڑہی۔ مولانا مجھے فرماتے تھے کہ آپ کی قوم بندھانی میں سے کوئی تو عالم بنے۔ استاد کی دعاؤں سے میں بندھانی قوم کا پہلا عالم دین ہوں۔

میں نے ارشاد الصرف مولانا عبدالعلیم جالندہریؒ فاضل خیر المدارس ملتان کے ہاں پڑہی۔ ہدایۃالنحو تک سکھر میں پڑھا۔

اس کے بعد والد صاحب نے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مجھے ۱۹۶۱ء میں تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ والد صاحب کا مولانا غلام اللہ خانؒ سے عقیدت والا تعلق تھا۔ مولانا غلام اللہ خان سکھر میں زیادہ آتے تھے۔ سکھر میں شرک و بدعت کو ختم کرنے کیلئے ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحب اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بیان کراتے تھے۔

جامعہ اشرفیہ سکھر میں پڑہائی کے دوران مجھے نسیان کی شکایت ہوئی۔ اس وقت میرے والد صاحب کی حضرت ہالیجویؒ کیساتھ عقیدت والا تعلق تھا۔ والد صاحب مجھے اپنے ساتھ حضرت مولانا سائیں حماد اللہ ہالیجویؒ کے پاس لیکر آیا۔ میں نے حضرت کو بتایا کہ مجھے سبق یاد کرنے میں دشواری ہو رہی ہے۔ سبق بھول جاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ سر پر رکھ کر "یا قوی" سات مرتبہ پڑھا کر۔ میں نے ایسا کیا۔ الحمد للہ اتنا فائدہ ہوا جو ابھی میری ۶۸ سال عمر ہے، لیکن بھولنے کی کبھی بھی شکایت نہیں ہوئی۔

مولانا غلام اللہ خان صاحب نے مجھے اپنے بڑے بیٹے قاضی احسان الحق کا ہم سبقی بنایا۔ قاضی صاحب کی بیٹی سے میرے بڑے بیٹے قاری جمیل احمد صاحب کا نکاح ہوا۔

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب ہماری تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے تھے، وقت کے بڑے بڑے عالم سے تعلیم دلوائی۔ جامی تک راولپنڈی میں پڑھا۔

مولانا عبدالہادی فتح جنگ والا شیخ الادب حضرت مولانا غلام مصطفٰی مرجان والا، مولانا انور شاہ

ہزارہ والا اور مولانا ظفر اقبال ہزارہ والے اساتذہ تھے۔قرائت قاری محمد افضل تلہ گنگ کے ہاں پڑھی۔

۱۹۶۴ء میں قاضی احسان الحق کے ساتھ ضلع گجرات مدرسہ حسینیہ میں داخلا لی۔ یہ مدرسہ برصغیر میں مشہور تھا۔اس مدرسہ کے طالب علم جب بھی دارالعلوم دیوبند جاتے تھے تو حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ بغیر امتحان کے داخلہ دیتے تھے۔اس میں پہلے شاگرد سبق پڑھتا تھا پھر استاد تقریر فرماتے تھے۔اس مدرسہ کا استاد حضرت مولانا ولی اللہ دیونبد کا فاضل اور شیخ الہند کا شاگرد تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا ہم سبقی تھا۔ مولانا ولی اللہ، مولانا غلام اللہ اور مولانا محمد چراغ (مصف عرف الشذی شرح ترمذی) والوں کا استاد تھا۔اس کو ریاضی اور منطق کے علم میں مہارت تھی۔

۱۹۶۶ء میں فاضل عربی کی تعلیم کیلئے چنیوٹ میں مولانا منظور احمد چنیوٹی کے پاس آئے۔وہاں سے فاضل عربی حاصل کی۔

۱۹۶۷ء میں مدرسہ عربیہ فقیر والی ضلع بھاول نگر میں آئے۔وہاں پر وقت کے مایہ ناز محدث شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر صاحب کے پاس پڑھے جو مولانا انور شاہ کشمیری کا شاگرد تھا۔مولانا عبدالقدیر کا حافظہ بہت مشہور تھا۔مولانا عبدالقدیر صاحبؒ جب مشکواۃ شریف پڑھاتے تھے تو بڑے محدث اور جب قاضی حمد للہ پڑھاتے تھے تو بڑے منطقی لگتے تھے۔

شیخ التفسیر مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ ایک سال شعبان اور رمضان المبارک کے مہینے میں فجر کی نماز سے پہلے صدرا، اور شمس بازغہ پڑھایا، اور دوسرے سال اسی ٹائیم پر عبدالغفور اور متن متین پڑھایا۔اس کا حافظہ بھی بہت مشہور تھا۔حضرت آنکھیں بند کر کے عبارت پڑھتے تھے۔

راولپنڈی میں مولانا غلام اللہ خان اور اس کے گھر والے کھانے پینے میں اپنے بیٹے قاضی احسان الحق صاحب اور مجھ میں کوئی بھی فرق نہیں رکھتے تھے۔مجھے اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے۔

حضرت شیخ القرآن رمضان المبارک میں قرآن شریف کا تفسیر پڑھاتے تھے۔پڑھنے کیلئے دارالعلوم دیوبند کے شاگرد آتے تھے۔

حضرت شیخ القرآن فجر کی نماز کے بعد اور ظہر کی نماز کے بعد تفسیر پڑھاتے تھے۔نمازِ تراویح میں ہر چار رکعتوں کے بعد جو قرآن شریف پڑھا گیا ان کی تفسیر سمجھاتے تھے۔رات کو ختم القرآن کے پروا گراموں میں جاتے وہاں پر بیان کرتے اور صبح کو نماز کے بعد تفسیر پڑھاتے تھے۔یہ شیخ القرآن کی میں نے کارگذاری حضرت مولانا سائیں حماد اللہ ہالیجویؒ کو سنائی تو حضرت نے فرمایا یہ کام ہر آدمی کے

بس کی بات نہیں ہے۔ جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کام لے اور جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی توفیق دے۔

۱۹۶۸/ ۱۹۶۹ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں دورہ حدیث پڑھنے کے لئے اس مدرسہ میں داخلہ لی۔ جامعہ بنوریہ میں داخلہ کیلئے سخت امتحان لیتے تھے۔ مجھے پریشانی ہوئی کہ پتہ نہیں داخلہ ہوگی یا نہیں۔ مفتی ولی حسن ٹونکیؒ نے امتحان لیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل سے امتحان میں کامیابی ہوئی اور داخلہ مل گئی۔ قاضی احسان الحق بھی کمرہ نمبر ۱۱ میں میرے ساتھ رہتے تھے۔

عبارت زیادہ تر میں ہی پڑھتا تھا۔ کبھی کبھی مولانا نعیم اللہ صاحب کوٹ سبزل والے بھی عبارت پڑھتے تھے۔ ختم بخاری میں عبارت پڑھنے کا شرف بھی مجھے حاصل ہوا۔

سہ ماہی اور شش ماہی کا سخت امتحان ہوا۔ الحمد للہ میری دونوں امتحانوں میں پوزیشن دوسرے نمبر پر آئی، حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔

صحیح بخاری محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے پاس، جامع ترمذی شریف مفتی اعظم مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کے پاس۔ مسلم شریف مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ کے پاس، سنن ابوداؤد مولانا فضل احمد سواتیؒ کے پاس، سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی شریف مصباح اللہ شاہ خیبر پختون خواہ کے پاس اور طحاوی شریف مولانا بدیع الزمان کے پاس پڑھی۔

فراغت ۱۹۶۸ء میں ہوئی اور ۱۹۶۹ء سماع میں گذارا۔ دوسرے سال بھی ہمیں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ اپنے بیٹے قاضی احسان الحق صاحب اور میرے لیے درخواست کی کہ ان کو صحیح بخاری کی سماع کرنے کیلئے داخلہ دو حضرت کی شفارش پر ہمیں داخلہ ملی۔ اسی سال مولانا بنوری ڈاکٹر مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحبؒ سعودی عرب سے پی۔ ایچ۔ ڈی کر کے آئے تھے۔ اس نے ہمیں عربی تدریب الراوی، العبرات وغیرہ پڑھایا۔ بڑی شفقت سے پڑھایا اور شفقت والا سلسلہ ابھی تک قائم ہے۔

سوال: آپ کے جو مشہور ساتھی ہیں وہ بتائیں؟

جواب: قاضی احسان الحق جانشین اور فرزند حضرت مولانا غلام اللہ صاحبؒ جو ہدایۃ النحو سے لیکر دورہ حدیث تک ساتھ پڑھے۔ تاج محمود موجودہ امیر جی۔ یو۔ آئی راولپنڈی، مولانا محمد اسحاق سابق خطیب جامع مسجد و سرج راولپنڈی، حافظ محمد یوسف اٹک والا، مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری فرزند

سید عنایت اللہ شاہ گجرات، مولوی شرف الدین بھاول نگر، مولوی محمد احمد ایڈوکیٹ بھاول نگر، مولوی عبدالقادر بھاول نگر، مولوی محمد طیب ضلع بھاول نگر، قاری محمد اسماعیل گول مسجد سکھر، حافظ زکریا نواب شاہ، مفتی نظام الدین شامزئی شہید۔

دورہ حدیث کے ساتھی

مولانا نعیم اللہ کوٹ سبزل، مولانا خدا بخش پنو عاقل، مولانا قمر الدین خطیب مرکزی جامع مسجد خضدار، مفتی عبدالسلام چاٹ گامی، مفتی عبدالحنان موجود خطیب برطانیہ۔

سوال: جن اساتذہ نے آپ کو متاثر کیا ان کے متعلق بتائیں؟

جواب: مولانا غلام اللہ خان کے جلال اور جمال کا بڑا اثر ہوا، استاذ العلماء حضرت مولانا ولی اللہ گجرات والے کی بڑی شفقت رہی، مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا اعزاز علی کے شاگرد شیخ الادب حضرت مولانا قاضی غلام مصطفیٰ مرجانوی صاحب اٹک والے کی خصوصی نگرانی اور رہنمائی ساتھ رہی، شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر بھاول نگر کی شخصیت نے زندگی پر بڑا اثر چھوڑا۔ جن کی محنت سے مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین اکاڑویؒ پکے حنفی بنے اور کہا کہ دین کی خدمت کرنے کی وجہ سے آپ کو بڑی شہرت اور عزت مل گئی ہے۔ دوسری جگہ پر شاید آپ کو یہ مقام نہ ملتا۔ میں نے کہا کہ دین کا کام عزت بڑھانے کیلئے نہیں، بلکہ اللہ جل جلالہ کی رضا کیلئے کی ہے۔ یہی سکھر میں جاکر کروں گا۔

سوال: آپ پڑھانے والے زمانہ کے متعلق بتائیں؟

جواب: ۱۹۷۰ء میں فراغت کے بعد سب سے پہلے دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کے مدرسہ میں حضرت مولانا غلام اللہ صاحب کے مدرسہ میں قاضی احسان الحق کے ساتھ تقرر ہوا۔ ۱۹۷۲ء تک وہاں پر تدریس کی پھر قاضی احسان الحق کیساتھ حج کی سعادت حاصل کرنے کیلئے سفر کیا۔

۱۹۷۳ء میں حج کی واپسی کے بعد حضرت مولانا غلام اللہ صاحب نے اٹک کی جامع مسجد میں خطابت کی ذمیواری دی۔ اسی سال سے اٹک سے تدریس کیلئے راولپنڈی روزانہ آتا تھا۔

۱۹۷۴ء میں مرکزی جامع مسجد کے قریب جامعہ اشاعت الاسلام چھاؤنی روڈ اٹک میں تدریس کا کام شروع کیا۔ خطابت بھی مرکزی جامع مسجد میں تھی۔ ۱۹۷۵ء تک اٹک میں رہا۔

۱۹۷۵ء میں والد صاحب کی وفات کے بعد اٹک سے سکھر آیا، حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کی اجازت سے اٹک کو الوداع کرکے سکھر آیا۔ چھوڑنے کی وجہ یہ تھی کہ سکھر میں دین کا کام

کرنے اور والدہ کی خدمت کرنے کے ارادے سے سکھر میں رہنے کا فیصلہ کیا، اٹک کی جماعت اور کمیٹی والوں نے اصرار کیا کہ آپ نہ چھوڑیں، لیکن میں نے سیکریٹری اور میونسپل کے کمشنر ابو نور محمد کو کہا کہ والد صاحب کی وفات کے بعد میرا رہنا یہاں پر مشکل ہے میں سکھر جاؤں گا وہاں پر والدہ کی خدمت کروں گا۔ سکھر میں آنے کے بعد سب سے پہلے مدینہ مسجد سکھر میں خطیب ہوا۔ وہاں پر درس و تدریس شروع کی۔

والد صاحب کی وفات پر تعزیت کیلئے حضرت مولانا محمد احمد تھانوی آئے اور فرمایا کہ آپ سکھر سے باہر کافی عرصہ گذارا ہے ابھی آپ سکھر میں ہی رہیں۔ پھر جامعہ اشرفیہ میں تدریس کا کام شروع کیا، جو الحمدللہ ۳۶ سالوں سے ابھی تک جاری ہے۔

مدینہ مسجد میں ڈیڑھ مہینہ رہا پھر جامع مسجد میں تقرر ہوا۔ جامع مسجد سکھر میں آنے کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ جب میں اٹک پڑھتا تھا تو اس وقت میرے والد کی خواہش تھی کہ میں جامع مسجد سکھر کا خطیب بنوں۔ لیکن کامیٹی والے مجھے مولانا غلام اللہ خان صاحب کا شاگرد ہونے اور بندھانی ہونے کی وجہ سے خطیب مقرر نہیں کر رہے تھے۔ مرحوم ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا زور تھا، کامیٹی والوں کو فکر ہوا ایسا نہ ہو حکومت نئی کامیٹی یا خطیب کسی دوسرے مسلک کا مقرر کرے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے کامیٹی کا صدر حاجی محمد یوسف مٹھو کی کوشش تھی۔ میں خطابت کی ذمیواری سنبھالوں، لیکن میں نے کہا جب میرے والد صاحب کی خواہش تھی اس وقت آپ نے جگہ نہیں دی ابھی مجھے مدینہ مسجد میں رہنے دو۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد دعا سے پہلے جامع مسجد کے صدر (جو پوری کامیٹی کے ساتھ تھے) نے جماعت کو گذارش کی کہ ہم قاری خلیل احمد صاحب کو جامع مسجد کا خطیب مقرر کرتے ہیں۔ آپ اجازت دیں اور قاری صاحب کو ہماری درخواست قبول کرنے کیلئے آپ شفارش کریں، ساری جماعت نے یہ بات مان لی۔ جماعت کے اصرار پر میں نے ۱۹۷۵ء میں جامع مسجد سکھر میں خطابت شروع کی الحمدللہ جو آج تک جاری ہے اور مدینہ مسجد والوں کی خواہش پر میں نے اپنے بھائی قاری عبدالحفیظ صاحب کو مدینہ مسجد میں ذمیواری دی اور ابھی میرا بھتیجا قاری عبدالوحید صاحب خطیب ہے۔

۱۹۷۸ء سے آج تک جامع مسجد میں شعبان اور رمضان میں دورہ تفسیر پڑھاتا ہوں۔ جس میں طلباء کے ساتھ علماء بھی شریک ہوتے ہیں۔ ابھی تقریباً چار سالوں سے دل کی تکلیف کی وجہ سے دورہ

تفسیر مولانا مفتی شفیع محمد انڈھڑ صاحب میرے ساتھ پڑھاتے ہیں۔ وہ بھی دورہ تفسیر بھی پڑھ چکے ہیں۔

۱۹۸۴ء سے جامعہ اشرفیہ میں تدریس کے ساتھ نظامت کی خدمت سرانجام دے رہا ہوں۔ جامعہ اشرفیہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب ہیں، نظامت اور مدرسے کی دیگر ذمیواریاں بھی میرے حوالے ہیں۔ جامع مسجد میں صبح کو درسِ حدیث اور شام کو درسِ قرآن دیتا ہوں۔

جامع مسجد سکھر میں ۱۵ صدی کے پہلے دن فاضل دیوبند شیخ الحدیث حضرت مولانا قطب الدین انڈھڑ نے حفظ اور ناظرہ قرآن شریف کی تعلیم کا افتتاح کیااور تقریباً چار سال پہلے ۲۰۰۷ء سے جامع مسجد میں حفظ و ناظرہ کے مسافر طلباء رہائش پذیر ہیں۔

مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد اس کا نام ادارہ تفسیر القرآن کے نام سے قائم ہے، جس کا میں مہتم ہوں اور عقیل احمد (میرا فرزند) ناظم الامور ہے۔ جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے ۱۹۵۵ء میں کمیٹی نے مشورہ کیا کہ سائیں حماداللہ ہالیجویؒ سنگ بنیاد رکھیں گے، لیکن سائیں حماد اللہ ھالیجویؒ کی طبیعت ناساز ہونے کے باعث سنگ بنیاد پاک و ہند کے معروف عالم دین مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے رکھا۔ اس موقعہ پر مولانا محمد احمد تھانویؒ، مولانا عبدالحکیمؒ، ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب اور (کلیکیٹر) ڈی سی نصرت حسن موجود تھے۔ سکھر کی نصرت کالونی اس کے نام ہی سے منسوب ہے۔

جب میں جامع مسجد میں آیا اس وقت جامع مسجد اوقاف کھاتے کی نگرانی میں تھی۔ کچھ سالوں کے بعد سخت تقاریر کرنے کی وجہ سے مجھے مسجد خالی کرنے کا حکم اوقاف کے مینیجر نے دیا، پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مینیجر نے مسجد میں اعلان کیا کہ آپ ہی خطیب ہیں۔ ۶۰ سال کے بعد دو سال مزید خطابت اور امامت کی۔ ابھی خطابت اور امامت سے رٹائر ہوں۔ میرا بیٹا رشید احمد امامت کرتا ہے۔ میں آج بھی مسجد کی نگرانی کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ استاد مولانا غلام اللہ خان کے ساتھ اٹک سے سکھر آیا جب بندر روڈ سے گذرے تو جامع مسجد کو دیکھ کر فرمایااللہ کرے یہ مسجد تجھے مل جائے تو تجھے اٹک سے اجارت دیدوں۔

جامع مسجد کی امامت اور خطابت کی خواہش والد مرحوم اور والدہ کی تھی۔ الحمد للہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے یہ منصب عطا کیا۔ ۱۹۷۷ء میں نظامِ مصطفیٰ تحریک کے دوراں جامع مسجد تحریک کا مرکز تھی۔

سوال: آپ اپنے مشہور شاگردوں کے نام بتائیں؟

جواب مفتی شفیع محمد انڈہڑ، ڈاکٹر مولانا عبدالوحید انڈہڑ، مولانا عبدالرحیم پٹھان، مولانا محمد راشد کولاچی، مولانا طیب کولاچی، مولانا میر محمد چاچڑ، مولانا عزیز اللہ ساتگزئی، (سابق سینیٹر) مولانا منور عباسی، مولانا ڈاکٹر عبدالقادر چاچڑ، مولانا عبدالوحید شیخ لاڑکانو، شیخ الحدیث مولانا محمد امین جامعہ فریدیہ اسلام آباد، (اٹک والا) مولانا محمد اسحاق کشمیری، مولانا عبدالرحیم کشمیری، مولانا مفتی محمد صفوان اشرفیہ سکھر، مولانا محمد رضوان خطیب سفید مسجد مسجد سکھر، مولانا محمد اسماعیل آرائیں، مولانا محمد یاسین خطیب جامع مسجد محراب پور، مولانا عبدالمجید بھیو، مولانا عبدالشکور کھوسو، مولانا الٰہی بخش رتودیرو، مولانا ضیاء الحق خلیلی، مولانا گل محمد، مولانا عنایت اللہ بلوچستان، مولانا عبدالکریم چانڈیو، مولانا عبدالواحد یوسف، مولانا سلیم اللہ چوہان، (اس کتاب کے مرتب) مولانا مفتی عبدالواحد چاچڑ، قاری جمیل احمد خطیب مسجد عثمان ہیڈس فیلڈ مانچسٹر برطانیہ، مولانا قادر بخش شر، مفتی اکمل جتوئی دارالعلوم نوابشاہ، مرحوم مولانا عبدالرزاق جتوئی، مولانا محمد شعبان شیخ سکھر، مولانا عبدالمجید چاچڑ مرحوم، مولانا در محمد ڈاڈہر بلوچستان، مولانا عبدالکریم اسنی تا ئبی بلوچستان، مولانا محمد عثمان جمالی، مولانا عطاء اللہ سمیجو علی واہن، مولانا محمد طیب انڈہڑ، مولانا عبدالباسط میرانی، مولانا شاہ محمد چاچڑ، مولانا شفیع محمد چاچڑ، مولانا عبدالشکور اوگاہی، مولانا غلام رسول عباسی، مولانا عبدالحفیظ بجارانی، کندہ کوٹ، مولانا محمد اسلم کھوسو لکھی، مولانا محمد خان کھوسو، مولانا شفیق احمد کھوسو سکھر، مولانا علم الدین بن مولانا معین الدین مردان، مولانا خدا بخش چاچڑ، مولانا عبدالقیوم انڈہڑ پنوعاقل۔

سوال: آپ اپنی اولاد کے متعلق بتائیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔

(ا) حافظ قاری جمیل احمد اس نے قرآن شریف کا حفظ قاری ظفر الحق باغ حیات علی شاہ کے ہاں مکمل کی۔ ابتدائی فارسی، عربی جامعہ اشرفیہ سکھر، موقوف علیہ دارالعلوم کورنگی کراچی، دورہ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھ کر عالم فاضل بنے۔ اس وقت ہیڈس فیلڈ لنڈن برطانیہ کی ایک تاریخی مسجد مسجدِ عثمان میں خطیب ہے۔ اس مسجد میں مناظر اسلام مولانا لعل حسین اختر بھی خطیب رہ چکے ہیں۔

(۲) قاری شکیل احمد اس نے بھی قرآن شریف کا حفظ قاری ظفر الحق کے پاس مدرسہ تعلیم القرآن باغ حیات علی شاہ میں کیا، کچھ ابتدائی کتاب فارسی، عربی پڑھے ہے۔ آج کل دبئی کے قریب فجرہ

میں ایک کمپنی میں خطیب ہیں۔
(۳) عقیل احمد اقر اُمدینۃ الاطفال کا نگران اور ادارہ تفسیر القرآن جامع مسجد کا ناظم ہے۔
(۴) قاری رشید احمد حفظ اور قرائت میر پور میں صادق آباد کے قریب پڑھے اور جامع مسجد سکھر میں او قاف کی طرف سے امام ہے۔ جامعہ اشرفیہ میں حفظ و ناظرہ کا استاد ہے۔
چار بیٹیاں ہیں جو شادی شدہ ہیں۔
پوتے یوسف جمیل، طارق جمیل، ابراہیم جمیل، عمر شکیل، عمیر شکیل، عثمان عقیل، سفیان عقیل، وزیر احمد بن رشید احمد، حسین علی بن رشید احمد، اشرف علی بن رشید احمد اور چھ پوتیاں ہیں۔
سوال: جامعہ اشرفیہ میں آپ کا تقرر کیسے ہوا؟
جواب: والد صاحب (۱۹۹۵ء) کی تعزیت کیلئے استاد مولانا محمد احمد تھانویؒ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ اپنے باہر کافی رہ چکے ہیں ابھی جامعہ اشرفیہ میں آکر کام کرو۔
جامعہ اشرفیہ کی کمیٹی کے بارے میں مجھے کچھ اضطراب تھا، لیکن خواب میں مجھے مولانا محمد احمد تھانویؒ نے فرمایا کہ میرے پاؤں پر چادر ڈالو۔ اس کے بعد معاملہ حسن طریقہ سے طۓ ہو گئے۔ پھر مولانا اسعد تھانویؒ صاحب عید گاہ میں خطابت کی ذمیواری ادا کرتے تھے اس وقت مولانا اسعد تھانویؒ مہتم اور میں ناظم کی ذمیواری سنبھالتے تھے۔ اس وقت بھی مولانا اسعد تھانوی مہتم اور میں ناظم ہوں۔
ایک سال جامعہ اشرفیہ میں مولانا عبدالخالق مہرای۔ ڈی۔ او تعلیم دورہ حدیث کے اکیلے شاگرد تھے۔ مجھے بخاری شریف شیخ الحدیث بننے کا شرف حاصل ہوا۔
سوال: جامعہ اشرفیہ کے مشہور اساتذہ کے بارے میں بتائیں؟
جواب: مولانا قطب الدین انڈھڑ فاضل دیوبند، مولانا عبدالہادی صاحب فاضل دیوبند، مولانا عبدالحہ گھوٹو صاحبؒ فاضل دیوبند، مولانا ضیاء الحق اٹک والا فاضل دیوبند، مولانا قاضی عبدالحق (موجودہ شیخ الحدیث) جام پور، مولانا جان محمد راجپر، مولانا مفتی عبدالحکیم سکھروی فاضل دیوبند، مولانا عبدالرحمٰن سومرو، شہید مولانا مفتی عبدالمجید دینپوری، مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن کھر ور پکا، قاری اسلام الدین مرحوم محراب پور، مولانا امیر الدین ملاح۔
سوال: جو بزرگ جامعہ اشرفیہ میں مختلف موقعوں پر تشریف فرما ہوتے رہے ان کے نام بتائیں؟

جواب: قاری محمد طیب صاحبؒ دو مرتبہ بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھانے کیلئے تشریف فرما ہوئے۔ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی لاہور والے بھی ختم بخاری شریف کے پروگرام میں تشریف فرما ہوئے۔ مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب۔ مولانا شیر علی شاہ۔ مولانا عبدالغفور قاسمیؒ۔ مولانا حبیب اللہ شیخ صاحب بھی ختم بخاری کے پروگرام میں تشریف فرما ہوئے۔

سوال: جامعہ اشرفیہ سکھر کے متعلق بتائیں؟

جواب پہلے اس مدرسے میں ۵۰ شاگرد ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے آنے کے بعد مدرسے نے ترقی کی، شاگردوں میں اضافہ ہوا۔ اس کی تعمیر و ترقی میں مولانا اسعد تھانویؒ کی بڑی کاوش اور بڑا ہاتھ ہے۔ طلباء کے ہر اضافے میں مولانا عبدالمالک بھیریؒ اور مولانا مفتی شفیع محمد انڈہڑ کا بھی بڑا کردار ہے۔

سوال: سکھر کی انتظامیہ اور انتظامی امور میں اور شہر کے امن کے حوالے سے آپ کا کردار قابل تحسین رہا ہے اس کے متعلق کچھ بتائیں؟

جواب: محرم الحرام کے دن ہوں یا عید میلاد النبی ﷺ کے دن ہوں اور دوسرے موقعوں پر میرا ہمیشہ کردار امن والا رہا ہے۔ یہ بات انتظامیہ والے ہو یا سیاسی یا مذہبی مخالف ہو، لیکن وہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ میں امن پسند ہوں۔

۱۹۸۰ء میں اوباوڑو میں قادیانیوں نے ایک مرکز قائم کیا۔ علماء نے اس کے خلاف بڑا احتجاج کیا ،اس وقت انتظامیہ اور مذہبی لوگوں میں بڑا جھگڑا ہوا بہت سے عالم اور دیندار لوگ زخمی ہوئے۔ سکھر سے میں اور آغا سید محمد شاہ اور مولانا محمد رفیق راجپوت اوباوڑے گئے۔ اس وقت ہمایوں فرشوری ڈی۔ سی تھا۔ ان سے بات کی الحمد للہ ہمارے سارے علماء اور دوسرے لوگ جو گرفتار تھے آزاد ہوئے اور اوباوڑو سے قادیانیوں کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوا۔

1983ء میں ایم۔ آر۔ ڈی کی تحریک میں سکھر اور اس کے ارد گرد کے علاقے سب گرم تھے اور شہر کے لوگ اس تحریک کے سخت مخالف تھے، اس وقت بھی M-R-D تحریک کے حامی اور سرگرم علماء سے احترام والا تعلق تھا۔ جب بھی بزرگ یا بڑا عالم دین جامع مسجد میں آتا تھا تو امامت ان سے کرواتا تھا۔

جب قادیانیوں نے جامعہ حمادیہ منزل گاہ پر بموں سے حملہ کیا تھا، بابری مسجد کی شہادت ہوئی سندھی مہاجر یا مہاجر پٹھانوں کے سخت جھگڑے ہوئے تھے تواس کے رد عمل میں سکھر میں ہڑتال اور سخت احتجاج ہوتے تھے۔ میں نے ہڑتالوں اور احتجاجوں کو پرامن بنانے اور شہر کے حالات کو پرامن بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

آغاسید محمد شاہ، مولانا محمد مراد صاحب ہالیجوی، مولانا مفتی عبدالوہاب چاچڑ، میر صبح صادق کھوسو، مولانا رفیق راجپوت، مولانا شبیر احمد ملک۔ ختم نبوت کو امن امان برقرار رکھنے میں اہم قردار ادا کیا۔

گول مسجد میں مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب مرحوم کے پاس ایک نو مسلم عبداللہ شیخ اور ایک عورت مسلمان ہوئی، جس سے بڑا ہنگاما ہوا، اس وقت آغا قادرداد خان سکھر کے S-D-M تھے۔ اس وقت بھی میں نے امن امان کو برقرار رکھنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

سوال: آپ کی نگرانی میں جو مدرسہ اور مسجد چل رہے ہیں ان کے متعلق بتائیں؟

جواب: شاہی بازار جنات بلڈ نگ پرانہ سکھر جس کا میں شروع سے آج تک صدر ہوں۔ قبا مسجد نواب گوٹھ، مسجد اقصی نوان گوٹھ، مسجد حبیب نواں گوٹھ کا بھی نگراں ہوں۔

سوال: آپ کا سیاست میں کس جماعت سے تعلق ہے؟

جواب: ختم نبوت کا عہدیدار تو میں اٹک میں تھا، آج بھی ختم نبوت کا سرگرم کارکن ہوں، جب میں سکھر آیا تو سکھر شہر کے لوگوں نے جمع ہو کر گذراش کی کہ آپ شہر کے سارے لوگوں کے بڑے ہیں اس لیے کسی ایک مذہبی یا سیاسی جماعت کے سرگرم کارکن یا عہدیدار نہ بنو، اس لیے میں کسی مذہبی یا سیاسی جماعت کا سرگرم کارکن یا عہدیدار نہ رہا ہوں، البتہ جمعیت علماء اسلام اور دیگر دیوبندی جماعتوں کیساتھ قریبی تعلق رہا ہے۔

سوال: اقراء مدینۃ الاطفال اسکول کے قیام کے متعلق اپنی رائے سے آگاہ کریں؟

جواب: پاکستاں میں علماء نے ضرورت کو محسوس کیا کہ ملک میں ایسے اسکول قائم کیے جائیں جہاں پر دینی عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم دی جائی ایسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے علماء نے پورے ملک میں ایسے اسکول قائم کیے جہاں پر دینی عصری تعلیم کا اجتماعی بندوبست کیا گیا ہے اور میں نے بھی سکھر میں اقراء مدینۃ الاطفال کے نام سے ایک اسکول قائم کیا ہے، اس میں مڈل تعلیم تک حفظ ناظرہ اور دیگر ضروری دینی باتیں سکھائی جاتی ہیں، اس اسکول میں شاگردوں کا تعداد 250 کے قریب ہے۔

سوال: آپ نے جن بزرگوں کی زیارت کی ہے ان کے نام بتائیں؟

جواب: حضرت مولانا سائیں حماداللہ ہالیجوی رحہ، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحہ، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا نافع گل رح صاحب (امیر مالٹا) حضرت مولانا عزیر گل صاحب رح (امیر مالٹا) حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب جلال آباد انڈیا، حضرت مولانا نصیرالدین غور غشی ضلع اٹک، حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوری، حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا رحہ، حضرت مولانا خیر محمد ٹھل حمزہ بہاولپور، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رح، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رح، حضرت مولانا ولی اللہ (شاگرد حضرت شیخ الہند رح) قاضی شمس الدین گوجرانوالہ، حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک رح، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رح، حضرت مولانا عبدالواحد صاحب گوجرانولا، مولانا عزیر محمد کوئٹہ والے۔ان بزرگوں کی زیارت نصیب ہوئی۔

میں مولانا محمد زکریا صاحب کا مرید تھا.اس نے تصوف میں وظیفہ دیا اور ہمیشہ پڑہنے کے لئے ہدایت کی. مولانا عبدالرحمن کامل پوری رح نے مجھے پرانہ قلعے راولپنڈی میں جمع کے خطاب کے بعد بڑی بڑی دعائیں دی. اور شیخ القرآن کو کہا کہ اس نوجواں نے زبردست بہترین خطاب کیا ہے. استاد نے خوش ہو کر والد صاحب کو خط لکھا مولانا عبدالرحمن کی دعا اور تعریف سے آگاہ کیا.

سوال: آپ نے جو غیر ملکی دورے کیے ہیں وہ بتائیں؟

جواب: حرمین شریف کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ میں کانفرنس دارالعلوم دیوبند کی تقریب میں انڈیا گیا تھا۔اس کے علاوہ یمن میں صنعا ابرہ کی بنی ہوئی گرجاگھر کو دیکھنے کا موقعہ ملا.اس کے علاوہ مجھے برطانیہ اور متحدہ ارب امارات دیکھنے اور گھومنے کا موقعہ ملا ہے۔

سوال: سکھر میں دینی جذنے متعلق بتائیں؟

جواب: سید مولانا تاج محمود امروٹی رحہ مولانا عبدالرحمن سکھر والے حضرت مولانا سائیں حماداللہ ہالیجوی صاحب اور مہاجروں میں مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب اور مولانا محمد احمد تھانوی کی کوششوں سے دینی جذبہ باقی رہا ہے۔

بھائی چارہ محبت ہم آہنگی آج بھی الحمدللہ قائم ہے۔اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے ہمیشہ اس شہر کے امن امان کو برقرار رکھے آمین۔

مختصر تذکرہ بابت حضرت مولانا قاری خلیل احمدؒ

حضرت مولانا تاج محمد خان

رکن مرکزی شوریٰ جمعیت علماء اسلام پاکستان و سرپرست جمعیت علماء اسلام صوبہ پنجاب،

شیخ الحدیث دار العلوم اسلام آباد، مہتمم جامعہ فاروقیہ راولپنڈی

میرے ساتھ حضرت مولانا مرحوم 1962 مطابق 1382 ھج میں دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کے ادارہ میں شریک درس رہے۔ اور مولانا محمد سعید الرحمٰن مہتمم جامعہ اسلامیہ صدر اور مولانا احمد سعید خان کنزالدقائق اور کافیہ لابن حاجب اور دیگر درجہ کے کتب میں پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا مرحوم اس وقت ایک ذہین اور محنتی طالب العلم کے ساتھ ساتھ ایک بہترن فصیح بلیغ خطیب تھے۔ چنانچہ اس وقت حضرت شیخ القرآن مرحوم کی پرانی جامع مسجد پرانہ قلعہ میں خطابت بھی سرانجام دیتے رہے۔

1962ء کے بعد مولانا مرحوم، مولانا قاضی احسان الحق بن مولانا شیخ القرآن کے ساتھ ضلع میانوالی مقام انہی وغیرہ میں پڑھتے رہے، اور میں ضلع اٹک علاقہ چھچھ میں پڑھتا رہا، البتہ وقتاً فوقتاً اجتماعات اور اجلاسوں میں ملاقاتیں ہوتی رہتی تھی۔

میں 1973ء میں ضلع اٹک علاقہ چھچھ مقام ویسہ کاملپور دار العلوم تعلیم الاسلام میں مدرس تھا اور مولانا مرحوم اٹک شہر کی مرکزی جامع مسجد میں خطیب تھے اور روزانہ بذریعہ ریل گاڑی دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی جاکر تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

1973ء میں تحریک ختم نبوت میں ضلع اٹک کے مختلف اوقات میں ہم دونوں اجتماعات میں شرکت کرتے رہے اور خطاب کرتے رہے۔

کچھ عرصہ کے بعد مولانا قاری مرحوم صوبہ سندھ سکھر چلے گئے وہاں پر خطابت اور تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے، اور وہی پر وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مجاہد ختم نبوت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب سکھر ۔۔۔۔۔کچھ یادیں۔۔۔کچھ باتیں

جانشین شیخ القرآن مولانا اشرف علی
مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

(احقرراقم الحروف کی فرمائش بلکہ بارہااصرار کرنے پر جانشین شیخ القرآن حضرت مولانا اشرف علی دامت برکاتہم العالیہ مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی نے یہ مضمون ارسال فرمایا۔ازمرتب)

ملت اسلامیہ کے عظیم مجاہد۔دای توحیدوسنت۔کاسر اسلام شرک و بدعت۔شیخ القران حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کے دیرینہ ساتھی قاری رحیم بخش صاحب مرحوم ایک مذہبی گھرانے سے تعلق کی بنا پر حضرت شیخ القرآن کے قریبی ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔قاری رحیم بخش مرحوم نے اپنی اولاد کی تربیت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت شیخ القران رحمہ اللہ سے اپنے بیٹے شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا قاری خلیل احمد کا تعارف کروایا۔یہ تقریبا 1961 کا واقعہ ہے کہ حضرت قاری صاحب مرحوم اس وقت ہدایت النحو پڑھ رہے تھے۔قاری رحیم بخش مرحوم نے حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ ہدایۃ النحو میں امتحان لینے کا کہا اور فرمایا ان کو ساتھ راولپنڈی لے جائیں اور اپنے دارلعلوم میں داخل کرلیں سے۔چنانچہ حضرت شیخ القران رحمہ اللہ نے ان کو اپنے فرزند ارجمند حضرت مولانا قاضی احسان الحق مرحوم کے ساتھ رفیق تعلیم کردیا۔جو سلسلہ درجہ ثانیہ سے دورہ حدیث تک جاری و ساری رہا۔بعد فراغت کے حضرت شیخ القران رحمہ اللہ نے ان کو دارالعلوم تعلیم القرآن میں بطور مدرس مقرر فرمایا ۔جو کہ تقریبا پانچ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔اس دوران اٹک کی مرکزی جامعہ مسجد میں خطیب کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے خطابت کے فرائض سرانجام

دینے کے لیے حضرت قاری خلیل احمد صاحب کو مقرر فرمایا۔حضرت شیخ القران رحمہ اللہ کے زرخرید جگہ پر قائم کردہ مدرسہ جامعہ اشاعت الاسلام اٹک میں تدریسی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔جوکہ عرصہ پانچ سال پر محیط ہے۔حضرت قاری خلیل احمد صاحب کو اللہ تعالی نے باصلاحیت شخص بنایا تھا تدریسی اور تبلیغی میدان میں یکساں خدمات انجام دیتے رہے۔خطابت کا انوکھا انداز اٹک کے باسیوں کو ایسا بھایا کہ حضرت قاری صاحب کی خطابت کے گرویدہ ہوگئے۔

راولپنڈی قیام کے دوران حضرت قاری صاحب نے حضرت قاضی احسان الحق صاحب کی معیت میں حضرت شیخ القران رحمہ اللہ سے دورہ تفسیر اور مختلف کتب سدرا، شمس بازغۃ۔قاضی حمداللہ عبدالغفور متن متین وغیرہ بھی پڑھیں۔اور دورہ حدیث شریف ملک کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے کیا۔اور وہاں سے ہی تخصص فی الحدیث بھی کیا۔قاری خلیل احمد صاحب کے مشہور اساتذہ جن سے قاری صاحب نے کسب فیض حاصل کیا۔ان میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ۔مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ۔مولانا محمد ادریس کاندہلوی رحمہ اللہ۔مولانا ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ۔مولانا بدیع الزمان رحمہ اللہ۔مولانا فضل احمد رحمہ اللہ اور مولانا محمد احمد تھانوی رحمہ اللہ شامل ہیں۔

انیس سو چوہتر کی تحریک ختم نبوت۔۔۔اٹک میں حضرت قاری صاحب نے مجاہدانہ کردار ادا کرتے ہوئے قادیانیت اور قادیانیت نواز شر پسندوں کو ناکوں چنے چبوائے۔اس دوران سکھر کی مرکزی جامعہ مسجد کی بے باک خطابت کے لیے قرعہ حضرت قاری خلیل احمد صاحب کے نام نکلا۔اسی بنا پر 1975 1974 میں سکھر کی جامعہ مسجد میں خطابت کے فرائض تاحیات انجام دیتے رہے۔اور ساتھ ساتھ جامع مسجد میں حضرت شیخ القرآن کے انداز میں درس قرآن دیتے رہے۔اور ہر سال اسی مخصوص انداز میں دورہ تفسیر قرآن بڑھاتے۔اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کی یاد تازہ کرتے۔اس کے ساتھ ساتھ سندھ کی مشہور و معروف دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ سکھر میں تدریسموقوف علیہ و دورہ حدیث کے علاوہ ناظم تعلیمات کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب کا جانشین شیخ القرآن حضرت مولانا قاضی احسان الحق صاحب سے ہم سبق و ہم تدریس ساتھی ہونے سے اتنا گہرا تعلق قائم ہوا جو کہ رشتہ داری میں بدل گیا۔حضرت قاری خلیل احمد صاحب کے فرزند قاری جمیل احمد صاحب کا رشتہ حضرت قاضی احسان الحق کی لخت جگر سے طے ہوا۔

حضرت قاری خلیل احمد صاحب زندگی کے ایام گزار رہے تھے کہ سفر مٹھی اور تھرپارکر (کے مساکین کی مالی امداد کر کے)واپسی پر گاڑی کا حادثہ پیش آنے پر سورۃ یاسین اور کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کردی۔26 فروری 2015 کو جامع مسجد بندر روڈ سکھرمیں آپ کی نماز جنازہ ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی نے پڑھائی جس میں ہزاروں فرزندان نے اسلام نے اشکبار آنکھوں سے شرکت کی۔اس طرح یہ علم کا ایک روشن مینار ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاک نشین ہو گیا۔

تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
شمع نوشتہ ان کے گھر کی نگہبانی کرے

اللہ تعالی حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی دینی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کے درجات بلند کرتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے آمین۔

قاری خلیل احمد بندھانیؒ کا سفر آخرت

مولانا زاہد الراشدی

حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا بہت پرانا تعلق تھا اور تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام شریعت سمیت متعدد تحریکات میں ہماری رفاقت رہی، سکھر میں کئی باران کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا، بلکہ ایک رات مجھے کبھی نہیں بھولتی کہ گرمی کا موسم تھا، دریا جوبن پر تھا، انہوں نے رات مجھے جامع مسجد سکھر کے دریا کی جانب والے بڑا مندہ میں سونے کے لے چارپائی ڈلوادی اور مطمئن ہوگئے کہ رات بڑے سکون سے سوؤں گا، مگر میرے لیے یہ پہلا موقع تھا ساری رات دریا کی موجوں کے ساتھ میرا دل بھی اچھلتا رہا اور وہ رات میرے لیے یادگار رات بن گئی۔ وہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے خوشہ چینوں میں سے تھے، بلکہ ان کی عقیدت مند مداحوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ جبکہ حضرت شیخ کے ساتھ میرا تعلق بھی ہمیشہ ایک عقیدت مند کا رہاہے اور بعض اعتقادی تعبیرات مختلف ہونے کے باوجود اس عقیدت میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔

میرے مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ کے ساتھ دلی تعلق کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی عمومی دینی محنت میں مشترکہ ملی مسائل و امور کو ترجیح دیتے تھے اور دینی تحریکات میں پیش پیش رہتے تھے۔ وہ صاحب علم اور شعلہ نوا خطیب تھے اور مرکزی جامع مسجد سکھر کے علاوہ ملک بھر کے عمومی اجتماعات ان کی خطابت کی جولانگاہ ہوتے تھے۔ برطانیہ کے بعض اجتماعات میں بھی ان کی خطابت کا حظ اٹھایا اور کچھ مقامات میں ہماری مشترکہ شرکت رہی، جامعہ اشرفیہ سکھر میں ان کی نظامت کا دور بھی دیکھا اور وہاں حاضری ہوتی رہی، مجھے دینی تحریکات کے ساتھ الحمدللہ تعالیٰ ہمیشہ شغف رہاہے، اور ملک بھر سے رابطہ رہاہے۔ سندھ بالخصوص سکھر کے حوالہ سے کسی بھی دینی تحریک کے حوالہ سے ایک دور میں حضرت مولانا عبدالمجید صاحب رحہ، محترم حاجی کرامت اللہ صاحب رحہ اور مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ کے ساتھ رابطہ کے بعد میں مطمئن ہوجایا کرتا کہ اب مزید کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ کی ساری زندگی توحید و سنت کے پرچار اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور دینی تحریکات کی آبیاری میں گذری ہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول

فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلی مقام سے نوازیں اوران کی پسماندگان کو صبر کرنے ساتھ ان کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

24جون 2015

ابو عمار زاھدالراشدی

سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل

میرے وفادار ساتھی

مولاناڈاکٹر محمد اسعد تھانوی
مہتمم جامعہ اشرفیہ سکھر

قاری خلیل احمد صاحب اللہ تعالیٰ اس کو اعلیٰ درجات عطافرمائے اوران کی قبر کو نور سے بھر دے ، قاری صاحب اور میر المباساتھ ہے۔

بچپن میں 1956/57ء میں قاری صاحب اور میں نے ایک ساتھ جامعہ اشرفیہ میں تعلیم شروع کی بعد میں قاری صاحب راولپنڈی چلے گئے اور شیخ القرآن مولاناغلام اللہ خان کے پاس تعلیم حاصل کی اور شیخ القرآن نے ان کو اولاد اور بیٹوں کی طرح رکھا۔

بعد میں مولاناغلام اللہ خان کے آبائی علاقہ اٹک شہر جو بڑاشہر ہے،اس کی سب سے بڑی مسجد میں امام اور خطیب مقرر ہوئے۔ ختمِ نبوت کی جب تحریک چلی تو قاری صاحب نے بڑاکام کیا، جلوس نکالنااور تقاریر کرنا۔ قاری صاحب کی اٹک میں ایسی حیثیت تھی جیسے شہر کاسب سے بڑاعالم اور اٹک شہر چھوڑ کر آنایہ قاری صاحب کے لئے بڑامشکل تھا۔ میرے والد صاحب نے بندر روڈ پر بڑی مسجد بنائی۔ والد صاحب بیمار تھے دل کی تکلیف تھی میرے والد نے حج کے موقع پر 63 سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ سے دعامانگی تھی اور والد صاحب کو یقین تھامیری عمر 63 سال ہو گی۔ والد صاحب کو جامع مسجد کی بڑی فکر تھی اور مدرسہ کی بھی بڑی فکر تھی، والد صاحب نے قاری کو کہا آپ سکھر آجاؤ قاری صاحب کو اٹک سے بلانے کا والد صاحب کو بہت اشتیاق تھا، حالانکہ والد صاحب کے اور بھی بہت شاگرد تھے، لیکن والد صاحب کہتے کہ خلیل کو بلاؤ، خلیل کو بلاؤ،اس طرح قاری صاحب سکھر آگئے۔ قاری صاحب کے والد قاری رحیم بخش نواں گوٹھ میں رہائش پذیر تھے اور مدینہ مسجد میں امام اور خطیب تھے،اس کی بھی خواہش تھی کہ آپ قاری صاحب کو سکھر بلاؤ اور جامع مسجد جو اتنی بڑی بنی ہے اس میں امام اور خطیب مقرر کریں جو اتنی محنت سے بنی ہے۔

والد صاحب نے جامع مسجد قاری صاحب کے حوالے کی اور امامت اور خطابت بھی حوالے کی اور جمعہ نماز بھی کبھی والد صاحب بیماری کی وجہ سے نہیں پڑھاتے تو قاری صاحب پڑھاتے اور یوں قاری صاحب نے جامع مسجد میں امامت اور خطابت شروع فرمائی۔

بعد میں مدرسہ کی نظامت (ناظم اعلیٰ) قاری صاحب کے حوالے کی گئی، میرے والد صاحب کے انتقال کے چھ ماہ بعد مجلس شوریٰ نے مجھے مدرسہ کا اہتمام دیا تو میں کچھ وقت کراچی رہتا تھا کچھ وقت سکھر میں اور مدرسہ کے تمام امور قاری صاحب سنبھالتے تھے۔ شروع میں میں 15 دن کراچی رہتا تھا اور 15 دن سکھر میں رہتا تھا، باقی دن مدرسہ کو قاری صاحب سنبھالتے تھے۔ الحمدللہ قاری صاحب نے مدرسہ کو، جامع مسجد کو اور شہر کو بھی سنبھالا اور سکھر شہر کے قرب وجوار میں جو بھی مسلکی کام تھے ان کو بھی سنبھالا۔ شرک اور بدعت کے خلاف، قادیانیت کے خلاف اور رافضیت کے خلاف کام کیا اور اہل سنت کے خلاف جو بھی کام تھے ان کے سدباب کیلئے قاری صاحب پیش پیش ہوتے تھے۔ گھوٹکی، میرپور ماتھیلو، پنو عاقل، کندھ کوٹ اور دوسرے بڑے شہر حیدرآباد، کراچی، ملتان اور اٹک میں قاری صاحب کے بیانات ہوئے۔ توحید کو قاری صاحب بہت اچھی طرح بیان فرماتے تھے، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کی طرز پر توحید بیان کرتے تو شیخ القرآن کی یاد تازہ ہو جاتی۔ قاری صاحب سے اللہ تعالیٰ نے سکھر شہر میں تقریباً 42 سال کام لیا۔

بلامبالغہ کہا جاسکتا ہے اور سکھر شہر میں آپ کسی سے پوچھیں تو وہ کہے گا کہ سکھر شہر میں 1974ء سے قاری صاحب کی وفات تک کا جو زمانہ ہے اس میں شہر کا جو پہلا نمبر عالم دین تھے وہ قاری صاحب تھے اپنی خدمات کی وجہ سے۔

اسباق پڑھاتے تھے شیخ الحدیث تھے اور جامع مسجد سکھر میں روزانہ درس دینا نمازیں، جمعہ نماز اور عیدین پڑھانا اور اس کے بعد شعبان اور رمضان میں تفسیرِ قرآن پاک پڑھانا اور قاری صاحب کے ایک دن میں تین تین پروگرام ہوتے تھے، دوپہر کو کہیں جارہے ہیں، شام کو کہیں جارہے ہیں اور رات کو کہیں جارہے ہیں، لیکن قاری صاحب جواب نہیں دیتے تھے۔ قاری صاحب نے اپنی زندگی دین کے کام میں وقف کی ہوئی تھی۔

آخری سفر میں جب قاری صاحب کا انتقال ہوا تو قاری صاحب نے دو دن پہلے مجھے فون کیا تھا کیونکہ بہت سے معاملات جو مدرسہ سے وابسطہ نہیں ہوتے تو بھی مجھے ضرور بتاتے تھے، قاری صاحب اور میرا جو 40 سال کا ساتھ رہا ہے ایسا کہہ سکتے ہیں جیسے دو بھائی ہوتے ہیں۔ قاری صاحب کی ایک صفت تھی عام طور پر اگر کوئی دو آدمی کاروبار کرتے ہیں ساتھ بیٹھ کر کام کرتے ہیں تو اختلافِ رائے ضرور ہوتی ہے ایک کی رائے دوسری ہوتی ہے دوسرے کی دوسری، لیکن قاری صاحب کو اللہ تعالیٰ

نے یہ صفت عطا فرمائی تھی کہ میرا اور قاری صاحب کا چالیس سال میں اختلاف نہیں ہوا تھا۔ مدرسہ کے معاملات ہوں، طلبہ کے معاملات ہوں، استاد کو نکالنا ہے یا رکھنا ہے، تعمیر کرنی ہے مرمت کرنی ہے نہیں کرنی ہے، کسی کی تنخواہ بڑھانی ہوتی یا کم کرنی ہوتی ہزاروں معاملات ہوتے ہیں لیکن ایک مرتبہ بھی اختلافِ رائے نہیں ہوئی یہ ایسی صفت ہے جو دوسروں میں ہونا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لوگوں کے کاموں میں نکلنا آپ دیکھیں مٹھی اور تھرپارکر سے ہمارا کیا تعلق؟ میں نے زندگی میں یہ علاقے نہیں دیکھے، شاید قاری صاحب نے بھی پہلے نہیں دیکھے ہوں۔ قرب وجوار کے جو شہر ہیں کندھ کوٹ، غوث پور وغیرہ یا نواب شاہ حیدرآباد لیکن مٹھی اور تھرپارکر تو ہمارا کبھی واسطہ نہیں پڑا ہے۔

میرے پاس فون آیا قاری صاحب کا کہ میں نے پیسے جمع کیے ہیں لوگوں کی امداد کے لئے مٹھی اور تھرپارکر علاقہ والوں کے لئے تو میں مٹھی جا رہا ہوں پیسے تقسیم کرکے دو دن کے بعد واپس آؤنگا۔ قاری صاحب دو دن کے بعد واپس آئے لیکن زندہ حالت میں نہیں آئے۔

قاری صاحب نے پیسے تقسیم کئے نمازیں پڑھیں مغرب کے بعد نکلے قاری صاحب کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ کسی گاڑی سے نہیں ہوا کچے میں اتر گئی اور قاری صاحب کے ساتھی مفتی شفیع محمد کی ہڈی ٹوٹی قاری صاحب کو کوئی خاص چوٹ نہیں آئی اندرونی آئی ہو تو آئی ہو علاج کے لئے آرہے تھے تاکہ مفتی شفیع محمد کا علاج ہو سکے۔ راستہ میں قاری صاحب نے ڈرائیور شعبان شیخ کو کہا مجھے لیٹا دو لیٹنے کے بعد سورت یاسین پڑھی سورت فاتحہ پڑھی۔ شعبان شیخ ڈرائیور شاگرد بھی تھا تو قاری صاحب نے کہا میرا وقت آگیا ہے کلمہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے قاری صاحب کی میت حیدرآباد آئی تو قاری صاحب کا پہلے انتقال ہو چکا تھا بعد میں میت سکھر آئی۔

قاری صاحب کے بڑے بیٹے قاری جمیل احمد صاحب جو قاری صاحب کی جگہ مدرسہ کا ناظم بھی ہے اور جامع مسجد میں خطیب اور امام بھی ہے اس وقت برطانیہ میں تھے ہماری مشاورت ہوئی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تدفین میں جلدی کی جائے حیدرآباد سے صبح تقریباً سات بجے میت سکھر پہنچی اور نماز ظہر کے بعد جنازہ اور تدفین ہوئی۔ نماز ظہر میں جنازہ پڑھنے والوں سے جامع مسجد اسی طرح بھری ہوئی تھی کہ ایک ایک صف میں تین تین صفین تھیں میں نے باہر روڈ پر دیکھا کہ سارا روڈ بھرا ہوا تھا یتیم خانہ تک میں نے دیکھا کہ روڈ بھرا ہوا تھا اور لوگوں کو آگے جانے سے روکا جا رہا تھا

کیونکہ امام سے آگے بڑھنے سے نماز نہیں ہوتی قرب کی تمام مسجد میں پانی ختم ہو گیا تھا۔ سکھر کے لوگ کہتے ہیں ہم نے سکھر میں کبھی نماز جنازہ میں اتنا ہجوم نہیں دیکھا جتنا قاری صاحب کے جنازہ میں دیکھا یہ عند اللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔

قاری صاحب کی بڑی وصف:

قاری صاحب کی جو سب سے بڑی وصف تھی اور وہ سونہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے میں تو یہ سمجھتا ہوں بالفعل مدرسہ کے مہتمم وہ تھے، کیونکہ میں مہینے میں صرف تین دن آتا تھا باقی دن وہ سنبھالتے تھے، ہمارے بزرگ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے قاری صاحب نے بھی ان سے تعلیم حاصل کی اس کا بڑا مشہور مقولہ ہے کہ مہتمم کی یاد دنیا اچھی ہو گی یا آخرت دونوں نہیں ہو سکتیں کیونکہ مدرسہ کے مہتمم کے ہاتھ پیسے آرہے ہیں، بکرے آرہے ہیں، اگر زیادتی کرے گا تو آخرت خراب ہو گی، اگر دنیا اچھی کرے گا تو آخرت خراب ہو گی، قاری صاحب بالفعل مہتمم تھے، حکم ان کا چلتا تھا، اخراجات پر وہ دستخط کرتے تھے، میں نے چالیس سال میں قاری صاحب جیسا محتاط آدمی نہیں دیکھا، قاری صاحب کی مالی معاملات میں اتنی احتیاط تھی کہ کسی کو مجال نہیں تھی کہ مدرسہ کا پنکھا کوئی ذاتی استعمال کے لئے لے جائے یا قاری صاحب لے جائیں یا کسی کو دیدیں یا مدرسہ کی کوئی چیز لے جائیں یا کسی کو دیں اپنے لئے نہیں لے جائیں گے تو کسی دوسرے کو کیسے دیں گے، صدقہ کے بکرے آتے تھے تو مجال تھی کہ کوئی بوٹی کسی استاد کے پاس چلی جائے، جب قاری صاحب کے پاس نہیں جائیگی تو کسی دوسرے کے پاس کیسے جائیگی ۔

مالی معاملات میں شیشے کی طرح صاف تھے۔ ڈاکٹر حق نواز ہمارے مالی معاملات کے ناظم ہیں میں تو قاری صاحب کی قابلیت میں کہہ رہا ہوں مدرسہ میں آنے والے پیسوں کا حساب قاری صاحب حق نواز صاحب کو ایسے دیتے تھے جیسے کوئی نوکر مالک کو دیتا ہے آنے پائی سے۔ یہ قاری صاحب کی وصف تھی اور میں چالیس سال کا گواہ ہوں کیونکہ میں یہ کہوں جیسے کہتے ہیں دائی سے پیٹ چھپا نہیں ہوتا تو میں چالیس سال قاری صاحب کو جتنا جانتا ہوں اتنا کوئی دوسرا نہیں جانتا بھائی بیٹے وغیرہ اس وقت چھوٹے تھے، کیونکہ میں چالیس اکتالیس سال پہلے کی بات کر رہا ہوں قاری صاحب کے ساتھ میرے سفر بھی ہوئے، رہنا بھی ہوا، قاری صاحب میں جو اخلاقی وصف قدرت نے عطا فرمائی تھی میں

دیانت داری سے کہہ رہا ہوں وہ میں نے کسی دوسرے میں نہیں دیکھی۔

میرے گھر والے سارے کراچی چلے گئے یہاں ہمارا ملازم نور محمد تھا ان کا بھی انتقال ہو گیا اس دن سے اور قاری صاحب کے انتقال کے دن تک میرا کھانا قاری صاحب کے گھر سے آتا تھا میں تین دن رہوں پانچ دن، میں اکیلا ہوں بیٹے ہوں یا بھتیجے ہوں قاری صاحب کہتے تھے کھانا میرے گھر سے آئے گا، قاری صاحب اور میرا تعلق بھائی کی طرح تھا، جس طرح بھائی اپنے بھائی کو نہیں کر سکتا مجھے بھی کبھی جرائت نہیں ہوئی کہ میں قاری صاحب کو منع کروں ہمیشہ کھانا وہاں سے آتا تھا۔ قاری صاحب کا جو اخلاق تھا میل جول تھا دیانت تھی میں کسی بڑائی یا خوشامد میں نہیں کہہ رہا ہوں میں اظہار واقع میں کہہ رہا ہوں ہر سال جو بچے فارغ ہوتے ہیں اپنے اپنے گھروں کو جاتے ہیں تو ملتے ہیں۔

مدرسہ کے معاملات میں رائے دیتے ہیں کوئی اچھی بات کرتا ہے کوئی بری بھی کرتا ہے، طالب العلم کو اجازت ہے، ایک طالب علم دستار بندی کرنے کے بعد جارہا تھا میرے پاس آیا میں اور وہ اکیلے تھے اس نے کہا میں نے دیکھا یہاں کوئی کام ادھر کا ادھر نہیں ہوتا اس نے کہا میں کسی مدرسہ میں پڑھتا تھا وہاں بکرے آتے تو ایک ٹانگ مہتمم صاحب کے پاس چلی جاتی اور ایک شیخ الحدیث کے پاس اس نے کہا میں نے اس مدرسہ میں کبھی ایک بوٹی بھی کسی کے پاس جاتے نہیں دیکھی یہ اس طالب علم نے خوشی کی بات کہی یہ سب قاری خلیل احمد کی وجہ سے تھا۔

حضور ﷺ کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے اصل دین جو ہے وہ دیانت ہے معاملات کی صفائی ہے۔ حضرت عمر کے قصے میں ایک بات مشہور ہے کہ ایک آدمی کسی کی ضمانت کے لئے آیا حضرت عمر نے پوچھا کیا آپ نے کبھی اس کے ساتھ لین دین کا معاملہ کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، کبھی اس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ کہنے لگا نہیں، حضرت عمر نے پوچھا کبھی اس کے ساتھ پڑوس میں رہے ہو؟ کہا نہیں، فرمایا کبھی مسجد سے نماز پڑھتے نکلتے دیکھا ہے؟ اس نے کہا ہاں وہ میرے ساتھ نکلتا ہے پتہ چلتا ہے آدمی کی صحیح پرکھ جو ہوئی تب ہوئی جب معاملات آپ کریں اس کے پڑوس میں رہیں یا سفر کریں الحمدللہ قاری صاحب کے ساتھ معاملات بھی تھے پڑوس بھی تھا جتنے دن رہتا تو کھانا ان کے گھر سے کھاتا تھا تو پڑوس ہو گیا اور سفر بھی ان کے ساتھ ہوئے ملک سے باہر بھی ہوئے اور ملک میں بھی ہوئے۔

قاری صاحب جیسا نفیس مزاج آدمی میں نے نہیں دیکھا، قاری صاحب جیسا امانت دار آدمی میں نے نہیں دیکھا اور قاری صاحب کا ایک مقولہ بھی بہت مشہور تھا اکثر لوگوں نے سنا ہو گا وہ یہ کہ

1956ء میں جب میں نے پڑھنے کے لئے یہاں داخل ہوا جامعہ اشرفیہ نیا نیا بنا تھا 1955ء میں۔ میرے والد صاحب استاد تھے میرے والد صاحب کے لئے کہتے تھے کہ استاد جی کہنے لگے اتنی بڑی آپ کی برادری ہے، اتنے بندھانی ہیں، کم از کم ایک عالم تو بن جائے، قاری صاحب کہتے تھے کہ ہماری برادری میں کوئی عالم نہیں تھا، قاری خلیل احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے پہلا عالم بنایا۔

الحمدللہ اب ان کی برادری میں بہت عالم ہیں، یعنی لاتعداد عالم ہیں، ان کی مسجدوں میں جتنے امام ہیں، سارے ان کی اپنی برداری کے ہیں، ہنس کر یہ بات میرے والد کی طرف اشارہ کرکے کہتے کہ آپ کی برادری میں کوئی ایک عالم تو بن جائے یعنی حافظِ قرآن تو تھے، لیکن عالم نہیں تھے۔ میں نے ہنس کر کہا قاری صاحب ان کے منہ سے نکلی ہوئی کیا بات ہے، اللہ تعالیٰ نے پہلا کیسا عالم بنادیا۔ قاری صاحب کی اگر آپ تعریف بیان کرنا چاہیں تو ایک داستان بن جائی گی۔

قاری صاحب کا اخلاق ان کا میل جول اور ان کے ہاتھ کی صفائی اور معاملات کی صفائی تھی، میں آپ کو ایک مثال کے ساتھ بتاتا ہوں میں مدرسہ کا حساب چیک کرتا ہوں سکھر میں آنے کے بعد تو میں حساب چیک کر رہا تھا ابھی تین چار مہینے پہلی کی بات ہے تو ایک وائوچر تھا 520 روپیہ کا تو اس وائوچر میں کھانے چائے وغیرہ کے پیسے لکھے ہوئے تھے کوئی مہمان آتا ہے، اس کی ضیافت ہوتی ہے، دو صفحے بعد میں نے دیکھا کہ 520 روپیہ جمع ہیں تو میں نے حق نواز صاحب سے پوچھا یہ 520 روپیہ خرچ کی تفصیل ہے یہ جمع کدھر سے ہوئے اس نے کہا قاری خلیل صاحب کے مہمان آئے تھے ہاشم نے مدرسہ کے پیسوں سے کھانا کھلایا تو میں نے خرچہ کا وائوچر لگایا قاری خلیل احمد صاحب کو بتایا تو اس نے 520 روپیہ جیب سے ادا کردئے حالانکہ جو ملنے آتا تو وہ مدرسہ کا متہم یا عالم ہوتا تھا مدرسہ کے تعلق دار آدمی، قاری صاحب کے اندر جو دیانت تھی اور امانت تھی اسی وجہ سے شہر کے لوگ بھی قاری صاحب کے اوپر بھروسہ کرتے تھے۔

ہمارے مدرسہ کی یہ جو بالائی عمارت ہے یہ پہلے نہیں تھی یہ گذشتہ 10 سال میں بنی ہے اور میں اس کو قاری صاحب کی کرامت کہتا ہوں یہاں بیٹھے بنی ہے ہمیں کہیں جانا نہیں پڑا اس پر کروڑ روپیہ کے قریب خرچ ہوئے اور الحمدللہ یہاں بیٹھے بیٹھے اللہ تعالیٰ نے پیسے عطا فرمائے اور ایک دن بھی ہمارا کام پیسوں کی وجہ سے نہیں رکا ادھر روڈ والا حصہ پہلے مدرسہ بنا ہوا تھا باقی نہیں بنا ہوا تھا یہ دو منزلہ مدرسہ بنا ہے پہلے کمیٹی کے مشورہ میں آیا تھا کہ ملتان جائینگے، لاہور جائینگے، کراچی جائینگے۔ آپ یقین

کریں ایک جگہ بھی نہیں جانا پڑا یہیں بیٹھے بیٹھے کام ہو گیا۔ جب کام کا اختتام ہوئے گا، پیسوں کی کچھ تنگی ہوئی تو میں نے قاری خلیل احمد صاحب کو کہا کام روک دیتے ہیں اس نے کہا اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ میں کراچی گیا اگلے دن میرے پاس فون آیا کہ ایک آدمی آیا تھا 10 لاکھ روپیہ دیکر گیا ہے وہ پیسے ابھی ختم نہیں ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے مزید 10 لاکھ بھجوادئے اس طرح ہمارا کام مکمل ہوا۔

آج کتنے لوگ ہیں مرتے وقت ان کو کلمہ نصیب نہیں ہوتا، قاری صاحب جب فوت ہونے لگے تو پوری سورت یاسین شریف پڑھی، سورت الفاتحہ پڑھی اور تین مرتبہ کلمہ شریف پڑھا اللہ تعالیٰ کے ہاں چلے گئے اور ڈرائیور کو کہا کہ میں جارہا ہوں اب میرا وقت آگیا ہے۔

قاری صاحب کی زندگی سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے اور یہ عند اللہ مقبول ہونے کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاتمہ ایمان پر فرمایا اور کلمہ طیبہ نصیب فرمایا اور ایک نیک کام کی خاطر گھر سے دور سفر میں وفات ہوئی، ضرورت مندوں میں پیسے تقسیم کرکے واپس آرہے تھے۔

میں کراچی میں تھا رات کو ایک بجے پتا چلا کہ قاری صاحب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ میں وہاں سے نکلا اور قاری صاحب کی ایمبولینس سے 15 منٹ بعد میں سکھر پہنچا میں قاری صاحب کی نعش کو دیکھا ایسے لیٹے ہوئے تھے کہ سورہے ہوں سو بھی نہیں رہے بلکہ چہرہ پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔ مثلاً میں لیٹا ہوا ہوں اور جاگ رہا ہوں مجھے پتہ چلے کہ آپ آئے ہیں اور میں شرارتاً ایسے سو جاؤں۔ جب میں نے قاری صاحب کی نعش کو دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا، رات 10 بجہ انتقال ہوا اور صبح سات بجے تک ایسے پر کیف سوئے ہوئے لگ رہے تھے آنکھیں بند اور چہرہ پر مسکرہٹ۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے آمین۔

قاری صاحب سے ہمارا تعلق گھر کا تعلق تھا، قاری صاحب کے وصال کے بعد میں ایک مہینہ بستر کے حوالے تھا، مجھے اپنی اہلیہ بار بار کہتی تھی کہ قاری صاحب کے غم کی وجہ سے بیمار ہیں۔ انسان کو سب سے زیادہ بیوی جانتی ہے کیونکہ دوائی دینا وغیرہ سب وہی کرتی ہے۔

ہمارے گھر کی ہر شادی میں قاری صاحب کراچی میں شرکت کرتے تھے میرا ایک پوتہ ہے جو 12،13 سال کا ہے جو کراچی میں رہتا ہے قاری صاحب کے انتقال کا سن کے وہ بھی رونے لگا اور کہنے لگا کہ آپ مجھے جنازہ میں لیکر کیوں نہیں گئے؟ حالانکہ وہ سکھر میں نہیں رہتا، لیکن قاری صاحب کی قربت ایسی تھی، قاری صاحب کراچی آتے تو ان سے ملتا تھا ان کا بچے پر بھی اثر ہوا۔

قاری صاحب کی یہ بھی خوبی تھی کہ اپنے شاگردوں کی پشت پناہی کرتے تھے پولیس میں ، سی آئی ڈی میں، جہاں تک ان کی بات چلتی تھی جو بھی مدرسہ میں پڑھا ہے خواہ کسی بھی تنظیم میں ہو، قاری صاحب مشکل وقت میں ان کی ڈھال ہوتے تھے۔

قاری صاحب کا جنازہ میں نے پڑھایا اللہ تعالیٰ ان کی مرقد پر رحمتین برسائے، اعلیٰ درجات نصیب فرمائے ان کی دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشے آمین۔

(بشکریہ ماہناہ شریعت سکھر)

میرا ہمنوا میرا پیارا بھائی

مفتی عبدالوہاب چاچڑ صاحب

مترجم مفتی خالد محمد وجونو

جب میں 1970ء میں مظہر العلوم حمادیہ منزل گاہ سکھر میں ایک استاد کی حیثیت سے آیا، اسی وقت سے الحاج میر صبح صادق خان کھوسو مدرسے کے متہم ہوا کرتے تھے اور میر صاحب قاری صاحب کے والد مرحوم قاری رحیم بخش کا بہت تذکرہ کرتے تھے اور کہا کرتے کہ میرے پیارے ساتھیوں میں شامل ہیں اور جب قاری خلیل احمد مرحوم جامعہ اشرفیہ کے مدرس و منتظم مقرر ہوئے تو ان سے تعلق اور بڑھتا گیا۔ حضرت مولانا عبدالحکیم مرحوم مدرسے کے رئیس دارالافتاء ہوا کرتے تھے۔

اور مفتی صاحب کی وجہ سے بھی قاری خلیل احمد صاحب سے ان کی ملاقات ہوا کرتی تھی۔

اور حضرت مفتی جن کا صاحبزادہ مجیب الرحمٰن صاحب خان مرحوم منزل گاہ میں پڑھتے تھے اور ان کے اکثر اسباق میرے پاس ہوا کرتے تھے، مطلب کہ مفتی عبدالحکیم کے ساتھ ساتھ مرحوم خلیل احمد سے بھی پرانہ تعلق رہا۔ قاری صاحب جامعہ مسجد کے محکمہ اوقاف کی طرف سے امام وخطیب مقرر ہوئے تو قاری صاحب کا مسجد والا ہجرہ میٹنگز اور احباب کی ملاقاتوں کا مرکز بن گیا۔ صبح کے وقت ملنا ہوتا تو جامعہ اشرفیہ چلے جاتے۔ اور شام کو جامعہ مسجد میں ملنے جاتے تھے۔

سرکاری میٹنگز میں عموما ساتھ ہوا کرتے تھے، زندگی کی آخری سرکاری میٹنگز میں بھی ساتھ ہی تھے۔ اس میٹنگ میں میں نے بھی تفصیل سے بات چیت کی کہ لاؤڈا سپیکر کی بندش پرانی بات ہے، مگر اس میں انتظامیہ لچک دکھاتی رہتی ہے، اب بھی آپ ویسا ہی کریں۔ وفاق المدارس کے علماء اور سیکریٹری کے درمیان میں ایک معاہدہ ہوا تھا۔ اس وقت کے وفاقی وزیر داخلہ کی دستخط بھی ہے۔

اس کو سامنے رکھ کر نئیں فیصلے کیے جائیں۔ اس کو آپ آئی جی اور سیکریٹری داخلا سندھ کی طرف بھیجیں۔ اسی اجلاس میں قاری صاحب نے بھی کھل کر اس موضوع پر بات چیت کی اور فرمایا، "آپ انتظامیہ لاؤڈ سپیکر کے استعمال میں کچھ لچک دکھائیں۔

مذہبی معاملوں کی میٹنگز میں تمام کے تمام فرقے قاری صاحب کی طرف نگاہ ڈالتے تھے کہ قاری صاحب کیا فرماتے ہیں۔

خود بتایا کہ ایک میٹنگ میں سپاہ صحابہ کے مولانا کے رویہ کے خلاف ڈی سی ایس ایس پی صاحب نے رائے لی تو سبھی علماء نے ان سے برائیت کی۔ آخر میں قاری صاحب رحمۃاللہ علیہ سے رائے لی گئی تو قاری صاحب مولانا عبدالرزاق حیدری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ مولوی صاحب میرے بیٹوں کی طرح ہے اور ان کی حمایت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا ۔

ایک دفعہ کچھ علماء کو گرفتار کیا گیا اور اس بارے میں ایک میٹنگ ہوئی تو ایک اور عالم نے فرمایا جس کا تعلق جمیعت علمائے اسلام سے ہے وہ ان کو چھڑوانے کی کوشش کریں گے، لیکن مولانا عبدالرزاق حیدری خود انہیں چھڑوانے کی کوشش نہیں کریں گے۔

اور قاری صاحب نے فرمایا شیعہ سنی معاملے میں گرفتار ہونے والے تمام افراد کو چھروانے کی کرنے کی کوشش کریں گے۔ مولانا عبدالمالک بھیری کی طرف سے علماء کرام اور دوستوں کو دعوت میں مدعو کیا گیا۔ ان دنوں سکھر شہر کی ایک مسجد پر بریلویوں نے قبضہ کر لیا۔

اس سلسلے میں قاری صاحب نے علمائے کرام سے بات کی۔

سکھر شہر کے ایک عالم نے فرمایا کہ ہم ایم ایم اے کے ساتھ ہیں اور میں اس معاملے میں اور اس تحریک میں شامل نہیں ہونگا. ہم بریلویوں سے ووٹ لیں گے. قاری صاحب نے فرمایا کہ مذہب کو سیاسی مفادات پر قربان نہیں کرینگے. میں نے کہا کہ مجھے جہاں بھی بلائیں گے میں آپ کے ساتھ ہوں ایمان مقدم ہے سیاست پر. ان کو خیال نہیں ہوتا کہ وہ ہماری مساجد پر قبضہ کرتے ہیں تو ہم کیوں رعایت کریں قاری صاحب یہ سن کر بہت خوشی ہوئے. فرشوری صاحب سکھر کے ڈی سی تھے. اوباوڑو میں مسئلا ہوا اس وقت گھوٹکی ضلعہ الگ نہیں ہوا تھا. پولیس کا جماعت کے تصادم ہو گیا. اوباوڑو تھانے کے SHO شدید زخمی ہو گئے، ڈی سی اور ایس ایس پی صاحب موجود تھے اور قاری صاحب بھی اسی جلوس میں تھے. ہم پولیس کی تحویل میں تھے. ہمیں ڈی سی صاحب نے بلوایا. ہم نے کہا مولانا عبداللہ بھٹو ابن قاری محمد عیسی ساتھیوں سمیت جیل سے آزاد کر کے بلوایئے ورنہ انکے بغیر ہم مذاکرات نہیں کرینگے.

رات کے چار بجے مختیار کار نے انہیں کہا آپ آزاد ہیں آپ میٹنگ میں چلیں مولانا عبداللہ نے کہا کہ یہ کونسا ٹائم ہے آزادی کا؟

ہم نہیں نکلیں گے مولانا عبدالوہاب چاچڑ اور مولوی جمال اللہ حسینی کو لیکر آئیں اگر وہ کہیں تو

پھر نکلیں گے. ہم وہاں گئے اور علماء جیل سے نکلے اور میٹنگ ہوئی. مولانا عبد اللہ نے کہا کہ مسجد منار گرائیں گے تو پھر ہم تحرک ختم کرینگے. ایس ایس پی نے قادیانیوں سے گفتگو کی اور کہا کہ منار گرائیں ورنہ ہمارے پاس اپنے تحفظ کیلئے نہ آؤ. قادیانیوں نے اپنے ہاتھوں سے منار گرائے پھر قاری صاحب کو ڈی سی صاحب نے کہا کہ SHO شدید زخمی ہیں اور ہمیں کیس داخل کرنا ہی مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا کیس ہوم سیکریٹری کے ذریعے ختم کرونگا.

ایک دو حاضریاں ہوئیں پھر سیشن جج سکھر کے مشورے سے ڈی سی صاحب نے وہ کیس ہوم سیکریٹری سے واپس کروایا.

ان دنوں میں ہوم سیکریٹری مظہر رفیع تھا پھر، فوراً ہی ہوم سیکریٹری کے پاس روھڑی پریس سیکریٹری کی منظوری کیلئے حاضر ہوا، مجھے کہا کہ میں ڈی سی سکھر رہ چکا ہوں میں پوری طرح واقف ہوں آپ ظہر نماز کے بعد ملیں. مجھے میرے دوست آخوند عبد اللہ ڈپٹی ہوم سیکریٹری نے کہا کہ رمضان شریف کا مہینہ ہے اور صاحب ظہر نماز کی ادائیگی کے بعد باھر سے ہی گھر چلے جاتے ہیں. میں نے کہا کہ مجھے تو ملنے کیلئے حاضر ہونا ہے. پہنچا کہ خادم نے کہا کہ صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں. مجھے کہا کہ میں نے تو آپ کی روھڑی پریس ڈیکلریشن منظور کر دی ہے.

آپ آخوند عبد اللہ سے لے لیں، میں صرف اس لئے آپ کو زحمت دی ہے ڈی سی فرشوری کی شکایت ہے کہ آپ کی اس سے نہیں بن رہی. میں نے کہا کہ او باوڑو والے معاملے میں دین کا جذباتی مسئلہ تھا.

اس میں ہم نے بھرپور حصہ لیا اور ورنہ فرشوری صاحب دلیر آدمی ہے تو ہم نے اس کا ساتھ دیا ہے. تقریباً پونا گھنٹہ مجھ سے بات چیت کر کے گھر چلا گیا.

اور میں پریس کی ذمہ داری لیکر اطلاعات میں پہنچا.

قاری صاحب کی رحلت نے سکھر کے ہر عالم دین دار اور ہر فرقے کے مولیوں کو غمگیں کر دیا. کچھ نالائق اور احمق قسم کے گمراہ لوگوں نے مٹھائیاں بھی تقسیم کیں.

لیکن ہر فرقے سنجیدہ افراد کو رنج و غم ہوا، حکومت کی طرف سے لاؤڈ-اسپیکر کے بندش والے مسئلے میں قاری صاحب نے کہا کہ قاری صاحب اب کیا کرنا چاہیے.

قاری اور مولانا اسعد تھانوی کو ہمیشہ فخر اور خوشی محسوس ہوئی کہ میرے تین بیٹے پروفیسر ڈاکٹر عبد القادر عرف جمال ناصر پرنسپال ڈگری کالج گھوٹکی اور مولوی مفتی عبد الواحد اور مفتی شاہ محمد تینوں

جامعہ اشرفیہ سکھر کے فاضل ہیں اور پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر تو میرے استاد حضرت مولانا عبدالقادر میمن کے پاس پڑھ کر فاضل ہوئے.

میں نے اپنے بیٹوں کو بول دیا تھا کہ جامعہ اشرفیہ کے تمام اساتذہ اور منتظمین میری وجہ سے آپ کا خیال کریں گے مگر آپ کوشش کیجئے گا کہ آپ کی عزت اساتذہ کے پاس آپ کی نسبت سے ہو نہ کہ ہماری وجہ سے، اس وجہ سے کہ تمام اساتذہ پروفیسر عبدالقادر کی بہت زیادہ تعریف کرتے تھے کہ آپ کا بیٹا اتنا معتبر ہے کہ آٹھ دنوں میں صرف ایک دفعہ گھر جاتا ہے.

جو معمول کی چھٹی ہوتی ہے وہ چھٹی بھی بعد میں لیکر جاتے ہیں اور وہ بہت زیادہ محنتی و حلیم ہیں.

اسی طرح دوسرے بیٹوں کی بھی بہت زیادہ تعریف کیا کرتے ہے.

دستار بندی کے موقعوں پر میرے ان بیٹوں کا تعارف پیش کرتے تھے.

قاری صاحب کا گھر میں مفتی عبدالوہاب چاچڑ کا کوئی بھی پیغام آئے، تو مجھے جگا کر بھی مطلع کریں. جب مسجد کے ہجرے میں ہوتے تھے تو کتنے ہی مخیر حضرات بیٹھے ہوئے ہوں مجھے اپنے بالکل قریب بٹھاتے تھے. آخری ملاقات ڈی سی اور ایس ایس پی صاحب کی میٹنگ میں ہوئی تھی. وہاں ڈی سی صاحب سے فرمایا کہ ہم پرانے صرف دو ہی ساتھی بچے ہیں.

اور اچانک ہی یہ کربناک حادثہ پیش آگیا، قاری صاحب کے جنازے میں شرکت کی اور انکے فرزندوں اور مولانا اسعد تھانوی سے تعزیت کی اور دعاء مغفرت کی، اور مولانا اسعد تھانوی نے روتے ہوئے کہا کہ میری توریڈھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے چنانچہ قاری صاحب کے بڑے اور جانشین بیٹے قاری خلیل الرحمٰن نے برطانیہ کو الوداع کی اور جامع مسجد کی خطابت اور جامعہ اشرفیہ کی تدریس آکر سنبھالی. اللہ تعالیٰ انہیں قاری صاحب کا حقیقی وارث اور جانشین ہونے کے اعزاز کے ساتھ ساتھ توفیق بھی عطا فرمائے.

قاری صاحب استاذ الحدیث تو کئی سال رہے مگر دورہ حدیث کے ابتداء میں ایک طالب علم عبدالخالق تھا اور قاری صاحب شیخ الحدیث تھے. جب آخری سال دورہ حدیث میں 45 طلباء تھے تو اس سال بھی خود ہی شیخ الحدیث تھے.

جامعہ کے شیخ الحدیث قاضی عبدالحق (فاضل دارالعلوم دیوبند) کی طبیعت کی ناسازی اور معذرت کی بنا پر صحیح البخاری کی جلد اول خود ہی پڑھانے کا اھتمام فرمایا.

اسی طرح خود جامعہ اشرفیہ کے "شیخ الحدیث" کے منصب پر رہتے ہوئے داعیہ اجل کو لبیک کہا.

میرے شفیق والد رحمۃ اللہ علیہ

قاری جمیل احمد
خطیب جامع مسجد سکھر

آج سے 15 سال قبل جب میں سکھر ہوتا تھا تو والد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا موقع ملتا تھا اور میں جب لندن چلا گیا تو وہاں کافی عرصہ تقریباً 15 سال وہاں پر رہا، لیکن میرے وہاں جانے کے بعد فون پر نہایت لمبی اور تفصیلی بات چیت فرماتے رہتے تھے، آپ کی شفقت سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم سات سمندر پار نہیں بلکہ اپنے والد کے قریب ہی ہیں۔

میرے لئے جو وہاں مسائل ہوتے تھے، بعض بڑے مسائل بھی درپیش ہوئے، لیکن والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فون پر رابطے سے اس سلسلہ میں گذارش کرتا آپ دعا فرمالیتے حوصلہ دیتے آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ فضل فرماتے اور وہ مسائل حل ہو جاتے۔

فون پر سارے گھر والے ابو جی سے بات کرتے تھے چھوٹی بچی تین چار سال کی ہو گی وہ بھی والد رحمۃ اللہ علیہ سے فون پر بات کرتی تھی تو والد رحمۃ اللہ علیہ بات کرتے کرتے پوچھ لیتے تھے کہ تیرے ابو کا نام کیا اور تیرے ابو کے ابو کا نام کیا ہے؟ چھوٹی سے بڑی بچی سے پوچھ لیتے تو وہ بتاتی کہ قاری جمیل احمد، اسکے ابو کا نام قاری خلیل احمد اور اس کے ابو کا نام تھوڑا رک جاتی تو قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے قاری رحیم بخش اور آگے بھی پڑدادا کا نام بتاتے تھے، اس طرح اپنے بچوں کو نسب کے نام بتاتے اور یاد کراتے تھے۔

والد رحمۃ اللہ علیہ سے بات اکثر ہفتہ یا اتوار کو ہوتی تھی کیونکہ وہاں چھٹی ہوتی ہے جمعہ کو والد رحمۃ اللہ علیہ مصروف ہوتے تھے تو 15 سال میں کبھی بھی جمعہ کو فون پر بات نہیں ہوئی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو آخری جمعہ تھا اس میں فون کیا کہ جمیل کہاں ہیں؟ گھر والوں نے کہا کہ وہ سو رہے ہیں۔ اصل میں وہاں رات چھوٹی ہوتی ہے تو فجر میں اکثر سونا ہوتا ہے اور ٹائم کا بھی 5 گھنٹے اور کبھی 4 گھنٹے فرق ہوتا ہے تو یہاں شام کے 3 بج رہے ہوتے ہیں تو وہاں پر 11 بج رہے ہوتے ہیں۔ والد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کہا کہ جمیل کو اٹھاؤ! میں بات کروں گا۔ گھر والے ابھی میرے پاس پہنچے ہی تھے کہ والد

رحمۃ اللہ علیہ کا فون آگیا۔

فون پر جہاں اور باتیں ہوئی وہاں پر فرمایا کہ دیکھو ر بھائیوں میں تم سب سے بڑے ہو، چھوٹوں پر شفقت کرنا اور میں نے چھوٹوں سے کہا ہے کہ وہ آپ کا ادب واحترام کریں میں نے ان کو سمجھایا ہے۔ حالانکہ چھوٹے بھائی اس وقت ابو کے ساتھ نہیں تھے۔

میں حیران تھا کہ جمعہ کے دن کبھی فون بھی نہیں کیا اور ایسی باتیں فرماتے ہیں، یوں محسوس ہورہا تھا کہ سفر کی تیاری ہے۔

اتوار کو میں نے فون کیا بتایا کہ میں غریبوں میں سامان تقسیم کرنے تھر جارہا ہوں میں نے عرض کیا کہ آپ خود نہ جائیں حالات صحیح نہیں ہیں، کسی شاگرد کو بھیج دیں۔ فرمایا کہ نہیں میں خود جاؤں گا اور مفتی شفیع محمد کو بھی ساتھ لے جانے کا ارادہ ہے وہ گھر جانا چاہتے ہیں کیونکہ مدرسہ کی چھٹیاں ہورہی ہیں دیکھتے ہیں کون کامیاب ہوتا ہے اور شعبان ڈرائیور سے بھی بات کرلی ہے پھر میں اپنی امی سے خوش مزاجی میں بات کررہا تھا تو ابو فرمانے لگے کیا تم ماں بیٹے نے مذاق بنایا ہوا ہے اور امی سے فون لے لیا مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ زندگی کی آخری بات ابو سے ہورہی ہے۔

میں نے پیر کو اباجی کا فون ملایا کہ آپ کے دوست عرفان شفیع کا آپریشن ہونا ہے، دعا کیجئے اباجی کا فون نہیں ملا تو میں نے جامعہ اشرفیہ سکھر فون ملایا کہ اباجی سے فون پر بات کرلوں اور دعا کیلئے عرض کروں، ڈاکٹر حق نواز صاحب نے فون اٹھایا اور بتایا کہ قاری صاحب تو سفر پر جاچکے ہیں۔

والد صاحب کو اولاد کی تعلیم کا بڑا فکر ہوتا تھا، چاہتے تھے کہ ساری اولاد تعلیم سے آراستہ ہوجائے ہمیں حفظ بھی کروایا اور پھر آگے کی تعلیم کے لئے فکر مند ہوئے حفظ القرآن کے بعد آپ نے خود فارسی کی ابتدائی کتابیں کریما، تسیر المبتدی وغیرہ جامع مسجد کے بیچ والے گیٹ کے سامنے بیٹھ کر شروع کرائیں، اس وقت مجھے کچھ تصوف کا رنگ زیادہ چڑھ گیا تھا تصوف کی مجالس میں آنا جانا وغیرہ زیادہ کرلیا اور تعلیم سے توجہ کم کردی میں اس وقت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا تھا، ابوجی نے سختی سے فرمایا: جمیل! مولانا ناز کریار حمۃ اللہ علیہ ہمارے پیر و مرشد تھے، وہ فرماتے تھے کہ آپ کا پڑھنا پڑھانا ہی ذکر اذکار ہے، آؤ پڑھو۔

مجھے اس وقت صرف نحو میں شہرت رکھنے والے عالم دین حضرت مولانا ابوالفتح محمد یوسف کے ہاں بھیجا جو کہ رحیم یار خان کے قریب گاؤں چک 88 تھا وہاں مدرسہ میں ناشتہ نہیں ہوتا تھا اور باقی دو

ٹائم بھی صرف دال پکتی تھی چالیس دنوں کے بعد گوشت نصیب ہوتا تھا۔استاد مولانا محمد یوسف کی مجھ پر شفقت ہوتی تھی نماز پڑھانے کے لئے اور کبھی تو جمعہ کی نماز پڑھانے کیلئے مجھے حکم فرماتے تھے۔

ایک روز والد رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں تشریف لائے اس وقت مولانا قاری اسلام الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے، جب قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو اس وقت استاد کی بھینسوں کیلئے میں سر پر بوسے کی بہت بڑی گٹھڑی لا رہا تھا۔ قاری اسلام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ابا جان کو کہا کہ قاری صاحب! اب آپ بھینسوں کا انتظام کرو کیونکہ قاری جمیل کی خوب پریکٹس ہو گئی ہے۔

والدہ کو پتا چلا تو کہا ہم نے پڑھنے کیلئے بھیجا ہے یا بھینسوں کا کام کرنے کیلئے؟ والد رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ کوئی بات نہیں استادوں کی خدمت سے علم بھی حاصل ہوگا اور علم کی برکت بھی ہوگی۔

پھر چھٹیوں میں فرمایا کہ تم مولانا عبدالغنی جاجروی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رحیم یار خان میں دورہ تفسیر پڑھ لو وہاں پر ختم سنانے کا بھی انتظام ہو گیا ہے۔ایک دن والد رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ مقامات سے سنا تو فرمانے لگے کہ آپ کے استاد نے ہمارے استادوں کی باتوں کو یاد کیا ہوا ہے جہاں وہ بولتے تھے یہ بھی وہاں بولتے ہیں۔

دورہ حدیث کیلئے جامعہ اشرفیہ لاہور بھیجا جہاں شیخ الحدیث مولانا استاد شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض لینے اور خدمت کرنے کا موقع ملا میں استاد کے پاؤں دباتا تھا اور سر میں تیل ڈالتا تھا۔

میرے یہ استاد بڑے ولی تھے، ان کی وفات کے بعد ان کی قبر سے ایسی خوشبو نکلی کہ سارا قبرستان خوشبو سے مہک گیا۔

ابا جی جیسے خود بڑے اساتذہ کے ہاں پڑھے تھے مجھے بھی بڑے اساتذہ کے پاس پڑھنے کیلئے بھیجا۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی شفقت کرتے تھے لیکن تربیت بھی کرتے تھے کسی معاملہ میں سختی بھی کرتے تھے ہمیں اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ شیر کی طرح معلوم ہوتے تھے۔

جیسے کسی نے کہا کہ والدہ کے پاؤں کے نیچے جنت ہے تو پوچھنے والے نے خوش طبعی میں کہا تو باپ کے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ باپ کے پاؤں کے نیچے جوتا ہوتا ہے۔

ظاہر میں والد رحمۃ اللہ علیہ سخت ہوتے تھے لیکن حقیقت میں دل میں نرم ہوتے تھے۔ کبھی کبھار ایسا لگتا تھا کہ وہ ہمارے دوست ہیں۔

گھر کی زندگی بھی درحقیقت ایسی گذری جیسے کسی ولی کی زندگی ہوتی ہے جب تک میں انگلینڈ

نہیں گیا تھا اس وقت تک میری عادت تھی کہ رات کو والد رحمۃاللہ علیہ کے پاؤں دباتا تھا میں وہیں بیٹھا ہوتا تھا کہ والد صاحب رحمۃاللہ علیہ سونے کی تیاری کرتے اور سنت کے مطابق معمولات کرتے دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے دعائیں پڑھتے تھے کبھی رمضان میں دیر سے گھر تشریف لاتے تو اگر آدھا گھنٹہ ہی مل جاتا تو لیٹ کر پھر تہجد کیلئے اٹھتے تھے۔

میں جب درجہ رابعہ پڑھ کر کراچی سے سکھر آیا تو وہ جمعرات کا دن تھا والد رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا کہ چلو پنڈی چلنا ہے ہم پنڈی چلے گئے وہاں جمعہ کو میرا نکاح ہوا مولانا غلام اللہ خان صاحب کی پوتی، مولانا قاضی احسان احمد صاحب کی بڑی صاحبزادی سے اور میرا نکاح شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا جو کہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃاللہ علیہ کے شاگرد تھے، مولانا احسان اللہ رحمۃاللہ علیہ میرے والد رحمۃاللہ علیہ کے ساتھی تھے گہرا تعلق تھا والد صاحب رحمۃاللہ علیہ نے ان سے دوسرے نمبر والی بیٹی میرے لئے مانگی تھی، قاضی احسان احمد رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا کہ قاری صاحب! آپ کا بھی بڑا بیٹا میری بھی بڑی بیٹی ہے، وہ آپ مجھ سے لے لو اور آپ سمجھتے ہو یہ مر جائے گی (دل کی بیماری ہے اس وجہ سے) اگر وہ مر گئی تو میں آپ کو دوسری بچی دے دونگا۔ اتفاق سے کافی عرصہ بعد میری اہلیہ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئی اس وقت قاضی احسان اللہ رحمۃاللہ علیہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے لیکن ان کی اہلیہ کو یہ بات یاد تھی تو اس نے مجھے دوسرے نمبر والی بیٹی نکاح میں دی۔

میں نے والد رحمۃاللہ علیہ کے اس انٹریو میں جو کہ مولانا مفتی عبدالوہاب دامت برکاتہ کے فرزندوں نے لیا تھا ان میں ایک بات پڑھی حضرت سائیں حماد اللہ رحمۃاللہ علیہ نے جو ان کو وظیفہ دیا تھا "یا قوی" تو آخری وقت میں جہاں سورت یاسین پڑھی، سورت فاتحہ کی تلاوت کی وہاں پر یہ وظیفہ بھی پڑھتے رہے۔

جیسے ان کی زندگی عظیم تھی ویسے ان کی وفات بھی عظیم ہوئی، ذکر کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

اپنے شاگردوں سے بڑی محبت کرتے تھے بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاگرد اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔

اس طرح ساتھیوں سے بھی محبت کرتے اور ان کو یاد کرتے تھے، بڑے بڑے علماء آپ کے ساتھی تھے، ان میں ایک آپ کا ساتھی تھا مفتی عبدالحنان صاحب وہ آپ کے دورہ کے ساتھی تھے،

ایک دفعہ آپ انگلینڈ تشریف لائے اور مجھے حکم کیا کہ یہاں میرا ایک دورہ کا ساتھی رہتا ہے، اس کی معلومات کرو! اس ساتھی سے ملاقات کو 40 سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا میں نے معلومات کی تو پتہ چلا کہ وہ لنڈن سے تیس میل کے فاصلے پر لیوٹن میں ہوتے ہیں۔ اور مولانا بھی میرے والد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح علاقہ میں معروف مشہور ہیں اور میرا گھر ان سے تقریباً اتنا دور تھا جتنا سکھر سے حیدر آباد۔ بہر حال ہم وہاں گئے اور مولانا عبد الحنان کا انتظار کر رہے تھے تو ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ یہ ہمارے ساتھ تکرار کرتا تھا، اس کی یہ یہ عادت ہوتی تھی ملنا ایسا ہوتا تھا ، انداز گفتگو وغیرہ ایسا ہوتا تھا، آپ یقین کریں کہ جب وہ آئے تو واقعی ان کے ملنے کا انداز وغیرہ ویسے ہی تھا، جیسے والد رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا جبکہ والد رحمۃ اللہ علیہ ان سے 40 سال کے عرصہ بعد مل رہے تھے۔ اپنی ساتھی تو کیا ان کا انداز و عادات بھی یاد تھے۔

بہادری اور دلیری تو ابا جان میں بڑی تھی سن 74 کی تحریک میں سخت بیانات کیا کرتے تھے اس وقت ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف بات کرنا موت کے برابر تھی، لیکن ان کو اپنی تقریروں میں خوب کلمہ حق سناتے تھے۔ وہاں اٹک میں تو کوئی بند ھانی برادری وغیرہ بھی نہیں تھی ظاہر میں آپ اکیلے تھے، صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ پولیس ہمارے گھر آئی گھر پر میں اور امی تھے والد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ ایسا مسئلہ ہو تو دروازہ نہیں کھولنا، پولیس ساری رات دروازہ پر تھی دروازہ کھٹکھٹاتی رہی اور ہم ذکر کرتے رہے میں اس وقت 4۔5 سال کا تھا۔

قادیانیوں کے خلاف بھی بڑی سخت تقریریں کیں، یہاں جامع مسجد میں ایک دفعہ جنرل ضیاالحق آئے تو والد رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے مجمع میں ان کو کہا کہ یہاں سندہ میں مشہور ہے کہ آپ قادیانی ہو آپ اپنی پوزیشن واضح کریں؟ تو ضیاالحق نے وہاں کھڑے ہو کر اپنے بارے میں وضاحت پیش کی۔ بعد میں ڈی سی صاحب نے والد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ نے یہ جرات کیسے کرلی؟ ملک کے صدر کو صفائی کیلئے مجمع میں کھڑا کر دیا۔ والد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے اساتذہ سے یہ ہی سیکھا ہے۔

جب عقیل نے فون کیا کہ ابا جی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے ہیں، میں نماز پڑھا کر قریب کمرہ میں بیٹھ گیا تو وہاں برطانیہ میں برگنم سے، لنڈن اور اسکاٹ لینڈ وغیرہ سے اتنے فون آرہے تھے کہ دو گھنٹہ پوری مجھے فون سننے میں لگ گئے اور دونوں فون مصروف ہو گئے بلکہ جو لوگ ملنے آرہے تھے ان کی

بھی کافی رش تھی حالانکہ وہ اپنا دیس بھی نہیں تھا اور والد رحمۃ اللہ علیہ بھی سال میں چند ہفتوں کیلئے وہاں تشریف لاتے تھے۔ مطلب کہ والد رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے ملک سے باہر بھی مقبولیت تھی امریکہ اور انڈیا سے فون آئے۔

چند دنوں بعد مجھے مفتی اسلم صاحب جو کہ جمعیت علماء اسلام برطانیہ کے امیر ہیں انہوں نے فون کیا کہ مسجد نبوی کے امام نے آپ کے والد رحمۃ اللہ علیہ کا نام "شیخ خلیل رحمۃ اللہ علیہ" لیکر دعا کروائی ہے، اس طرح مسجد حرام میں بھی دعا کروائی گئی۔ مولانا عبدالواحد چاچڑ صاحب نے وفات والی صبح کو والد رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کا طواف بھی کیا یہ بڑی سعادتیں ہیں کسی کسی کو نصیب ہوتی ہیں۔

جب 63 سال کی عمر ہوئی اور آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے تو وہاں پر یہ دعا کی اے اللہ تعالیٰ! میری عمر نبوی عمر جتنی ہو گئی ہے ٹائم پورا ہو گیا ہے تو یہاں ہی مجھے اپنے پاس بلا لے۔

آپ روضہ اقدس کے سامنے بیٹھ کر محبت میں روتے تھے۔

والد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عمر کافی ہو گئی ہے میری عمر کے ساتھی چلے گئے ہیں چند دن پہلے میرا اہالانی جانا ہوا، وہاں ایک مسجد کی تختی پر افتتاح کرنے والوں میں ڈاکٹر خالد محمود سومرو رحمۃ اللہ علیہ کا نام تھا، والد رحمۃ اللہ علیہ کا اور نثار احمد شاہ صاحب کا نام بھی ہے۔ والد رحمۃ اللہ علیہ وفات سے ایک ہفتہ پہلے وہاں تشریف لے گئے تھے، تختی کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے اب ہم ہیں نثار احمد صاحب اور میں، پتا نہیں کون پہلے جائے گا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ آخرت کو یاد کر رہے ہیں تیاری کر رہے ہیں۔

ہم نے والد رحمۃ اللہ علیہ کا سامان کھولا جو آخری سفر میں ساتھ لے گئے تھے اس میں جہاں اور چیزیں تھیں وہاں صحیح البخاری کا ایک نسخہ بھی تھا۔ اس سفر میں صحیح البخاری بھی آپ کے ساتھ تھی۔

آپ سب والد رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کی بلندی کیلئے دعائیں کریں! اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے!

(بشکریہ ماہنامہ شریعت سکھر)

حضرت الاستاذ قاری خلیل احمد بندھانیؒ

ابو محمد چوہان سلیم اللہ سندھی

ڈائریکٹر مولانا عبید اللہ سندھی اکیڈمی راجو گوٹھ

احقر راقم الحروف نے حضرت الاستاذ قاری خلیل احمد بندھانیؒ کی زندگی پر ایک مضمون لکھا تھا، جو کہ ماہنامہ الفاورق سندھی کراچی میں رمضان المبارک 1436ھ مطابق جون 2015ء کو شائع ہوا تھا، اسی مضمون کو کچھ ترمیم واضافے کے ساتھ اردو ترجمہ ہدیہ قارئین پیش خدمت ہے (سلیم)

یہ دنیا ہے، کوئی آئے گا، کوئی جائے گا۔ اس دنیا کے جہان میں جو بھی آیا ہے، وہ ضرور ایک نہ ایک یہاں جائے گا، یہ دنای کا دستور قیامت تک جاری رہے گا۔ البتہ کچھ اموات ایسے ہوتے ہیں، جن کے چلے جانے سے یہ دنیا کا جہان بلکل ویران ہو جاتا ہے، ایسے ہی اموات میں سے میرے محسن، میرے مربی اور میرے استاذ حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ کی موت ہے، حضرت کے چلے جانے سے جو خلا سکھر شہر میں پیدا ہوا ہے، وہ خلا ہی رہ گیا ہے، اس خلا کو حضرت اقدس حضرت مولانا مفتی عبد الباری دامت برکاتہم العالیہ نے بھرنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی عمر دارز فرمائے آمین۔

جیسا کہ حضرت قاری صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے، البتہ ان کا فیض جاری و ساری ہے، تا قیامت جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ حضرت قاری صاحب اپنے کردار، افکار صالحہ، دینی، تعلیمی، تدریسی، تبلیغی اور سماجی خدمات کی وجہ سے اب بھی وہ ہماری دلوں میں زندہ ہیں۔ آپ سکھر شہر کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب، جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اعلیٰ اور شیخ الحدیث بھی تھے۔ آپ اپنی ذات میں انجمن تھے، ایک ادارہ تھے، ایک تحریک کام تھے، اپنے کردار میں صاف و شفاف تھے، حق گو بے باک اور نڈر خطیب تھے۔ آپ بلا مبالغہ سکھر شہر کی مرکزی حیثیت کے مالک تھے، آپ صحیح معنوں میں اپنے شیخ و مربی اور استاذ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کے فکر کے ترجمان وامین تھے۔

حضرت الاستاذ قاری خلیل احمد بندھانیؒ صاحب اپنی تعلیم کا آغاز اپنے والد ماجد حضرت قاری رحیم بخش بندھانیؒ کے ہاں کیا تھا۔ مزید حصول تعلیم کے لئے جامعہ اشرفیہ سکھر میں داخلا لیا۔ جہاں حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ کے ہاں پڑھے، جہاں حضرت قاری صاحب نے ہدایۃالنحو تک پڑھے، اس کے بعد شیخ القرآن حضرت غلام اللہ خانؒ کی خدمت میں ان کے قائم کردہ دینی ادارے دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں داخلا لیا۔ جہاں شرح جامی تک پڑھے۔ قرائت قاری محمد افضل تلہ گنگ کے ہاں پڑھی۔ 1966ء میں حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی کے ہاں فاضل عربی کی۔ 1967ء میں مدرسہ عربیہ فقیروالی ضلع بھاولنگر میں داخلالیا، جہاں وقت کے محدث، یگانہ روزگار شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر تلمیذ رشید مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ہاں پڑھے۔ اس کے بعد آپ نے محدث الکبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے قائم کردہ دینی ادارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں 1968ء دورہ حدیث پڑھ کر تکمیل کی سند حاصل کی۔ حضرت قاری صاحب کے مشہور استاذہ میں نے محدث الکبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ولی حسن ٹونکیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ، حضرت مولانا فضل احمد سواتیؒ، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہؒ، حضرت مولانا بدیع الزمان شامل ہیں۔

حضرت قاری صاحب بحیثیت استاد:

آپ ایک طرف سکھر کی مرکزی جامع مسجد کے امام و خطیب تھے، دوسری طرف آپ سکھر شہر کے ایک بڑے ادارے جامعہ اشرفیہ کے ناظم اعلیٰ اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، اس کے ساتھ ساتھ تبلیغی خدمات بھی ادا کرتے رہے۔

حضرت قاری صاحب فراغت کے بعد تین سال مسلسل اپنے مادر علمی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں اپنے استاد کی نگرانی و سرپرستی میں تعلیمی وتدریسی خدمات دیتے رہے، حضرت قاری صاحب اپنے والد ماجد قاری رحیم بخش کی وفات کے بعد راولپنڈی کو الوداع کر کے سکھر کو ہی اپنے تعلیمی، تدریسی، تبلیغی اور سماجی خدمات کا مرکز بنایا۔ حضرت قاری صاحب کہنہ مشق اور شفیق استاذ تھے، اپنے شاگردوں سے بے پناہ محبت وپیار کیا کرتے تھے، اپنے تمام شاگردوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے، مشکل وقت میں اپنے شاگردوں کی مالی امداد بھی فرماتے تھے، شاگردوں کی ہر وقت رہنمائی فرماتے تھے۔ احقر راقم الحروف جب نوری آباد پڑھاتا تھا، حضرت قاری صاحب احقر کو

خدمت کا موقع عنایت فرماتے تھے، جب میں نوری آباد کو چھوڑ کر اپنے گاؤں میں حضرت والد ماجد کے قائم کردہ دینی ادارے مدرسہ عربیہ دارالتعلیم حمادیہ میں بھی حضرت قاری صاحب کا بھرپور تعاون رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے حضرت قاری صاحب کون کیا کہ حضرت! آج بندہ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر آپ کے بیان سے مستفید ہونا چاہ رہا ہوں، حضرت نے کمال محبت وشفقت میں جواب دیا کہ بیٹا آج میں آپ کا بیان سننا چاھتاہوں۔ اتنے شفیق تھے حضرت قاری صاحب۔ میرے والد ماجد محب علماء، پروانہ جمیعۃ صوفی خدابخش چوہان جب بھی حضرت قاری صاحب کی خدمت تشریف فرماہوتے تو حضرت والد ماجد اپنا یوں تعارف کراتے کہ :"حضرت میں مولوی سلیم اللہ چوہاں کا والد ہوں" تو حضرت قاری صاحب والد ماجد صاحب سے بے پناہ محبت وشفقت کے انداز سے بات کرتے، اور فرماتے مولوی سلیم اللہ چوہان جس طرح آپ کا بیٹا ہے، اسی طرح وہ میرا بھی بیٹا ہے۔ جب حضرت قاری صاحب کے انتقال کی خبر والد ماجد کو پڑی تو انتہائی غم زدہ ہوئے۔

حضرت قاری صاحب اپنے استاذ کے فکر کے امین تھے :

حضرت الاستاذ قاری خلیل احمد بندھانیؒ اپنے استاد محترم، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کے فکر امین تھے، ان کے فکر کو پھلانے والے تھے، ان کے فیض کو عام کرنے والے تھے، ان کے نقش قدم پر چلنے کی بھرپور کوشش کرتے تھے، رنگ ڈھنگ، چال ڈھال میں طریقہ تدریس ہو یا طرز استدلال ہو، اپنے استاد کے نقش قدم پر چلتے تھے۔

حضرت الاستاذ بے مثال خطیب تھے :

حضرت الاستاذ قاری خیل احمد بندھانی رحہ جس طرح درس وتدریس مُن اپنالوہا منوا چکے تھے، جامعہ اشرفیہ سکھر کی درودیوار اس بات کی شاہد ہیں، جب حضرت قاری صاحب اپنی مسند پر جلوہ افروز ہو کر طلبہ کو پڑھاتے تھے، اسی طرح حضرت قاری صاحب بے مثال خطیب تھے، ان کی خطابت میں توحید کے ترانے ہوا کرت تھے، جامع مسجد بندر کا ممبر حضرت قاری صاحب کی خطابت کا شاہد ہے، جہاں حضرت قاری کی خطابت کے جوہر نمودار ہوا کرتے تھے۔

حضرت الاستاذ قاری صاحب دینی مدارس کے ہمدرد :

حضرت الاستاذ قاری صاحب جس طرح دوسری نے شمار خوبیوں کے مالک تھے، اسی طرح وہ دینی مدارس کے ہمدرد اور محسن تھے۔ جب بھی دینی مدارس پر کوئی مشکل وقت آتا تھا تو حضرت

قاری صاحب سر فہرست ہوا کرتے تھے، بلکہ آپ دینی مدارس کی حفاظت کے لئے سیسہ پلائی دیوار بن جاتے تھے، جب تک کوئی خوشگوار فضا قائم نہیں ہوتی تو تب تک حضرت الاستاذ خاموش نہیں بیٹھتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت االاستاذ کی جاری کردہ دینی مدارس کے لئے مالی تعاون کا موجب ہوا کرتی تھی۔

حضرت الاستاذ قاری صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، سخی تھے، فیاض تھے، ایک مرتبہ میں نے حضرت الاستاذ قاری صاحب کو عرض کیا کہ حضرت مجھے حضرت دادا استاد شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کی تفسیر جواہر القرآن عنایت فرمائیں،

ھدیہ برائے مولانا سلیم اللہ چوہان
منجانب قاری خلیل احمد خطیب جامع مسجد سکھر
بندھانی ١٩ صفر ١٤٣٠ھ مطابق 12 فروری ٢٠٠٩ء

حضرت الاستاذ قاری صاحب نے بازار سے خرید فرما کر عنایت کیا۔ جس پر لکھ دیا: "ہدیہ برائے مولانا سلیم اللہ چوہان منجانب قاری خلیل احمد بندھانی خطیب جامع مسجد سکھر 19 صفر 1430ھ مطابق 12 فروری 2009ء

ایک باپ بھی دوست بھی

صاحبزادہ عقیل احمد بندھانی

23-2-2015 کی صبح 9:20 منٹ پر میں نے اباجی کے موبائل پر معلوم کیا اباجی آپ کہاں ہی۔ اباجی نے کہا میں مدرسہ میں ہوں فرمانے لگے آرہے ہو میں نے اباجی سے کہا دس منٹ میں آرہا ہوں میں نے اس لئے معلوم کیا کہ انہوں نے رات کو مجھے کہا تھا کہ کل صبح سفر پر جلدی روانہ ہو جاؤنگا میں دس یا پندرہ منٹ کے بعد جامعہ اشرفیہ میں پہنچ گیا۔

مجھے فرمانے لگے طلباء کے امتحان ہیں اس لئے یہاں جلدی آگیا رات کو مولانا عبدالمالک صاحب کو کہا تھا جلدی آنا میں بھی جلدی آؤنگا میری والدہ محترمہ نے اباجی کا ناشتہ کا مدرسہ بھیج دیا تھا جب میں مدرسہ آیا اباجی ناشتہ کررہے تھے، ساتھ میں مولانا حق نواز بیٹھے تھے مولانا حق نواز کو فرمارہے تھے حضرت ناشتہ کرلیں مولانا حق نواز کہنے لگے حضرت میں نے ناشتہ کرلیا ہے۔

پھر مجھے اپنے ہاتھ سے چائے ڈال کر دی کیونکہ یہ میرا کئی سال سے معمول تھا کہ میں صبح دس بجے اباجی کے پاس آتا اور چائے اباجی کے پاس ہی پیتا میری والدہ محترمہ چائے ڈال دیتی لیکن آج اباجی کے زندگی کی آخری دفعہ کی چائے پی رہا ہوں، پھر میں نے چھوٹے بہنوئی رحیمی سے کراچی بات کی پھر قاری عبدالوحید کو فون کیا کہ عبدالسلام راجپوت کا موبائیل نمبر عقیل کی طرف سینڈ کردو ایک گھنٹہ کے بعد سفر کے لئے روانہ ہونے لگے گاڑی میں بیٹھنے کے بجائے مدرسہ کی مسجد میں چلے گئے فرمانے لگے طلباء کے پاس ایک چکر اور لگاؤں، مجھے کہا کہ مفتی یاسین صاحب کو بلاؤ اور مسجد شریف میں چلے گئے اور طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا میرے عزیز طلباء کوشش کرنا جلدی آنے کی دیر نہ کرنا اتنے میں مفتی شفیع محمد صاحب آگئے میں نے مفتی صاحب سے کہا کہ آپ بھی اباجا کے ساتھ جارہے ہو مفتی صاحب فرمانے لگے عقیل بھائی دل چاہ رہا ہے کہ استاد جی کے ساتھ گھوم آؤں۔

مفتی شفیع محمد ہالیجوی جو میرے اباجی کے بہت پیارے اور بیٹوں جیسے عزیز ہیں جن کے بارے میں انتقال سے ہفتہ پہلے اور کئے بار مجھے اور بڑے بھائی قاری جمیل احمد صاحب کو کہا کہ میرے مرنے

کے بعد ان کا خیال رکھنا ابھی ابا جی کی زندگی ہی میں مولانا حق نواز صاحب، مولانا عبدالمالک صاحب دفتر میں بیٹھے تھے اور مفتی شفیع محمد صاحب تشریف فرماتھے میں بطور تمسخر کے حق نواز صاحب سے باتیں کررہا تھا، مجھے ایک استاد نے کہا کہ مفتی شفیع محمد صاحب سے بھی مذاق کرو تو میں نے کہا مفتی صاحب وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں ابا جی نے مجھے وصیت کی ہے۔ مجھے ابا جی نے اس لئے وصیت کی تھی کہ میرے ابا جی کا بنایا ہوا وہ گلشن ادارہ تفسیر القرآن جن کے وہ بانی تھے میں اس کا ناظم ہوں مجھے فرمانے لگے دیکھو میرے مرنے کے بعد مفتی شفیع محمد ہالیجوی اور موجودہ مہتمم مولانا قاری جمیل احمد صاحب دونوں ملکر دورہ تفسیر القرآن پڑھائیں گے مجھے فرمانے لگے تیرے بھائی جان پر زیادہ بوجھ نہیں پڑیگا کیونکہ مسجد و مدرسہ کے کام ہونگے اور شہر کے کام بھی ہونگے اتنے میں حافظ شعبان شیخ بھی آگئے گاڑی لیکر، کیونکہ ہمارے ڈرائیور کو راستے معلوم نہیں تھے تو شعبان نے ابا جی کو کہا مجھے راستہ معلوم ہے تھوڑی دیر بعد ابا جی مسجد سے آگئے اور مجھے کہا اور کوئی بات تو نہیں؟ اور ہاتھ ملایا اور روانہ ہوگئے۔

آج آپ کو ایک بات بتادوں تب سے ابا جی کا بائی پاس آپریشن ہوا تھا جب سے ابا جی مدرسہ گیارہ بجے آتے اور ساڑھے تین یا چار بجے گھر آتے لیکن آج جو مدرسہ میں گئے زندگی کا آخری دفعہ مدرسہ میں حاضری دی تو اپنے جوانی کے ٹائیم کے مطابق اور اپنی زندگی کا آخری سفر بھی مسجد سے نکل کر کرینگے، میں یہ سوچتا ہوں اگر جامع مسجد سے کرتے تو وہاں ہماری رہائش ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور کچھ اور تھا، جامع مسجد سے نہیں جامعہ اشرفیہ کی مسجد سے کراؤنگا اس طرح مسجد سے روانہ ہو کر آخری سفر پر روانہ ہوگئے۔

رات تقریباً 9 بجے فون کیا اور فرمانے لگے عبدالسلام راجپوت حیدرآباد والے کو فون کرو کہ ابا جی آدھے گھنٹے میں آپ کے پاس آرہے ہیں کیونکہ عبدالسلام راجپوت سے تعزیت کرنی تھی ان کی اہلیہ بھی ٹریفک حادثہ میں انتقال کر گئی تھی اور وہ میرے ابا جی کی رشتہ دار بھی تھی، عبدالسلام راجپوت یہ میرے ابا جی کا رشتیدار ہیں اور سابق وزیر اعلی لیاقت علی جتوئی کے مشیر بھی رہے ہیں دوسرے روز صبح صبح 9 بجہ میں نے ابا جی سے موبائل پر بات کی ابا جی فرمانے لگے ہم ناشتہ کرکے مٹھی روانہ ہونے

والے ہیں اور اس وقت مجھے عبدالسلام راجپوت کی باتیں بہت مسکرا مسکرا کر خوش طبعی کے ساتھ سنا رہے تھے مجھے نہیں معلوم تھا کہ اباجی کے آخری مسکراہٹیں سن رہا ہوں، میں آپ کو بیان نہیں کر سکتا کہ ان کی طبیعت کتنی عبدالسلام راجپوت سے خوش تھی اس وقت عبدالسلام کے پاس میر مولا بخش لغاری اور دوسرے معززین تعزیت کے لئے آئے ہوئے تھے،ان سے اباجی کا یوں تعارف کروایا کہ کہ یہ مولانا قاری خلیل احمد جامع مسجد سکھر کے خطیب ہیں اور میرے ماموں زاد ہیں یہ وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے ضیاءالحق جیسے آمر شخص کو بھی منہ پر حق بات کہی تھی۔

پھر اباجی مٹھی روانہ ہوگئے سارے دن ان کے موبائل بند رہے، مغرب اور عشاء کے درمیان میں اپنی والدہ کے پاس آیا اور کہا اباجی سے بات ہوئی؟ والدہ فرمانے لگی صبح سے ملا رہی ہوں ان کا نمبر نہیں لگ رہا پھر میں نے کہا چلو میں نمبر ملاتا ہوں میں نے اباجی جا نمبر ملایا تو بند جا رہا تھا پھر میں نے مفتی شفیع محمد صاحب کا نمبر ملایا مفتی صاحب کا نمبر مل گیا مفتی صاحب سے دعا و سلام ہوئی پھر اباجی نے بات کی اور مجھے کہا کہ الحمدللہ امانت دیکر فارغ ہو گیا ہوں اب رات کا کھانا قاری کامران صاحب کے ہاں کھائینگے اور قیام بھی وہاں پر کرینگے اور بھی باتین کیں اور فرمانے لگے تم کہاں پر ہو میں نے کہا اباجی اماں کے پاس آیا ہوں میں اباجی سے بات کرانے کیلئے امی صاحبہ کو دے رہا تھا اتنے میں سنگنل ختم ہو گئے پھر میں اپنے گھر روانہ ہو گیا 9 بجے کے درمیان شعبان کا فون آیا کہ گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور اباجی خیریت سے ہیں میں نے کہا اباجی سے بات کراؤ! کہا عقیل بھائی تھوڑی دیر میں بات کراتا ہوں سوا دس ساڑھے دس کے درمیان میں بدین اسپتال میں اباجی سے بات کرائی اباجی فرمانے لگے عقیل مجھے کچھ نہیں ہوا ہے بچارے مفتی شفیع کی کی ٹانگ اور ہاتھ میں فیکچر ہو گیا ہے دعا کرو اللہ پاک آسانی فرمائے اور پریشان نہ ہونا یہ کہہ کر اباجی نے اپنا موبائل شعبان کو دیا میں نے شعبان سے کہا اباجی سے پوچھو کہ دل کی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے۔ اباجی کی آواز آئی مجھے یہ زندگی کی آخری آواز تھی جو میرے کان میں آئی کہ اسے کہہ دو نہیں دل کی تکلیف نہیں ہے پھر اباجی حیدرآباد کے لئے روانہ ہو گئے۔

میں نے یہ اطلاع اپنے بڑے بھائی قاری جمیل احمد صاحب کو دیدی جو کہ لنڈن میں تھے اور عبدالسلام راجپوت اور مفتی صاحب کا نمبر دیدیا پھر قاری جمیل احمد رابطہ کرتے رہے لیکن اس وقت ابا

جی اپنے ذکر، اوراد اور تلاوت میں مصروف ہو گئے اور مفتی شفیع صاحب اور شعبان کو کہا کہ میرا آخری وقت ہے تم بھی سورت الفاتحہ پڑھو، اتنے میں قاری جمیل احمد صاحب نے فون کیا اور شعبان نے کہا استاد جی قاری جمیل احمد کا فون ہے، لیکن اب قاری صاحب اوراد اور ذکر میں مشغول ہو گئے تھے، مفتی صاحب کے بقول اور ڈاکٹروں کے مطابق حیدرآباد سے پندرہ منٹ پہلے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، مفتی صاحب کے بقول ہمیں معلوم ہی نہ پڑا کہ قاری صاحب کی روح پرواز کر گئی، مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین کامل ہے کہ میرے ابا جی کو اللہ تعالیٰ جنت میں بلند مقام عطا فرمائیں گے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں گے اور یہ سوچ کر صبر آ جاتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں نہ رہے جن کے لئے دنیا بنی تھی ہمیں بھی دنیا سے جانا ہے اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائیں (آمین)۔

(یہ مضمون ماہنامہ شریعت سکھر میں شائع ہوا ہے)

خطیب اسلام و شیخ التفسیر

ڈاکٹر عبدالوحید انڈھڑ

بہت ہی رنج والم سے یہ بات سنی گئی کہ شیخ التفسیر اور مبلغ توحید حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی جسے رحمۃاللہ علیہ لکھتے ہوئے دست و قلم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔۔۔۔۔۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت قاری صاحب جیسی شخصیات بڑی مدت کے بعد پیدا ہوتی ہیں آپ میں جو ظاہری و باطنی اوصاف جمیلہ نمایان تھے وہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی رحمت اور فضل و کرم سے ودیعت فرمائی تھیں آپ کا حق و حسن اخلاق ضرب المثل تھا، آپ کے ہاں بلاتمیز رنگ و نسل، زبان و علائقہ ہر فرد کیلئے دامن محبت میں وسعت تھی، آپ تمام تلامذہ کو اپنی نسلی اولاد کی طرح سمجھتے تھے اور امت مسلمہ کے ہر فرد کو اپنا بھائی، نیز طلبہ کے ساتھ خاص انس رکھتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اسم بامسمیٰ یعنی سب کے خلیل اور دوست تھے۔ ہر سیاسی، سماجی شخصیات آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔

حضرت قاری صاحب راقم الحروف کے استاد اور مربی تھے۔ میرا قلم و قرطاس سے قدیمی تعلق ہونے کی بناپر میری جو بھی کتاب منظر عام پر آئی تو خدمت میں پیش کرتا اگر کوئی کتاب سندھی زبان میں ہوتی تب بھی ہو طلب کرتے اور اپنے کتب خانہ میں رکھتے اور فرماتے کہ مجھے اس سے قلبی سکون ملتا ہے۔ بندہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ 2008ء میں شائع شدہ کتاب " سکھر تاریخ و تمدن" (مطبوعہ محکمہ ثقافت و سیاحت حکومت سندھ) میں راقم الحروف نے سب سے پہلے قاری صاحب سے انٹرویو لیکر زینت کتاب بنایا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت قاری صاحب کی وفات کے بعد ان کے حالات زندگی پر لکھنے کیلئے مختلف رسائل و جرائد کی طرف سے بارہا اصرار کیا گیا نیز حضرت کے بڑے صاحبزادے قاری جمیل احمد صاحب نے بھی بندہ سے رجوع کیا تو مذکورہ کتاب کی طرف توجہ مبذول کروائی۔ اس اثنا میں حضرت کے ہم عصر دوست حضرت مولانا عبدالوہاب چاچڑ صاحب (مدیر اعلیٰ ماہنامہ شریعت) کی جانب سے خاص نمبر شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا اور پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر چاچڑ صاحب نے بھی جو انٹرویو قاری صاحب سے لیا تھا وہ مارچ 2015ء کے شمارہ میں شائع کیا گیا ہے۔

پیدائش اور ابتدائی تعلیم:

حضرت قاری خلیل احمد بن رحیم بخش بن حاجی وزیر خان بن محمد صالح بن پیرا خان بن نورا خان قوم مسلم راجپوت گیلوت 20 جنوری 1945ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے پہلے ڈیرہ نواب (پنجاب) اور بعد میں 1947ء میں ہی سکھر میں مقیم ہوئے۔

بچپن میں ہی قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد قاری رحیم بخش سے حاصل کی بعد میں 1957 تا 1961 فارسی و عربی کی تعلیم کا آغاز جامعہ اشرفیہ سکھر سے کیا۔ جبکہ قرأت و تجوید تھریچانی شریف ضلع سکھر میں اپنے دور کے معروف قاری محمد مدنی (میہڑ والے) کے ہاں حاصل کی۔ مزید درس نظامی کی تکمیل کیلئے آپ 1961ء میں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی تشریف لے گئے۔ وہاں ہدایت النحو سے لیکر عبد الغفور متن متین تک کتب پڑھے آپ کے ہم سبق صاحبزادہ احسان الحق بن شیخ القرآن غلام اللہ خان تھے۔ فن ادب شیخ الادب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اعوان اور شرح ملا جامی مولانا عبد الہادی کے ہاں پڑھی۔ گجرات کے ایک دینی ادارہ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہم سبق مولانا ولی اللہ صاحب کے ہاں ریاضی اور فلسفہ پڑھا، جبکہ جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاول نگر میں مشکوٰت شریف، ہدایہ اور امور عامہ شیخ الحدیث مولانا عبد القدیر کے ہاں 1967ء میں مکمل کیا۔

تحصیل علم:

دینی علوم کی تکمیل کے بعد دورہ حدیث کی تحصیل ملک کے مشہور و معروف ادارہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے 1968ء میں کی۔

تخصص فی الحدیث:

آپ نے اسی ادارہ سے فنون حدیث میں تخصص 1969ء میں کیا جبکہ عربی علوم و تدریب الراوی، العبرات وغیرہ ڈاکٹر عبد الرزاق سکندر کے ہاں پڑھی۔

فاضل عربی:

1966ء میں مولانا منظور احمد چنیوٹی کے ہاں تیاری کر کے فاضل عربی کی سند حاصل کی۔

دیگر اساتذہ کرام:

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت سے اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا، مذکورہ بالا اساتذہ کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا بدیع الزمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے نامور علماء سے کسب فیض حاصل کیا۔

عملی زندگی کا آغاز:

تحصیل علوم کے بعد آپ نے دینی علوم کے فروع خصوصاً عقیدہ توحید کے ابلاغ کیلئے عملی زندگی کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے 1970ء میں ملک کے معروف ادارہ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی سے تدریس کا آغاز کیا جہاں آپ عربی و درس نظامی کے کتب پڑھاتے رہے اسی سال آپ نے فریضہ حج ادا کیا 1973ء سے آپ نے اٹک کی مرکزی جامع مسجد میں خطابت اور ملحق مدرسہ میں تدریس کے فرائض ادا کرتے رہے۔ اسی دوران بیک وقت پورے ملک میں جاری تحریک، تحریکِ ختمِ نبوت میں آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔

سکھر میں منتقلی اور خطابت مرکزی جامع مسجد:

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 1975ء میں اپنے والد صاحب قاری رحیم بخش کی وفات کے بعد جملہ جماعت کے اصرار پر شروع میں مدینہ مسجد (جہاں مولانا عبدالرحمٰن سکھروی بھی امام و خطیب ہوا کرتے تھے) میں ایک ماہ تک وابستہ رہے بعد میں اپنے استاد شیخ القرآن کی خواہش پر اور والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے جامع مسجد کی جملہ انتظامیہ کے شدید اصرار پر 1976ء میں امام و خطیب کے منصب پر فائز ہوئے اور تاحیات (وفات 25 فروری 2015ء تک) فرائض سرانجام دیتے رہے۔ یاد رہے کہ مذکورہ جامع مسجد کا سنگ بنیاد 1955ء میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رکھا تھا (ابتدا میں سنگ بنیاد کیلئے حضرت سائیں حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو درخواست کی گئی تھی لیکن عدم صحتیابی کی وجہ سے مفتی صاحب کو بلوایا گیا تھا۔

جامعہ اشرفیہ سکھر میں تقرری:

جب تک آپ کے والد کی وفات پر آپ کے استاد محترم حضرت مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (بانی جامعہ اشرفیہ سکھر) تعزیت کیلئے آپ کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے آپ سے فرمایا

کے آپ نے سکھر کے باہر دین کی خدمت کی ہے اب یہ خدمت سکھر میں کریں۔ یوں آپ سکھر تشریف لائے اور خطابت کے ساتھ ساتھ جامعہ اشرفیہ میں مدرس بعد میں استاد الحدیث ، شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ کے مناصب پر بتدریج فائز ہوتے گئے۔ اہتمام کے فرائض حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی کے ذمہ ہی رہے۔ اب جامعہ اشرفیہ کی نظامت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند اور خلف اکبر دلپذیر و عکس جمیل حضرت مولانا قاری جمیل احمد بندھانی صاحب کے حوالے کی گئی ہے۔

مدرسہ جامع مسجد وادارہ تفسیر القرآن کا قیام:

15 صدی ہجری کے آغاز میں جامع مسجد سکھر میں شیخ الحدیث ، فاضل دیوبند حضرت مولانا قطب الدین ہالیجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے حفظ و ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم کا افتتاح فرمایا۔ اس بابرکت تقریب میں راقم الحروف بھی شریک تھا۔ ادارہ تفسر القرآن کا قیام 1978ء میں عمل میں آیا جہاں سے کثیر تعداد میں طلبہ کرام نے دورہ تفسیر پڑھ کر فارغ ہوئے ہیں جن میں راقم الحروف بھی شامل رہا۔ 2006/7ء سے ادارہ میں مسافر طلبہ بھی قیام پذیر ہیں۔

اقرا مدینۃ الاطفال سکھر کا قیام اور جدید علوم کی طرف ترغیب و سرپرستی:

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مختلف علائقے کے مختلف دینی و علمی اداروں کی سرپرستی فرماتے تھے اور ہمیشہ طلبہ میں حصول علم کا جذبہ بڑھاتے رہتے تھے۔ جب ملک کے علماء نے دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے جدید طرز پر ادارے قائم کرنے کی طرف قدم بڑھانے شروع کئے تو آپ نے بھی 8 آگست 1990ء میں جامعہ حمادیہ منزل گاہ کے قریب روڈ سکھر پر ''اقرا مدینۃ الاطفال'' کے نام سے ادارہ قائم فرمایا۔ جہاں حفظ، ناظرہ اور مڈل تک تعلیم کے ساتھ دین کی بنیادی باتوں سے بہرہ کیا جاتا۔ اس ادارہ میں 250 سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

راقم الحروف جب وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کے قائم کردہ ماڈل دینی مدرسہ اسکول و کالیج جج کمپلیکس سکھر میں بطور پرنسپال (پانچ سال تک) متعین ہوا تو ابتدا سے لیکر آخر تک آپ بطور مہمان خصوصی اپنے بڑے صاحبزادے قاری جمیل احمد صاحب کے ہمراہ تشریف لاتے رہے علائقے کے نامور اسکالرز حضرت مولانا محمد مراد ہالیجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا عبدالقیوم ہالیجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا مفتی عبدالوہاب چاچڑ بھی شریک ہوتے رہے۔ ان بزرگان دین کی آمد شفقت سے ماڈل دینی مدرسہ کے کثیر طلبہ مستفید ہوتے رہے۔ مارچ 2013ء میں جب مذکورہ ادارہ

میں متعین پانچ سال مکمل ہوا تو آپ مولانا مفتی عبدالوہاب صاحب چاچڑ کے ہمراہ ادارہ میں تشریف لائے اور بہت سی دعاؤں سے نوازتے اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

حضرت قاری صاحب کی یہ خصوصیت تھی اپنے تلامذہ کے ساتھ بیحد محبت سے پیش آتے اور انہیں عملی زندگی میں کامیاب ہوتے دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور ہر ایک کو اتنی محبت دیتے کہ ہر فرد یہ سمجھنے لگتا کہ قاری صاحب کی محبت سب سے زیادہ مجھ سے ہے۔ جیسے صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کی بارے میں یہی محسوس کرتے کہ حضور ﷺ کی محبت سب سے زیادہ اسی سے ہے۔ میں اپنے آپ کو واقعی خوش قسمت تصور کرتا ہوں کہ دیگر علوم کی علاوہ دورہ تفسیر القرآن حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں کیا اور پھر عملی زندگی میں جہاں قدم رکھا وہاں ترقی ہی ترقی ملی اور جب حضرت کو اس کا علم ہوتا تو تو بہت خوش ہوتے۔ کوئی تقریب یا پروگرام ہوتا تو مجھ ناچیز کو خصوصی مدعو کرتے اور بڑے فاخرانہ انداز میں تعارف کراتے ہوئے ہمارے شاگرد مولانا پروفیسر ڈاکٹر پرنسپال وغیرہ کے القاب سے متعارف کراتے یہاں تک کہ وی آئی پی شخصیات بھی احقر کا تعارف اپنی القاب سے واشگاف الفاظ میں فرماتے یہ ان کی بڑائی عزت افزائی اور فراخ دلی تھی ورنہ ع من آنم کہ من دانم ۔۔۔ کے مصداق میری کیا حیثیت ؟ اور پھر یہی نہیں بلکہ بڑے بڑے پروگرامز مثلاً جامعہ کے ختم بخاری، ادارہ تفسیر القران کے پروگرامز نیز علماء عمائدین اور خصوصی مہمانان گرامی کے ساتھ میری شرکت پر میرا شکریہ بجالاتے۔ایسی عبقری شخصیات تلاش بسیار کے بعد بھی نہیں ملتی۔

مہمان نوازی:

حضرت قاری صاحب کے ہاں ہر وقت لوگوں کی آمد و رفت ہوتی تھی لیکن کم از کم چائے پیئے بغیر کسی کو رخصت کی اجازت نہ دیتے۔ اور اگر کھانے کا وقت ہوتا تو فوراً دستر خوان آجاتا اور جو ما حضر ہوتا وہ پیش کرتے لیکن وہ بھی فراخ دلی کے ساتھ۔ شہادت سے چند ماہ قبل حضرت کی رفیقہ حیات اور ہماری استانی محترمہ کے حکم پر بندہ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ حضرت کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو اپنی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے دستر خوان پر پر تکلف خورد نوش رکھا گیا، جو آپ کی سخاوت کا آئینہ دار تھا۔ اور جب رخصت لیکر واپسی ہوئی تو بچوں کو کثیر رقم سے نوازا اور بڑا اکرام کیا۔ اور پھر کچھ دنوں کے بعد ہونے اپنی پوتی اور پوتے کی شادی کی شرکت کا وعدہ لیا اور شادی بھی کیا تھی؟ شریعت کے عین مطابق جس میں نہ ہر قسم کا پر تکلف بعام نہ ہی کوئی تحائف لینے کی روایت۔

ازدواجی زندگی:

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے 1965ء میں سکھر میں اپنے عزیز محترم محمد ابراہیم کی دختر نیک اختر سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے جو حضرت سائیں حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کا نتیجہ تھی کیونکہ محمد ابراہیم صاحب کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت ہالیجوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعاؤں سے بچی پیدا ہوئی جو ہمارے حضرت کی خوش بخت رفیقہ حیات بنی۔ اور یہ بھی بہت بڑی باسخا عورت تھی۔ طلبہ کی خدمت شوق سے کرتی اور اپنے خاوند کی دینی، علمی اور سماجی خدمات میں معاونت کرتی۔ اللہ تعالیٰ انہیں عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین

اولاد:

(۱) مولانا قاری جمیل احمد یہ آپ کے بڑے صاحبزادے ہیں ان کی پیدائش 1968ء میں ہوئی۔ آپ کی فراغت جامعہ اشرفیہ سکھر سے ہوئی، کافی عرصہ سے لندن کی جامع مسجد عثمانیہ و اسلامک سینٹر سے وابستہ رہے۔ ملکی اور بین الاقوامی دینی خدمات کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ اپنے والد گرامی کے عکس جمیل ہیں۔ اس وقت حضرت کے جانشین، امام خطیب مرکزی جامع مسجد سکھر اور ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ سکھر کے منصب پر کام کر رہے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی میں ہی والدہ ماجدہ کا واپسی کا اصرار تھا۔ لیکن جب حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب تک میں حیات ہوں آپ وہاں دین کی خدمت کرتے رہو اور میرے فوت ہو جانے کے بعد ایک دن بھی نہیں رکنا ورنہ یہاں فتنہ پیدا ہو جائے گا۔ تو قاری صاحب کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے نے اس نصیحت پر عمل کیا اور واپس چلے آئے۔

(۲) دختر: جو زوجہ ہیں پروفیسر مولانا حافظ عبدالصمد کی۔

(۳) قاری شکیل احمد: ان کی ولادت 1973ء میں ہوئی اس وقت دبئی میں امام خطیب ہیں۔

(۴) عقیل احمد: 1974ء میں پیدا ہوئے بنیادی دینی تعلیم سے آراستہ ہیں۔ اقرا مدینۃ الاطفال اور ادارہ تفسیر القرآن الکریم جامع مسجد سکھر کی نظامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں مختلف سماجی اور سیاسی امور میں مستعدی سے کام کر رہے ہیں۔

(۵) دختر: زوجہ عبدالصمد شاہ صاحب۔

(۶) دختر: زوجہ رحیم بخش بندھانی صاحب۔

(۷) قاری رشید احمد: ان کی ولادت 1978ء میں ہوئی محکمہ اوقاف کی جانب سے جامع مسجد سکھر میں امام متعین ہیں۔

(۸) دختر: زوجہ عبدالخالق صاحب جو ٹرانسپوٹر ہے۔

سماجی خدمات:

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت ہمہ گیر اور ہمہ جہت شخصیت تھی جہاں آپ نے دینی، علمی، تدریسی اور سیاسی خدمات سرانجام دیں وہاں آپ نے سماجی خدمات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا آپ کی مجلس میں ہر وقت لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ اگر کوئی مسجد و مدرسہ کا سفیر بھی تصدیق کیلئے آتا اور ساتھ میں کسی صاحب ثروت کیلئے سفارشی خط کے لئے عرض کرتا تو آپ وہ پورا کرتے اور کسی کو منع نہیں کرتے۔ کوئی مظلوم یا حاجتمند کی بڑے افسر مثلاً ڈی سی، کمشنر یا ایس ایس پی کے ہاں ساتھ چلنے کو کہتا تو آپ کسی کو مایوس نہیں کرتے اور اس کی دادرسی کیلئے چل پڑتے۔ کوئی ملازمت حاصل کرنے کیلئے آپ سے تعاون چاہتا تو آپ ان کے کام آتے اور اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے اس طرح آپ نے کئی بے روزگار لوگوں کو برسر روزگار کیا۔ حتیٰ کہ شہر سے باہر آنے والوں کو بطور ہمدردی یہ بھی کہتے کہ وہ اپنے کاغذات میں سکھر شہر کا پتہ درج کریں تاکہ سکھر کی سیاسی شخصیات کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے کیونکہ وہ بیرون سکھر کے باشندوں کی سفارش نہ کرنے پر اصرار کرتے تھے۔ اسی طرح آپ نے کئی علماء کو مساجد میں امامت اور خطابت کی ملازمت دلوائی۔

قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علائقے کے باشندوں کی فکر رہتی تھی جہاں کہیں کوئی واقعہ پیش آیا آپ فوری مدد کیلئے وہاں پہنچ جاتے۔ یہاں تک کہ تھر کے علائقہ میں حالیہ قحط سالی کے موقعہ پر شہر اور بیرون شہر سے چندہ کر کے بنفس نفیس تھر کے مساکین کی مالی امداد کے لئے وہاں کا سفر اختیار کیا اور یہی آپ کا آخری سفر ثابت ہوا۔

سفر آخرت:

آپ کا اپنے خاص شاگرد اور راقم الحروف کے ہم سبق مولانا مفتی شفیع محمد انڈھڑ سے بھی ایک خاص انس تھا اور انہیں اپنے گھرانے کا فرد سمجھتے تھے حضرت کا پورا گھرانہ نہ ہماری پوری برادری کے طلبہ سے محبت کرتا ہے۔ آپ نے علائقہ تھر کے مساکین کی امداد پہنچانے کیلئے مفتی شفیع محمد انڈھڑ کو ہمراہ لیا اور رفیق سفر بنایا۔ جب وہاں سے فارغ ہو کر واپس ہو رہے تھے تو راستے میں گاڑی ڈرائیور کے

کنٹرول سے باہر ہو گئی۔آپ آخری سیٹ پر آرام فرمارہے تھے کہ اچانک یہ حادثہ درپیش ہوا۔ بظاہر صرف انگلی پر چوٹ لگی تھی جبکہ مفتی شفیع محمد صاحب کی ٹانگ اور ہاتھ دونوں ٹوٹ گئے یہ تکلیف شفیق استاد سے برداشت نہ ہو سکی۔دل کی تکلیف اور بائی پاس پہلے ہی ہوا تھااب پھر درد دل بڑھنے لگا آخری وقت کا احساس ہو چکا تھااسی وقت اپنے بیٹے عقیل احمد سے موبائیل کے ذریعے بات ہوئی آپ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تو کچھ نہیں ہوا صرف انگلی پر چوٹ لگی ہے لیکن بیچارے مفتی شفیع محمد انڈھڑ کاٹانگ اور ہاتھ ٹوٹ گیا ہے مجھے اس کی فکر ہے دعا کرو اللہ تعالٰی آسانی فرمائے (بعد میں عقیل احمد کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک ہفتہ قبل از وفات آپ نے وصیت کی تھی کہ مفتی شفیع محمد انڈھڑ کا ساتھ نہیں چھوڑنا میرے بعد مفتی صاحب اور قاری جمیل احمد دونوں مل کر تفسیر قرآن پڑھائیں گے) اسی اثنا میں لندن سے قاری جمیل احمد نے فون پر بات کرنا چاہی لیکن شعبان ڈرائیور کے بقول آپ فون سننے کے بجائے تلاوت قرآن میں مصروف ہو گئے اور حیدرآباد پہنچنے سے بیس منٹ قبل ہی راستے میں اپنے حقیقی رب سے جاملے۔اگلے روز 26 فروری 2015ء جامع مسجد بندر روڈ سکھر میں آپ کی جنازہ نماز ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی نے پڑھائی جس میں ہزاروں لوگ اشکبار آنکھوں سے شریک ہوئے اس طرح آپ اپنے آبائی قبرستان نئوں گوٹھ میں ہمیشہ کیلئے آرامی ہو گئے۔

ع۔۔۔۔تیری لحد پر شبنم افسانی کرے۔

(یہ مضمون ماہنامہ شریعت سکھر میں شائع ہوا ہے)

کچھ یادیں کچھ باتیں

ڈاکٹر حافظ اطہر چاچڑ سعودی عرب

جب برادرم مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب نے حضرت شیخ استاذ مکرم حضرت مولانا قاری خلیل احمدؒ بندھانی کے بارے میں کتاب کی اشاعت کا تذکرہ کیا تو ذہن 1970ء کی دہائی تک پیچھے چلا گیا، ہمارے والد صاحب حضرت مولانا عبدالواحد قیام پاکستان سے پہلے سے جامع مسجد سبزی مارکیٹ سکھر میں امام وخطیب تھے۔ جامع مسجد بندر روڈ سکھر پر بنی، تو شروع میں خطابت حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ بانی جامعہ اشرفیہ سکھر فرماتے تھے۔ بعد میں حضرت الاستاذ قاری خلیل احمد بندھانیؒ کا اوقاف میں تقرر ہوا۔

حضرت الاستاذ کی ذات میں بہت خصوصیات تھیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت کو بہت ساری صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ مشتے نمونہ از خروارے چند باتیں عرض کر دیتا ہوں۔

(1) حق گوئی وبیباکی:

بھٹو صاحب کی کچھ پالیسوں سے علماء کو اختلاف تھا، قاری صاحب حکومت وقت کو سرکاری ملازم ہوتے ہوئے بھی ببانگ دہل للکارتے تھے اور بلا خوف وخطر کلمہ حق بلند کرتے تھے۔ 1977ء کے انتخابات میں تمام مذہبی جماعتیں حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی قیادت میں پاکستان قومی اتحاد کے پلیٹ فارم پر متحد ہو گئیں تھیں اور بھٹو صاحب کی طلسماتی شخصیت کے باوجود اپنی شکست واضح نظر آرہی تھی اور ایسا لگ رہا تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کا وقت قریب آپنچا ہے، لیکن شومیء قسمت کے قومی اسمبلی میں ہونے والے انتخابات میں بہت بڑے پیمانے پر دھاندلی کی گئی، لہذا مفتی صاحب نے 10 مارچ کو صوبائی اسمبلی کے انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ اور پھر دھاندلی کے خلاف تحریک کا آغاز ہو گیا۔ جامع مسجد سکھر اس تحریک کا مرکز رہی۔ محکمہ اوقاف نے حضرت قاری صاحب کا تبادلہ کر دیا۔ اس تبادلہ کے خلاف سکھر کی عوام حکومت کے خلاف متحد ہو گئی۔ قاری صاحب کی

حمایت میں جلوس نکالے گئے اور دستخطی مہم چلائی گئی، ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے دستخط کئے، آخر حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور قاری صاحب کا تبادلہ روک دیا گیا۔ یہ قاری صاحب کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی تھی کہ ان کے تبادلہ میں عوام میں اتنی بے چینی پھیل گئی زندگی کے آخری لمحوں تک حضرت قاری صاحب اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

(2) مذہبی تنظیموں کی سرپرستی:

حضرت قاری صاحب اپنی ذات میں انجمن تھے، دینی خدمت میں مصروف ہر تنظیم اور ہر جماعت کی حضرت کھلے دل سے معاونت اور سرپرستی فرماتے تھے، ہر پلیٹ فارم اور ہر محاذ پر قاری صاحب ڈٹے ہوئے نظر آتے تھے، تحفظ ختم نبوت کا مورچہ ہو، دفاع صحابہ رضہ کا محاذ ہو یا اہل بدعت کا مقابلہ ہو، یا مدارس دینیہ کی معاونت ہو یا دعوت تبلیغ کا محاذ ہو حضرت الاستاذ ہر اول دستہ میں نظر آتے تھے۔ ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ضیاء الحق کا دور حکومت تھا، مارشل لاء کا جبر تھا۔ غالبا 1981ء کا واقعہ ہے عیسائیوں کے مذہبی رہنما پوپ جان پال ضیاء الحق کی دعوت پر پاکستان آرہے تھے۔ میں جمعیت طلباء اسلام سکھر کا کنوینر تھا۔ جے ٹی آئی اس دورے کے خلاف احتجاج کا پروگرام بنایا۔ پوپ کے خلاف سکھر میں چاکنگ کی گئی، پولیس نے ہمارے چار کارکنوں کو پکڑ لیا اور بی سیکشن تھانہ شاہی بازار میں لاکپ کر دیا۔ حضرت قاری صاحب کو جب پتہ چلا کہ فورا متحرک ہو گئے تمام جماعت کو توجہ دلائی اور مدینہ مسجد شاہی بازار سکھر میں اجلاس بلایا گیا اور حکومت کو دھمکی دی کہ اگر ہمارے بچوں کو رہا نہیں کیا گیا تو ہم تھانہ کا گھیراؤ کریں گے۔ آخر اڑتالیس گھنٹوں کے اندر جے ٹی آئی کے کارکن رہا ہو گئے۔

(3) پر جوش خطابت

حضرت قاری صاحب کی ولولہ انگیز تقریر سامعین کی ایمانی حرارت کو بڑھا دیتی تھی۔ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے انداز میں جب قرآن شریف پڑھتے تو سامعین وجد میں آجاتے، جمعیت طلباء اسلام میں ہمارا نیا جذبہ اور جوش تھا۔ میں بہت زیادہ جذباتی تقریر کرتا تھا، کسی پروگرام اکٹھے ہوتے تو کمال شفقت اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرماتے: "کہ اطہر آپ کی تقریر سے ہمارا جوش

بڑھ جاتا ہے "تو میں عرض کرتا: "کہ حضرت یہ آپ ہی کا فیض ہے"

(4) شرف تلمذ

حضرت والد صاحب چونکہ او قاف میں سب سے سینئر تھے۔ قاری صاحب اس نسبت سے بہت عزت کرتے تھے، اور پھر جماعت کی نسبت سے اور بھی زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ 1979ء میں الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحب سے شرف تلمذ بھی نصیب کیا۔ جب میں جامعہ اشرفیہ میں دورہ حدیث میں داخلا لیا۔ اس وقت میں چانڈکا میڈیکل لاڑکانہ میں چوتھے سال طالب علم تھا۔ کالج سے چھٹی کر کے دورہ حدیث مکمل کیا۔ اس وقت حضرت قاری صاحب جامعہ اشرفیہ کے ناظم بھی تھے اور درس حدیث بھی دیتے تھے۔

فراغت کے بعد پہلے کراچی بعد میں سعودی عرب قسمت لے آئی۔ لیکن حضرت الاستاذ سے قلبی تعلق رہا، اور گاہے بگاہے ان کی زیارت کے لئے سکھر میں حاضری ہوتی تھی۔ ہمیشہ محبت و شفقت سے پیش آتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ 2010ء میں ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوا، ان کی یاد میں مسجد زکریا غریب آباد پنو عاقل میں پروگرام ہوا۔ باوجود شدید مصروفیت کے وہاں تشریف لائے اور کافی دیر تک پرانی یاد تازہ فرماتے رہے۔ آج ان کی وفات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک شفیق سایہ سر سے اٹھ گیا اور واقعی ہم یتیم ہو گئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

"کچھ لوگ"

عبدالقدیر کانجو، ڈہرکی، سندھ

انسانی دنیا کا سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے شروع ھے اور اللہ کے حکم سے کب ختم ھوگا یہ بات فقط اس اللہ جل شانہ کو معلوم ھے جس نے انسان کو پیدا فرمایا!

دنیا میں اربوں کھربوں لوگ آئے اور اپنا وقت پورا کر کے یہ دنیا چھوڑ گئے۔

دنیا میں آنے والے لوگوں میں کچھ لوگ ایسے ھوتے ھیں, جو گذر جاتے ہیں تو اپنے پیچھے نیک نامی اور اچھائیوں کا ایک ایسا سلسلہ چھوڑ جاتے ھیں، جس سے بعد میں آنے والوں کے لیے راہ حق کی تلاش اور اس پر چلنا آسان ھو جاتا ھے۔

میرے خیال میں حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی(راجپوت) سکھر والے ان نیک نفوس میں سے تھے جو اپنے پیچھے نیک نامی چھوڑ جاتے ہیں!

مجھے یاد پڑتا ہے کہ قاری خلیل احمد صاحب سے میری پہلی ملاقات 1978-79ع میں ھوئی ی، جب میں گورنمینٹ اسکول آف ایجوکیشن" شکارپور روڈ سکھر میں PTC کرتا تھا اور میری رھائی ش جے ٹی آئی کے دفتر مہران مرکز سکھر میں تھی!

ایک مرتبہ اللہ والی مسجد بندر روڈ سکھر میں جے ٹی آئی کا ایک پروگرام ھوا تھا، جس میں قاری خلیل احمد صاحب مربی اور خاص مہمان کی حیثیت سے آئے تھے،وہاں ملاقات ھوئی ی تھی یا پھر ہم طلباء وہاں سے فارغ ہو کر خاص طور پر قاری صاحب سے ملنے کے لیے بندر روڈ والی جامع مسجد گئے تھے، جہاں قاری صاٗحب گورنمینٹ کی طرف سے خطیب مقرر تھے!

اس کے بعد قاری صاحب سے باقاعدہ ملاقاتوں اور ملنے کی بار بار سعادت اس وقت ملی، جب میں 1987-88ع سے "تنظیم فکر و نظر سندھ" کی طرف سے منعقد ھونے والے مختلف پروگراموں میں شامل ھونے لگا!

آگے چل کر میں تنظیم کا رکن بنا تو میرا سکھر آنا جانا بڑھ گیا!

"تنظیم فکر و نظر سندھ"، جس کی بنیاد سندھ کی جامعات میں بڑھتی ہوئی "الحادی فکر" کا مقابلہ علمی انداز میں کرنے کی نیت اور منصوبے پر رکھی گئی تھی، اس کے بانی صدر پروفیسر اسد اللہ بھٹو مرحوم تھے!

اس تنظیم کا مرکزی دفتر مینارہ روڈ پر تھا!

پروفیسر بھٹو صاحب روایتی علامہ یا مولانا تو نہ تھے، لیکن جدید اور قدیم نظریات اور اسلامی تعلیمات اور تاریخ اسلام کا خزانہ اپنے اندر سموئے ہوئے تھے!

اندر کے اس خزانہ نے اور اسلامی تعلیمات کی ترویج اور تبلیغ کے جذبے نے کبھی انہیں چین سے سونے نہیں دیا!

اس مقصد کو پانے کے لئے انہوں نے صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم کو اعتماد میں لیا، جس نے اس مقصد کے لیے ایک عالیشان "سندھ اسلامک سینٹر" بنانے کے لیے ایک بہت بڑا پلاٹ بھی دیا اور بہت بڑی رقم بھی دی! اس رقم سے ایک عالیشان مرکز تعمیر ھوا، جہاں بڑی بڑی ملکی اور بین الاقوامی دینی علمی اور ادبی کانفرنسیں ھوتی رہیں! لیکن افسوس کہ ستمبر 1999ع میں اسد اللہ بھٹو صاحب کی وفات کے بعد یہ عظیم اور عالیشان" سندھ اسلامک سینٹر " لالچ، خود غرضی اور انا کی بھینٹ چڑھ گیا! جس جگہ "عظیم الشان سندھ اسلامک سینٹر" کی عمارت تھی اب وہاں شہر کے آوارہ کتے گھوم رہے ھوتے ھیں!

گھر کو آگ لگ گئی، گھر کے چراغ سے!!

پروفیسر اسداللہ بھٹو مرحوم کی حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب سے ایک خاص قسم کی محبت اور عقیدت تھی، اس بنا پر بھٹو صاحب مرحوم آپ کو تنظیم کے پروگراموں میں خصوصی طور پر تشریف لانے کیلئے عرض کرتے تھے. یہی وجہ تھی کہ قاری صاحب اپنے سب پروگرم تبدیل کر کے تنظیم کے ہر پروگرام میں ضرور تشریف لاتے! قاری صاحب اکثر بھورے رنگ کی "جناح کیپ" استعمال کرتے تھے اور کبھی کبھی سفید گول ٹوپی پہنتے، کاندھے پر سفید دھاری دار رومال رکھتے تھے!

جب آپ اس انداز میں عجیب پیاری مسکراھٹ لیے ہوئے مجلس میں تشریف

لاتے تو انہیں دیکھ کر مجلس میں شریک ہر آدمی، واقف ہوتا یا غیر واقف ایک طرح کا روحانی سرور اور حظ حاصل کرتا!

میرے خیال میں آپ خوشامد، لالچ اور خوف کی بیماریوں سے کوسوں دور تھے! یہی وجہ تھی کہ آپ کے خطاب اور تقریر میں کسی طرح خوشامدی لفاظی نہیں ھوتی تھی.

آپ روایتی گلا پھاڑ کر تقریر کرنے مولوی صاحب نہ تھے، بلکہ آپ کا خطاب ایسا ھوتا تھا کہ سننے والا ایک ایک لفظ یاد رکھ سکتا تھا.

کہتے ہیں آپ باقاعدہ درس قرآن دیتے تھے، جو لطائف اور معارف سے بھرپور ایک مثالی درس ھوتا تھا!

آپ ایک بہت ہی بڑی علمی، دینی، سیاسی اور سماجی شخصیت تھے، سکھر شہر کا شاید ھی کوئی دینی، سیاسی، سماجی یا علمی اور ادبی پروگرام ہو، جس میں آپ کو خصوصی طور پر نہ بلایا جاتا ھو!

میں اپنی اس خوش نصیبی پر اللہ تعالی کا شکر گذار ھوں، جس نے مجھ جیسے ایک کم علم سے اپنے ایک صالح بندے کے لئے کچھ الفاظ لکھوائے!!

وہ جو رکھتے تھے خورشید آستینوں میں، کہیں سے
انہیں بلاؤ بڑا اندھیرا ھے!
گذر گئے ہم،
تو زمانے نے بہت یاد کیا!

قابل فخر نسبتوں کے مالک: حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ

تحریر: مولانا حکیم محبوب الرحمٰن قریشی
ایڈیٹر ہفت روزہ نقیب ملت راولپنڈی

آج ہم دنیا کے جس پیٹ میں ہیں یہ انسانی زندگی کا ایک پلیٹ فارم ہے۔ جس کا آغاز ہبوط آدم سے ہوا ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔انسانی زندگی کی ٹرین کے کچھ مسافر دنیا کے پلیٹ فارم پر اترتے ہیں اور کچھ ٹرین پر بیٹھ کر اگلی منزل کی طرف کوچ کر جاتے ہیں۔ دنیا کے پلیٹ فارم پر اترے والے مسافر ہمارے گھروں میں پیدا ہونے والے بچے ہیں اور اس پلیٹ فارم سے انسانی زندگی کی ٹرین پر سوار ہو کر اگلی منزل کی طرف گامزن ہونے والے ہمارے گھروں سے اٹھنے والے جنازے ہیں۔ اور یہ سلسلہ شب و روز جاری رہتا ہے آئے دن لاکھوں انسان اس دنیا میں وارد ہوتے ہیں عدم سے وجود پاتے ہیں اور نیست سے ہست ہو جاتے ہیں، جبکہ لاکھوں انسان اس فانی دنیا کو چھوڑ کر ہست سے نیست ہو جاتے ہیں اور اپنے عارضی اور فانی وجود کی باقیات قبر کی صورت میں چھور کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا کے منظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اسی عادت زمانہ پہ کسی نے کیا خوب کہا

بنایا گیا ہوں مٹایا بھی جاؤں گا
میرا وجود ہی میرے عدم کی دلیل ہے

موت و حیات کا سلسلہ انسانی سماج میں اتنا عام ہے کہ نہ کسی کے آنے معاشرے میں کوئی غیر معمولی ہلچل ہوتی ہے اور نہ کسی بڑے سے بڑے انسان کے اٹھ جانے سے کوئی بھونچال آتا ہے۔ لیکن کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی موت ایک فرد کی شخصی موت نہیں ہوتی بلکہ انسانی معاشرے کے لئے مثل اجتماعی اور جہان کی موت ہوتی ہے۔ نسل انسانی میں ایسے عظیم المرتبت افراد حضرات انبیاء علیہم السلام کے وارثین علمائے حق، علمائے ربانین ہوتے ہیں، جن کے بارے میں مثل زبان زد عام ہے، "موت العالم موت العالم" یعنی ایک عالم دین کی موت ایک فرد کی نہیں بلکہ ایک جہان کی موت ہوا کرتی ہے۔ ایسے ہی خوش بخت لوگوں میں حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ کا شمار ہوتا ہے۔ جو زمانہ قریب میں ہمیں داغ مفارقت دیکر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں سوگواروں کو چھوڑ کر دار الفنا سے دار البقا کی طرف چل بسے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عموماً مرنے والوں کا غم اور جدائی کا

احساس وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتا جاتاہے، لیکن حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ جیسے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی یادوں کے نقوش بہت گہرے ہوتے ہیں، ہر آنے والا وقت ان کی جدائی کے احساس میں اور شدت پیدا کرتا ہے۔

راقم الحروف کی حضرت مرحوم سے شناسائی اور تعلق بہت پرنا ہے اور طویل دورانیے پر محیط ہے۔ بندہ اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالحنان قریشیؒ کی خواہش پر 1986ء میں دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں درجہ اولیٰ میں داخلہ لیااور درجہ اولیٰ سے دورہ حدیث تک مکمل درس نظامی کی تعلیم یہیں حاصل کی فراغت کے متصل بندہ کے انتہائی شفیق اور مہربان استاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمتین حضرو اٹک والوں کے کہنے پر دارالعلوم کے کارپردازان نے شعبہ کتب میں بحیثیت مدرس تقرر کیا یوں مسلسل چودہ سال دارالعلوم تعلیم القرآن میں رہ کر موصوف کو بہت قریب سے دیکھا، چونکہ وہ حضرت شیخ القرآن کے تلمیذ خاص بھی تھے اور ان کے بڑے صاحبزادے اور راقم الحروف کے عظیم استاد حضرت مولانا قاضی احسان الحق کے ہم سبق، سفر و حضر اور درس و تدریس کے رفیق خاص تھے، اس لئے ان کا دارالعلوم میں آنا جانا کثرت سے رہتا تھا۔ دارالعلوم کے تحریکی اجتماعات، جامعہ کے افتتاحی اور اختتامی پروگرامات میں اور اکثر و بیشتر جمعہ کے اجتماعات سے خطاب کیا کرتے تھے۔

ہم نے زمانہ طالب علمی میں انہیں دیکھا جب بھی دارالعلوم آمد ہوتی طلبہ کے حلقہ میں بے تکلفی کے ساتھ گھل مل جاتے طلبہ سے انتہائی شفقت و محبت سے پیش آتے بڑے ہی سادہ اور دلنشین انداز سے زرین پند و نصائح سے ہماری اصلاح فرماتے۔ جب وہ دارالعلوم تشریف لاتے تو قاضی احسان الحقؒ کے مخصوص قہقوں لبریز بڑی ہی زعفرانی مجالس دیکھنے کو ملتی تھیں۔اب قاضی صاحب رہے اور نہ ہی بندھانی صاحب اپنے ساتھ وہ اخلاقی، علمی، اصلاحی، ادبی اور زعفرانی مجالس بھی لے گئے۔

زمیں کھا گئی آسمان کیسے کیسے

بندہ طالب علمی دور میں جمعیت طلبہ اسلام کا سرگرم کارکن تھا۔ان سے ہدایہ پڑھنے کے لئے جب ہم حاضر ہوتے تو مجھے دیکھ کے دور ہی سے کہتے لو بھئی آگیا لیڈر ہمارا پھر ایک زوردار قہقہ لگاتے ان کے قہقہ سے دارالعلوم کے درودیوار پر بھی انبساط کی لہر دوڑ پڑتی۔ حضرت قاضی صاحبؒ مجھے پیار سے لیڈر کہا کرتے تھے۔ دارالعلوم کے شب و روز میں ایک طرف ان کے قہقہ ہوتے دوسری

طرف ہمارے مخدوم ومکرم حافظ ظہور الحق ظہور کے ادبی چٹکلے کسی توشے سے کم نہیں تھے۔ حضرت مولانا عمر حیات ڈیروی کی دل موہ لینے والی مسکراہٹیں اور حضرت شیخ القرآن کے معتمد خاص مولانا عمر حیات المعروف "شیخ الاسلام" کی پشتو آمیزش والی اردو گفتگو جو روٹھوں بھی ہنسا دیتی تھی۔ آج وہ رنگین مجالس عنقاء ہو چکی ہیں۔ بس آنسو بھانے کے لئے کبھی کبھی آنکھیں بند کر کے ہم وہم وگمان میں تخیلات کی دنیا میں وہ مجلسیں سجا لیتے ہیں

یاد ماضی عذاب ہے یا رب!
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا!

حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں گوناگوں صفات حمیدہ سے نوازا تھا۔ درویش صفت، خدامست، اخلاص للہیت کے پیکر اپنے اخلاق میں عاجزی، انکساری، تواضع شرافت، متانت اور وقار کا حسن لئے ہوئے شیخ القرآنؒ کی صحبت اور ان کی فیضان نظر سے توحید و سنت کا پرچار تو گویا ان کی ہر گفتگو کا دیباچہ ہوا کرتا تھا۔ اس سب کے کچھ کے باوجود وہ عظیم نسبتوں کے بھی مالک تھے۔ ایک عالم دین ہونے کے ناطے علوم نبوت کے حامل کیا کوئی معمولی نسبت منصب ہے۔ اور پھر وہ حافظ و قاری بھی تھے۔ ایسے ہی حاملین علوم نبوت اور اہل قرآن کے بارے میں ابن ماجہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

'' ان من الناس مفاتیح للخیر و مغالیق لشر۔ وان من الناس مفاتیح للشر، و مغالیق للخیر، فطوبیٰ لمن جعل اللہ الخیرعلیٰ یدیہ و ویل لمن جعل اللہ الشر علیٰ یدیہ'' (ابن ماجہ)

ترجمہ: انسانوں میں بعض لوگ وہ ہیں جن کے ہاتھوں میں خیر کی کنجیاں اور شر کے تالے ہیں۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جن کے ہاتھوں میں شر کی کجیاں اور خیر کے تالے ہیں۔ خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے خیر رکھ دی ہے اور بربادی ہے ان لوگوں کی جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے شر رکھ دیا ہے۔ گویا آپ علیہ السلام کی نگاہوں میں انسانیت میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں اور دنیا میں خیر کو پھیلاتے ہیں اور شر کو بند کرتے ہیں۔ حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ اس حدیث مبارکہ کا مصداق ہو کر امت کے بہترین افراد ہیں شامل ہو کر ایک عظیم نسبت

رکھتے ہیں۔ان کے اساتذہ پہ نگاہ ڈالیں تو اپنے دور شبلی رحہ اور جنید رحہ نظر آتے ہیں۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحہ، مولانا محمد یوسف بنوری رحہ، مفتی ولی حسن ٹونکی رحہ، مولانا محمد ادریس میرٹھی رحہ، مولانا فضل احمد سواتی رحہ، مولانا محمد احمد تھانوی رحہ، مولانا عبد العلیم جالندھری رحہ، مولانا عبد الہادی رحہ، مولانا غلام مصطفیٰ مرجان رحہ، مولانا منظور احمد چنیوٹی رحہ اور شیخ الحدیث مولانا عبد العزیز فقیر والی رحہ جیسے اکابرین آپ کے اساتذہ تھے۔

آپ کے طالب علمی دور کے ساتھیوں میں جانشین شیخ القرآن قاضی احسان الحق رحہ، مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری، مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا تاج محمد خان راولپنڈی ممبر مرکزی شوریٰ جمعیت علماء اسلام پاکستان اور مولانا حافظ اسحاق رحہ جیسے اکابرین سے آپ کی طالب علمی رفاقت رہی۔۔۔۔۔۔کی بھی ایک طویل فہرست ہے مضمون کی طوالت کے ڈر سے نام نہیں لکھ سکتا۔محاورہ مشہور ہے " درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے" اور استاد کا پھل اس کے شاگرد ہوتے ہیں۔

ایک عظیم شاگرد آپ کے عظمتوں کی جیتی جاگتی تصاویر ہوتی ہیں۔بر صغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کا عظیم تحریکی، جہادی، علمی، ادبی اور حکومتی مرکز دہلی میں رہا ہے۔حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ کی ولادت قاری رحیم بخش کے ہاں 20 جنوری 1945ء کو راجپوت فیملی میں دہلی میں ہوئی۔گویا کہ آپ کا مولد دہلی ہے۔آپ نہ جانے کس وجہ سے بندھانی کہلانے لگے حقیقت میں تو مولانا قاری خلیل احمد دہلوی ہیں۔آپ کی زندگی کے شب و روز پہ ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو آپ قابل فخر نسبتوں کے مالک نظر آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے۔

ہم مرحوم کو ان کی علمی، تدریسی، ملی، تحریکی اور اصلاحی خدمات پر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

خلیل انسانیت
حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی ایک شخصیت ایک کردار

مولانا سلطان محمود ضیاء (اسلام آباد)

ہر ذی روح کو موت کے مرحلے سے گذرنا ہے۔ عالم دنیا میں جو بھی آتا ہے، وہ اپنے اپنے وقت پر عالم برزخ کی طرف روانا ہو جاتا ہے۔ مسلم ہو، غیر مسلم ہو، عالم ہو یا غیر عالم، ولی ہو نبی ہو، کسی نے یہاں رہنا نہیں صرف ایک ذات ہے جو موت سے پاک ہے، اور وہ اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔ جو ازل سے ہے، اور ابد تک قائم رہی گی۔ اللہ تعالیٰ خود موت و حیات کے مالک ہیں۔ وہ زندہ اور طاقت کے ساتھ موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ہر شئے کے لئے فنا ہے، زوال ہے اور موت ہے، موت کا ذائقہ ہر ایک نے چکھنا ہے مگر کچھ افراد کی موت عام نہیں ہوتی، بلکہ ان کی عظمت اور ان کا کردار ان کو ہمیشہ حیات جاویداں کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے، وہ بظاہر دنیا سے چلے جاتے ہیں، لیکن ان کا عمل، ان کی روشنی، ان کا کردار اور ان کی یاد لمحہ بہ لمحہ دیکھنے اور سننے والوں کے ساتھ رہتی ہے۔

ہمارے ممدوح سکھر سے تعلق رکھنے والے، یادگار اسلاف، خلیل انسانیت، استاذ العلماء، فخر قراء، زینت الموحدین، شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ ہیں۔ جو آج سے سات سال قبل 2015ء میں ایک ٹریفک حادثے کا شکار ہو کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، مگر ان کی علمی خدمات اور اخلاقی صفات سے آج بھی ایک جہاں مزین ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت قاری صاحب سے ہمارا تعلق اگرچہ لاشعوری زندگی میں قائم ہوا تھا، مگر پھر شعور کی اتنی بلندیوں تک پہنچا کہ آج ان کا تذکرہ کرتے ہوئے قلم بھی جھوم جاتا ہے۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ نطق نے بو سے میری زبان کے لیئے

1980ء میں جب پہلی بار ہم تعلیم کی غرض سے گھر سے نکلے اور راولپنڈی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار میں داخل ہوئے، اس وقت ہماری عمر صرف دس سال تھی، بچپنہ، لاشعوری اور لاابالی دور تھا، مگر ماحول اور رفقاء انسان کو اچھے میسر ہو جائیں تو پھر یہ سفر خوش اسلوبی سے شعور کی منزلوں تک پہنچ جاتا ہے۔

دارالعلوم تعلیم القرآن چونکہ علماء کا مرجع اور تحریکات کا مرکز تھا اور اس مرکز کے بانی اور روح رواں، اسلام کے شیر، بطل حریت، قاطع شرک و بدعت، فخر علماء، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خاںؒ تھے۔ جہاں آئے روز ملکی اور غیر ملکی شخصیات، علماء کرام، مشائخ عظام، زعماء ملت اور مشاہیر اسلام تشریف لاتے، جن کو دیکھنے، سننے اور خدمت کرنے کا موقع ملتا تھا۔ بچپن اور طالب علمی دور کے ایام میں حضرت قاری صاحب ہماری خاص توجہ کا مرکز اس لئے بھی بنے کہ ان کے بھائی حضرت قاری محمد حفیظ بندھانیؒ صاحب ہماری حفظ قرآن کی کلاس کا امتحان لینے کے لئے تشریف لاتے تھے اور پھر سکھر سے تعلق رکھنے والے حافظ محمد اسلم، حافظ محمد اسحاق اور حافظ عبدالرحمٰن ہمارے کلاس فیلو تھے جو حضرت قاری خلیل احمد صاحب کے رشتہ داروں اور تعلقداروں میں سے تھے۔ ان کی وجہ سے حضرت قاری صاحب جب بھی راولپنڈی تشریف لاتے ضرور ملاقات کا شرف حاصل ہوتا۔ بعد ازاں 1985ء میں جب ہم درس نظامی کی تعلیم کے لئے عالم اسلام کی مایہ ناز یونیورسٹی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پہنچے تو حضرت شیخ القرآن کے اول جانشین حضرت قاضی احسان الحقؒ جو ہمارے ساتھ بڑے بھائیوں جیسی شفقت رکھتے تھے، وہ جب بھی جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لاتے بہر صورت ہمارے پاس تشریف لاتے اور ان کے ہمراہ حضرت قاری خلیل احمد صاحبؒ بھی ہوتے۔ حضرت قاری صاحبؒ سے اس دوران تفصیلی ملاقاتیں اور عقیدت کا رشتہ قائم ہوا جو ہمیشہ قائم رہا۔ اور پھر 1990 سے 1993 تک دعوتی اور جہادی اسفار میں سکھر حضرت قاری صاحب اور ان کے لائق اور قابل فخر جانشین حضرت مولانا قاری جمیل احمد بندھانی سے بارہا ملاقات اور حاضری کا شرف ملتا رہا۔ ہر بار ہم حضرت قاری صاحب کی محبت، شفقت اور علمی مہک سے مستفید ہوتے رہے

حضرت قاری صاحبؒ کا چونکہ تعلیمی، تدریسی، تحریکی اور خاندانی رشتہ شیخ القرآن حضرت

مولانا غلام اللہ خانؒ سے تھا، اس لئے ان کے اندر بھی شرک و بدعات، رسومات و توہمات سے نفرت اور توحید و سنت، اخلاص وللہیت اور دین اسلام کے لئے انتھک محنت اور قربانی کے جذبات بدرجہ اتم موجود تھے۔ جامعہ اشرفیہ سکھر اور مرکزی جامع مسجد کے بلند و بالا مینار آج بھی ان کی عظمت و کردار کی گواہی دے رہے ہیں حق کے راستے میں وہ کبھی جھکے ہیں اور نہ لچک کا مظاہرہ کیا۔ شجاعت، بہادری، دلیری اور اوالعزمی میں وہ اپنے شیخ مولانا غلام اللہ خانؒ کا مزاج رکھتے تھے۔ وہ حقیقی معنوں میں متبع سنت تھے، ان کی چال ڈھال، ان کی گفتار اور ان کا اخلاق واطوار شریعت کے تابع تھا۔

خوش اخلاقی، ملنساری، منکسر المزاجی اور مہمان نوازی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، وہ بلاشبہ خلیل انسانیت، محبوب العلماء تھے اللہ رب العزت ان کو آخرت کے تمام مراحل میں بھی سرفرازی اور کامیابی عطا فرمائے۔

حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی

مولانا خالد الحسینی

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی نشانی ہے کہ علم ختم ہو جائے گا۔ یعنی عالم دنیا سے چلے جائیں گے۔ ایک زمانہ تھا کہ سندھ کا سکھر شہر علم و عرفان کا مرکز تھا۔ سکھر میں بڑے بڑے علماء کرام رہتے تھے۔

حضرت مولانا عبد الرحمٰن سکھر والے اتنے بڑے عالم تھے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی حج پر جا رہے تھے۔ جب سکھر پہنچے تو محض مولانا عبدا الرحمٰن سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت سید تاج محمود امروٹی کو تصوف کی اویسی نسبت مولانا عبد الرحمٰن سے ہی حاصل تھی۔

ایک دفعہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن نے حضرت امروٹی کو بلایا اور اپنے گلے لگا کر فرمایا کہ ہمیں جو حضور ﷺ سے نسبت ملی تھی وہ ہم آپ کے حوالے کرتے ہیں اور ہم عنقریب دنیا سے کوچ کرنے والے ہیں۔ اسی نسبت کی برکت تھی کہ حضرت امروٹی نے ساٹھ ہزار غیر مسلم (ہندوؤں) کو کلمہ شہادت پڑھایا اور اسلام کے اندر داخل فرمایا۔ حضرت مولانا عبد الرحمن کی تو یہ کیفیت تھی کہ جس ہندو کو نظر اٹھا کر دیکھتے تو وہ ہندو مسلمان ہو جاتا تھا۔ حکومت برطانیہ نے حضرت مولانا عبد الرحمن کو اپنے مدرسہ میں نظر بند کیا تھا۔ ایک بار حکومت برطانیہ کا ایک افسر خدمت میں آیا جو گھوڑے پر سوار تھا اور کہنے لگا کہ تم مسلمان اور ہندو ہمارے لئے برابر ہو، تم ہندوؤں کو کیوں تنگ کرتے ہو؟ حضرت نے فرمایا کہ میں کسی کو تنگ یا کسی پر زبردستی نہیں کرتا، میں تو تجھے بھی کہتا ہوں کہ کلمہ پڑھ لو۔ حضرت کا صرف اتنا کہنا تھا کہ اس افسر پر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی، گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور بے ساختہ اس کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔

جب کوئی ہندو حضرت کے سامنے آتا تو آپ اس کو صرف یہ فرماتے کہ کیا یہ خوبصورت بدن اس لائق ہے کہ جہنم کا ایندھن بنے؟ اس لئے پڑھ ''لا الہ الا اللہ'' وہ اسی وقت مسلمان ہو جاتا تھا۔

ماضی قریب میں بڑے بڑے علماء کرام تشریف لائے، جن میں حضرت مفتی عبدالکریم سکھروی، حاجی محمد سچل مرید خاص حضرت امروٹی و حضرت ہالیجوی، حضرت مولانا احمد تھانوی،

حضرت مولانا محمد مراد، حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ بخاری، ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی، حضرت قاری محمد اسماعیل اور حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی قابل ذکر ہیں۔ اللہ پاک نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ خوش اخلاق، ملنسار، ہر ایک کا ہمدرد، مہمان نواز۔ آپ کی خدمت میں کوئی کسی کام کے لئے آتا تو حتی الامکان اس کے کام آنے کی کوشش کرتے۔ خیر الناس من ینفع الناس کے مصداق تھے۔

آپ تقسیم ہندوستان سے پہلے ۱۹۴۰ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان نے ہندوستان سے ہجرت کرکے سکھر سندھ میں آکر سکونت اختیار کی۔ آپ نے ابتدائی کتابیں جامعہ اشرفیہ سکھر میں پڑھیں۔ اعلی تعلیم کے لئے آپ حضرت مولانا غلام اللہ خان کی خدمت میں راولپنڈی تشریف لے گئے۔ وہاں پر آپ نے اپنی تعلیم مکمل کی۔ فراغت کے بعد آپ اٹک کی مرکزی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ جب جامعہ اشرفیہ سکھر کے مہتمم حضرت مولانا محمد احمد تھانوی ضعیف العمر ہوگئے تو جامع مسجد بندر روڈ سکھر کی خطابت کے لئے حضرت قاری صاحب کو اٹک سے بلوایا۔ سکھر تشریف لانے کے بعد آپ جامع مسجد بندر روڈ کے خطیب اور جامعہ اشرفیہ کے ناظم اور مدرس رہے۔ آخری عمر تک مسجد اور جامعہ اشرفیہ سے وفاداری کے ساتھ وابستہ رہے۔ جامعہ اشرفیہ کے لئے آپ کی خدمات کو ہمیشہ سنہری الفاظ میں لکھا جائے گا۔

آپ نے جامعہ اشرفیہ کے لئے سندھ سے بہترین، چیدہ چیدہ اور تجربہ کار اساتذہ کی خدمات حاصل کیں اور انہیں جامعہ اشرفیہ لے آئے۔ جن میں فاضل دیوبند حضرات مولانا قطب الدین ہالیجوی، فاضل دیوبند حضرت مولانا عبدالہادی میمن ٹھیڑی شریف، میرے والد محترم فاضل دیوبند حضرت مولانا عبدالحئی الحسینی شامل ہیں۔

عجیب اتفاق کہ یہ تین بزرگ جامعہ اشرفیہ میں تدریس کے دوران ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ جب حضرت والد صاحب کا بطور شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ میں تقرر ہو رہا تھا تو یہ سارے حضرات گول مسجد سکھر میں تشریف فرما تھے۔ اسی دوران بطور خوش طبعی کے مخاطب ہوکر حضرت والد صاحب نے قاری خلیل احمد بندھانی کو فرمایا کہ قاری صاحب! جو بھی مدرس دارالہدی ٹیڑھی کو چھوڑ کر جامعہ اشرفیہ آتا ہے، وہ اِدھر مرنے کے لئے آتا ہے اور میں بھی اِدھر مرنے کے لئے آیا ہوں۔ خدا کی قدرت اسی سال کے آخر میں جامعہ اشرفیہ میں حضرت والد صاحب نے صحیح بخاری پڑھاتے

ہوئے انتقال فرمایا۔ حضرت قاری صاحب جب حضرت والد صاحب کی تعزیت کے لئے ہمارے گاؤں تشریف لائے تو ان کے ساتھ حضرت مولانا غلام اللہ خان کے صاحبزادے مولانا اشرف علی بھی تھے۔ حضرت قاری صاحب نے تعزیتی تقریر کے دوران فرمایا کہ تمہارا تو والد فوت ہوا ہے لیکن حضرت شیخ الحدیث کی وفات سے ہمارا تو گلشن اجڑ گیا۔ جب حضرت قاری صاحب سے ملاقات ہوئی تو آپ مجھے فرمایا کرتے کہ مولانا خالد ! آپ کے والد مجھے بہت یاد آتے ہیں۔

دو تین سال پہلے حضرت قاری صاحب نے دل کا بائی پاس کرایا تھا۔ اس موقع پر بندہ مولانا محمد حسین ناصر مبلغ ختم نبوت سکھر کے ساتھ عیادت کے لئے جامع مسجد خدمت میں حاضر ہوا۔ دوران گفتگو فرمایا کہ آپ کے والد محترم کی عمر کتنی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت والد صاحب کی مسنون عمر ۶۳ سال تھی۔ اس پر فرمانے لگے کہ جب میری عمر ۶۳ سال کو پہنچی تھی تو میں نے دل میں کہا تھا کہ اگر مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہو تو اور کیا چاہئے ؟ لیکن ''فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ'' (الاعراف) ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر کر رکھا ہے۔

وفات کے دن حضرت قاری صاحب تھر کے علائقے میں امداد دینے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے واپس ہوتے ہوئے ضلع بدین میں ونگو موڑ پر گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، جس میں حضرت قاری صاحب کی وفات ہو گئی۔ آپ نصف صدی تک قرآن وسنت کی تعلیم دیتے ہوئے ۲۴ فروری بروز منگل کو رات ۹ بجے کے قریب اللہ رب العزت کے ہاں حاضر ہو گئے۔

(یہ مضمون ماہنامہ لولاک ملتان میں شائع ہوا ہے)

حضرت مولانا قاری خلیل احمد

مولانا اللہ وسایا

مولانا قاری خلیل احمد بندھانی سکھر میں ۲۴ فروری ۲۰۱۵ کو وصال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون!

مولانا خلیل احمد جناب قاری رحیم بخش صاحب کے ہاں ۲۰ جنوری ۱۹۴۷ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ قاری خلیل احمد کے داداحاجی وزیر خان جودھپور راجھستان کے علاقہ سے دہلی آکر آباد ہوئے تھے۔ یہ راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ راجپوت برادری کے وہ کڑیل بہادر جوان جو سیلاب کے موقعہ پر بڑی مہارت اور چابکدستی سے بند باندھتے تھے وہ گے چل کر بندھانی کہلائے، ورنہ اصل میں یہ راجپوت برادری ہی ہے۔

پاکستان بننے کے بعد ان کا خاندان دہلی سے سکھر آکر آباد ہوا۔ قاری خلیل احمد نے اپنے والد گرامی قاری رحیم بخش سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ ۱۹۵۷ء میں جامعہ اشرفیہ سکھر میں داخل لیا۔ فارسی کی کتابیں مولانا محمد احمد تھانوی بانی جامعہ سے پڑھیں۔ صرف و نحو کی تعلیم یہیں اشرفیہ میں ہی مولانا عبدالحلیم صاحب سے حاصل کی۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب سے آپ کے خاندان کے دیگر حضرات کی طرح آپ کے والد قاری رحیم بخش صاحب کے بھی بہت اچھے تعلقات تھے۔ اسی تعلق پر ۱۹۶۱ء میں جاکر تعلیم القرآن راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ یہاں آپ نے مولانا عبدالہادی، مولانا عبدالرشید ہزاروی، مولانا غلام مصطفی مرجانی ایسے حضرات سے تین سال اکتساب علم کیا۔ تلہ گنگ کے معروف قاری محمد افضل صاحب سے یہیں راولپنڈی میں قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۴/۶۵ء میں ضلع اٹک کے گاؤں مرجان میں عربی ادب کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۶۶ میں جامعہ عربیہ چنیوٹ میں معروف عالم و مناظر حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی کے ہاں فاضل عربی کی تیاری کے لئے کچھ عرصہ پڑھتے رہے۔

۱۹۶۷ء میں جامعہ قاسم العلوم فقیر والی میں ضلع اٹک کے نامور بزرگ عالم دین اور معروف استاذ الاساتذہ مولانا عبدالقدیر صاحب کے ہاں درجہ مشکواۃ کی تعلیم حاصل کی اور پھر ۱۹۶۸ میں دورۂ حدیث شریف جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے کیا۔ مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا

سید محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی ولی حسن، مولانا محمد ادریس میرٹھی، مولانا فضل محمد سواتی، مولانا سید مصباح اللہ شاہ، مولانا بدیع الزمان جیسے یگانہ روزگار حضرات سے شرف تلمیذ حاصل ہوا۔ اسی سال حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مصر سے فراغت حاصل کر کے آئے تو تقریب الراوی اور العبرات ودیگر کتابیں آپ سے پڑھیں۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے صاحبزادہ مولانا قاضی احسان الحق بھی آپ کے ہم سبق تھے اور یہ ایسی جوڑی تھی جو ہدایت النحو سے دورۂ حدیث شریف تک ساتھ رہی۔ جہاں گئے ایک ساتھ گئے۔ ایک ساتھ پڑھے اور ایک ساتھ فراغت حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد دورہ تفسیر حضرت شیخ القرآن کے پاس کیا۔ اگلے تعلیمی سال کے آغاز میں مولانا قاضی احسان الحق اور مولانا قاری خلیل احمد ایک ساتھ دارالعلوم تعلیم القرآن میں مدرس مقرر ہوگئے۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت شیخ القرآن کا آبائی ضلع اٹک تھا، وہاں مرکزی جامع مسجد کی خطابت کی جگہ فارغ ہوئی۔ ۱۹۷۳ء میں حضرت قاری خلیل احمد کو اٹک کی مرکزی جامع مسجد کا حضرت شیخ القرآن نے خطیب بنادیا۔ مولانا قاری خلیل احمد یہاں پر خطیب تھے تو تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ سے چلی جس میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ اس زمانہ میں اٹک میں جناب محمد عابد حسین صدیقی صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں فعال تھے۔ جب کہ قاری خلیل احمد نے آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت اٹک کی قیادت کے فرائض سرانجام دیے۔ حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی کی سرپرستی سے اتحاد بین المسلمین کی ایسی فضا قائم ہوئی کہ چاروں مسالک اس تحریک میں بنیان مرصوص کی طرح یکجا نظر آنے لگے۔ ۱۹۷۵ء میں مولانا قاری خلیل احمد کے والد گرامی کا وصال ہوگیا تو پھر گھریلو ذمہ داریوں کے باعث حضرت شیخ القرآن کے حکم پر اٹک سے سکھر منتقل ہوگئے۔

حضرت قاری صاحب کے والد صاحب مرحوم کی تعزیت کے لئے مولانا قاری خلیل احمد کے گھر حضرت مولانا محمد احمد تھانوی بانی جامعہ اشرفیہ تشریف لائے تو اپنے شاگرد قاری خلیل احمد سے فرمایا کہ میاں تم نے سکھر سے باہر بہت دین کی خدمت کی ہے، سکھر کا بھی آپ پر حق ہے آپ یہاں خطابت اور جامعہ اشرفیہ میں ہی تدریس کریں۔ چناچہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کی اجازت، مولانا محمد احمد تھانوی کے انتخاب لاجواب سے ایسی مقبولیت کے آثار ظاہر ہوئے کہ چالیس سال بعد یہیں سے آپ کا جنازہ اُٹھا۔

مولانا محمد احمد تھانوی کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادہ کو جامعہ اشرفیہ کا ناظم اعلیٰ مقرر کردیا گیا۔ مولانا قاری خلیل احمد صاحب نے جامعہ اشرفیہ کی نظامت، جامع مسجد بندر روڈ کی امامت و خطابت، شعبان و رمضان شریف میں دورہ تفسیر کی کلاس ایسے اہم شعبوں کو ایسے کامیاب طور پر چلایا کہ پورا شہر عش عش کر اُٹھا۔ آپ بیک وقت خطیب، مدرس، شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر اور خادم دین تھے۔ مولانا قاری خلیل احمد اٹک میں ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت فرماتے رہے۔ سکھر تشریف لائے تو اس تعلق کو نہ صرف بحال رکھا بلکہ اور مستحکم کیا۔ سکھر عالمی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ رہے اور پھر الحاج فرزند علی کی وفات کے بعد مرکزی مجلس شوری کے ممبر بنے۔ تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں آپ نے مثالی کردار ادا کیا۔ جرأت و بہادری اور دلعزیزی کی وہ روایات قائم کیں جو آپ کی شخصیت کی پہچان کا روپ دھا گئیں۔ مولانا قاری خلیل احمد کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ سکھر مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا مفتی محمود، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا تقی عثمانی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام اللہ خان، مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا ضیاء الحق قاسمی □ جیسے اکابر علماء یہاں تشریف لاتے رہے۔

مولانا قاری خلیل احمد سے سکھر کے ہر خورد و کلاں نے محبت و احترام کا رشتہ جوڑا ہوا تھا۔ مولانا قاری خلیل احمد ہر سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر پر تشریف لایا کرتے تھے۔ ظہر کے بعد پہلے دن آپ کا آخری سے پہلا بیان ہوتا تھا۔ آپ جمعرات کو صبح تشریف لاتے۔ اسی دن شام واپسی کر کے جمعہ سکھر جا پڑھاتے۔ تمام تر سفر کی زحمت کے باوجود بڑی استقامت کے ساتھ اس روایت کو قائم رکھا۔ خوب یاد ہے کہ ایک سال برطانیہ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں آپ نے ایسا مثالی خطاب کیا کہ تمام خطباء کی خطابت ماند پڑ گئی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے دست و بازو تھے۔ ہر سال بلاناغہ سالانہ مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں تشریف لاتے تھے۔ اپنی مسکراہٹوں اور دلآویز شخصیت سے پورے ماحول کو خوشگوار بنائے رکھتے تھے۔

اس سال حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کا وصال ہوا تو بہت دل گرفتہ تھے۔ حضرت لدھیانوی نے وصال سے قبل عالمی مجلس ختم تحفظ نبوت کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس طلب کر رکھا تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی مقرر کردہ تاریخ پر حسب پروگرام مجلس

شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔

مرکزی مجلس شوریٰ نے بالاتفاق حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکزی امیر منتخب کیا تو قاری خلیل احمد بار بار عشق و مستی میں جھوم جھوم کر فرماتے تھے کہ میرے استاذ حضرت ڈاکٹر صاحب عالمی مجلس کے امیر بن گئے۔ یہ حضرت قاری صاحب مرحوم کی اساتذہ کرام کے ساتھ بھرپور محبت کی وہ انمٹ ادا تھی جو بھلائی نہیں جاسکتی۔

مولانا قاری خلیل احمد حضرت شیخ القرآن کے نامور شاگرد تھے اور پھر رشتہ داری بھی ہوگئی کیونکہ مولانا حضرت شیخ القرآن کی پوتی اور مولانا قاضی احسان الحق کی صاحبزادی قاری خلیل احمد کی بہو بنیں۔ اس تعلق کے باعث وہ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے حلقہ اور حضرت شیخ القرآن کے متوسلین میں یکساں مقبول ہوئے تھے۔ مگر فقیر راقم گواہ ہے کہ میں نے قاری خلیل احمد کو آپ ﷺ کے روضہ اقدس پر جالیوں کے سامنے بلکتے سسکتے بچوں کی طرح گریہ کرتے دیکھا ہے اور فقیر راقم سے خود حرم مدینہ مسجد نبویؐ میں قاری خلیل احمد نے فرمایا کہ میرے حضرت شیخ القرآن بھی اس طرح روضہ اقدس پر والہانہ وارفتگی کے عالم میں صلوٰۃ و سلام پڑھتے تھے۔ اس پر انہوں نے مدینہ طیبہ کے بہت دوستوں کے نام بھی بتائے جو اس واقعہ کے عینی گواہ تھے۔

غرض قاری خلیل احمد ہوں یا حضرت شیخ القرآن دونوں حضرات جہاں عقیدہ توحید کے علمبردار تھے وہاں وہ عشق رسالت مآب ﷺ میں غرقابی کے مقام پر فائز تھے۔ قاری خلیل احمد سکھر سے تھر کے فاقہ زدوں کی امداد لے کر گئے۔ امداد تقسیم کی، واپس ہوئے تو راستہ میں حادثہ کا شکار ہوگئے۔ معمولی زخم آیا تھا، ہسپتال جارہے تھے، دل کے مریض تھے، دل کا عارضہ ہوا اور راستہ میں جان اللہ رب العزت کے سپرد کردی۔

خدمت خلق میں مال لٹانے کے ساتھ ساتھ جان بھی وار کر فارغ ہوگئے۔ رہے نام اللہ تعالیٰ کا۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے۔ عجیب آزاد مرد تھا۔

(یہ مضمون ماہنامہ لولاک ملتان میں شایع ہوا ہے)

مولانا خلیل احمد صاحب۔۔۔جو میں نے دیکھا

مولانا ریاض محمد بٹگرامی
رئیس دارالافتاء دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

(چند روز قبل سکھر صوبہ سندھ سے مولانا چوہان سلیم اللہ سندھی صاحب کا فون آیا، اپنا تعارف کروانے کے بعد فرمایا کہ میں حضرت مولانا خلیل احمد بندھانی رحہ کی سوانح حیات لکھ رہاں ہوں، کافی کام ہو چکا ہے، آپ کا بھی حضرت سے تعلق رہا ہے، لہذا آپ بھی حضرت کے بارے میں کچھ مضمون لکھ دیں بندہ تہی دامن ہے، پاس لکھنے کو کچھ نہیں، مولانا چوہان صاحب کو میں عذر پیش کر سکتا تھا، لیکن حضرت مولانا قاری خلیل احمدؒ کا خوبصورت اور وجیہ چہرہ سامنے آگیا۔ دل میں سوچتا رہا کہ اس چہرے کو کیا جواب دوں گا؟ اس لئے چند ٹوٹے پھوٹے جملے اور چند بے ربط باتیں لکھ رہا ہوں)

بندہ ناچیز گذشتہ 22 سال سے دارالافتاء دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی سے منسلک ہے، دارالعلوم تعلیم القرآن صرف راولپنڈی، اسلام آباد ہی نہیں بلکہ یوں ملکی تحریکات کا مرکز رہا ہے۔ ہر باطل فرقہ کے خلاف یہاں سے آواز اٹھی ہے۔ یہ ایک تحریکی جامعہ ہے، اس سلسلہ میں بڑے بڑے مشائخ واکابر یہاں تشریف لاتے رہے ہیں، اور ہم جیسے ان کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے ہیں۔ سب کا مزاج اور طریقہ مختلف ہوتا ہے، ہر پھول کی الگ خوشبو ہوتی ہے۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف

بندہ ناچیز نے بعض علماء و مشائخ کو بہت خلیق اور اعلیٰ صفات والا پایا، ان میں حضرات بہت نمایاں ہیں، حضرت مولانا قاری خلیل احمد سکھرویؒ شیخ التفسیر مولانا امان اللہ واں بھچراں جو ہر سال دارالعلوم تعلیم القرآن میں دورہ تفسیر پڑھاتے رہے ہیں۔

بائیس سال سے جب دارالعلوم تعلیم القرآن میں افتاء کا سلسلہ شروع کیا تو چند دنوں بعد دارالافتاء میں جو حوصلہ افزائی کے لئے ایک پر کشش شخصیت وارد ہوئی۔ بہت باوقار، بلند ہمت،

روشن چہرہ، اخلاق حسنہ کے مالک، اپنا تعارف کرایا، نہایت ہی سلیقہ دلیل اور پر مغز باے یں کیں۔اس شخصیت کا نام حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ تھا۔اس کے بعد جب بھی حضرت راولپنڈی تشریف لاتے تو ملاقات ہو جاتی، حضرت کی بہت بڑی خوبی تھی کہ مجھ جیسوں سے ملاقات کرنے لئے دارالافتاء بھی آجاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گہرے علم سے نواز تھا، مدلل علمی گفتگو فرماتے تھے،ایک فقہی مسئلہ میں آپ سے مشاورت اور مصالحت رہی۔اس وقت آپ کے علمی ذوق کا اندازہ ہوا،آپ کا خاندان راجپوت ہے، لیکن بندھانی سے مشہور ہوئے،اس کی وجہ خود بتاتے تھے کہ ہمارے خاندان کے لوگ طاقتور، دراز قد اور جسیم شحیم تھے، طوفان و سیلاب کے موقعہ پر بند باندھا کرتے تھے اس وجہ بندھانی کہلائے، آپ رحہ نے بھی موقعہ پر دین کی پشت پناہی کی اور ہر قسم کے فتنوں کے ت مقابل میں بند باندھااور تحریک میں حصہ لیا،اس طرح اپنے خاندان کی صفت کو آگے بڑھایا،اور آپ کی اولاد بھی ہمہ تن دین خدمت میں مشغول ہے، چاروں بیٹے دینی تعلیم سے آراستہ ہیں اور مختلف دینی اداروں میں دین کی خدمت کر رہیے ہیں۔

مولانا خلیل احمدؒ نفیس مزاج، ملت اسلامیہ کے جید عالم دین، مجاہد ختم نبوت، علم و عرفان کے شناور، ہمہ گیر شخصیت تھے۔

آپ نے فارسی کی ابتدئی کتب سکھر میں پڑہیں، پھر آپ کے والد قاری رحیم بخشؒ آپ کو شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کے حوالے کردیا۔ آپ نے درجہ رابعہ تک دارالعلوم تعلیم القرآن میں پڑھا۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے فراغت حاصل کے بعد چار سال تک تک دارالعلوم تعلیم القرآن میں تدریس بھی کی،اس طرح آپ دارالعلوم تعلیم القرآن کے متعلم بھی تھے، معلم بھی،

خانوادہ شیخ القرآن کے ساتھ آپ کا علمی تعلق تو تھا ہی، یہ ربط اتنا بڑھا کہ دونوں خاندانوں کے درمیان رشتہ تعلق بھی بن گیا، حضرت مولانا قاضی احسان الحقؒ کی صاحبزادی حضرت قاریؒ کی بہو ہیں، حضرت قاری صاحب اس قربت کی بہت قدر کی اور ہر غمی خوشی میں سکھر سے راولپنڈی

تشریف لاتے۔

نیز آپ دار العلوم تعلیم القرآن سے آخری سانس تک وابستہ رہے۔ اور بہت ہی وفاداری کا ثبوت دیا۔

25 فروری کو جامعہ دار العلوم تعلیم القرآن کے دفتر سے یہ خبر موصول ہوئی کہ سرمایہ امت، مجاہد ختم نبوت، حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت سندھ تھرپارکر مٹھی میں مستحقین کے تعاون اور امداد کے سلسلے میں تشریف لے گئے تھے۔ گاڑی کو حادثہ پیش آیا، آپ صرف زخمی تھے، بعد میں دل کے دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا قاری خلیل احمدؒ

پروفیسر ڈاکٹر عبدالستار انصاری
سابق رئیس کلیۃ الاسلامیۃ جامعہ السندھ جام شورو

کوئی تین چار ماہ پہلے یہ اندوھناک خبر اخباروں کی زینت بنی کہ سکھر کے معروف و مشہور عالم دین اور جامع مسجد سکھر کے خطیب مولانا قاری خلیل احمدؒ انتقال کر گئے۔ اناللہ واناالیہ راجعون

جس پر "شریعت" والوں نے اپنے تعزیتی اداریہ میں لکھا کہ سکھر ایک جامع اور ہر دلعزیز شخصیت سے محروم ہو گیا۔ میں شریعت والوں سے معذرت کے ساتھ علی الوجہ البصیرۃ کہتا ہوں کہ نہ صرف سکھر بلکہ پورا ملک اور پاکستان مولانا مرحوم کی جامع شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ مرحوم چھوٹی لیول عالم نہ تھے، بلکہ وہ بہت بڑے آدمی اور عالم با عمل تھے اور بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ وہ ایک شعلہ بیاں خطیب، توحید و سنت کے داعی، شرک و بدعت کے قاطع اور فرق باطلہ کے خلاف شمشیر برہنہ تھے۔ خصوصا شیعت و رفض کے خلاف بھرپور جدوجہد کی۔ میں بغیر مبالغہ کے دیانتداری سے کہتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی میں، قاری صاحب جیسا عالم، مجاہد، بیباک اور نڈر مبلغ نہیں دیکھا۔ جرئت و بیباکی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ وہ حق گو تھے اور کسی مصلحت سے کام نہیں لیتے تھے۔ اگر مگر چونکہ چنانچہ سے ان کو چڑ تھی۔ اور منافقت سے نفرت تھی۔

مولانا قاری خلیل احمد صاحب مرحوم اپنی ساری زندگی اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ زندگی کے کٹھن دور میں، انہوں نے خطرات سے بے نیاز ہو کر دین کی خدمت کی۔ وقت کے بڑے بڑے فرعونوں سے ٹکر لی۔ اور کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ کسی بھی قسم کی مخالفت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ گویا لایخافون لومۃ لائم کی عملی تصویر تھے۔

مرحوم قاری صاحب، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے انتہائی معتمد شاگرد تھے۔ کچھ اسی حوالے سے قاری صاحب کا میرے ساتھ نہایت مشفقانہ تعلق تھا۔ جب سکھر اسلامیہ کالج میں،

میں نے انجمن رد مدودیت قائم کی تو مجاہد ملت مولانا غالم غوث ہزاروی، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور دوسرے اکابرین علماء میرے رہنمائی اور معانت فرماتے تھے۔اسی وجہ سے بھی مولانا قاری خلیل احمد صاحب مجھ سے محبت اور شفقت فرماتے تھے۔اور ہر وقت میری ہمت افزائی فرماتے تھے۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتاہے کہ میرے ایک شاگرد، سندہ یونیورسٹی میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کی دینی خدمات کے عنوان پر، میری زیر نگرانی پی۔ایچ ڈی کر رہے تھے، تو میں نے ان کو قاری صاحب کے پاس پاس اس لئے بھیجا تاکہ شیخ القرآن سے متعلق ضروری معلومات حاصل کی جائیں۔ قاری صاحب اس سلسلہ میں بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، بہت مفید معلومات مہیا فرمائیں۔ یہ ان کا اخلاق و کردار تھا کہ ہر کوئی ان سے والہانہ محبت کرتا تھا۔

بلاشبہ ملت اسلامیہ ایک جید عالم دین، مجاہد فی سبیل اللہ، بیباک مبلغ سے محروم ہوگئی ہے۔ حق تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین۔

محسن مدارس

مولانا شفیع محمد اجن مہتمم مدرسہ دارالعلوم اویسیہ سکھر

حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ صاحب دل عالم دین تھے، آپ جود و سخا کے پیکر تھے، ان کی فیاضی سے دینی مدارس کے ساتھ اہل خیر حضرات متوجہ ہوا کرتے تھے، آپ محسن مدارس تھے، ان کی جاری کردہ تصدیق کو تمام اہل خیر حضرات قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت قاری صاحب رحہ کی خوبیوں میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ دینی مدارس کے لیے سیسہ پلائی دیوار بنے ہوئے تھے۔ دینی مدارس کے لیے جب بھی براوقت آتا تھا تو حضرت قاری صاحب بیدار ہو جاتے تھے۔ سر گرم ہو جاتے جب تک دینی مدارس کے لیے کوئی خوشگوار فضا قائم نہ ہوتی تب تک آپ خاموش نہیں بیٹھتے۔

حضرت قاری خلیل احمد بندھانی رحہ سکھر کی مرکزی جامع مسجد بندر روڈ کے خطیب اور جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث کے ساتھ ساتھ ناظم اعلی بھی تھے۔ اور جامع مسجد میں اپنے استاذ محترم شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحہ کی طرز پر دورہ تفسیر پڑھاتے، اور رمضان المبارک میں تراویح کے بعد اپنے استاذ شیخ القرآن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے روزانہ قرآن پاک کا خلاصہ بیان فرماتے تھے۔ لوگ جوق در جوق حضرت قاری صاحب کا خلاصہ سننے کے لیے دور دراز سے تشریف لاتے تھے۔

اللہ تعالی حضرت قاری صاحب کے درجات کو بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

دعاؤں کا ثمرہ تھا

مولانا حافظ رحیم بخش انڈھڑ

زمین کی رونق چلی گئی ہے۔ افق پہ مہر مبین نہیں
تیری جدائی سے مرنے والے۔ وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے

سندھ کی سرزمین کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اعزاز عطا کیا ہے، کہ سرزمین سندھ پر لاکھوں علماء، صلحاء اور ادیب گذرے ہیں۔ ان میں میرے استاد محترم حضرت مولانا قاری خلیل احمد بن قاری رحیم بخش بندھانی بھی ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔

قاری خلیل احمد بندھانیؒ کی ولادت 20 جنوری 1945ء کو دہلی میں ہوئی۔ قاری خلیل احمد بندھانیؒ کا تعلق راجپوت قبیلہ سے تھا۔

ابتدائی تعلیم

قاری خلیل احمد بندھانیؒ نے پرائمری نئوں پنڈ سکھر سے حاصل کی، قرآن کریم کی تعلیم اپنے والد گرامی جناب قاری رحیم بخشؒ سے حاصل کی۔ بارہ سال کی عمر میں اپنے والد گرامی کے ہاں قرآن کریم حفظ کرنے بعد عربی تعلیم کے حصول کے لئے جامعہ اشرفیہ سکھر میں داخلہ لی۔

ماں کی دعا

ابتدائی تعلیم کے دوران حضرت قاری صاحب کو کھیلنے کودنے کا بہت شوق تھا۔ پڑھائی میں دلچسپی نہیں تھی، ماں کو معلوم ہوا تو ان کو فکر دامن گیر ہوا، کہ میرا بچہ علم کی دولت سے محروم نہ ہو جائے، حضرت قاری صاحب کی والدہ اپنے بیٹے کے لئے اللہ سے دعا مانگی کہ یا اللہ میرے بیٹے کو علم کے طرف مائل فرما، ماں کی دعا نے کام دیکھایا۔ اور حضرت قاری صاحبؒ پڑھنے سے دل لگ گئی اور محنت ولگن سے پڑھنے لگا۔

حصول تعلیم کے لئے پہلا سفر

سترہ سال کی عمر میں حصول علم کے لئے حضرت قاری صاحب نے راولپنڈی کی طرف پہلا سفر کیا۔

مدرسہ دارالعلوم تعلیم القران راجہ بازار کے مدرسے میں داخلہ لیکر پڑھائی شروع کی۔

سائیں حماد اللہ ہالیجوی ؒ کی دعا

حضرت قاری صاحب ؒ کو دوران پڑھائی میں اسباق کے یاد کرنے میں دشواری ہوا کرتی تھی، حضرت قاری صاحب ؒ نے اس کی شکایت اپنے والدین سے کی، قاری صاحب ؒ کے والد گرامی نے قاری صاحب کو وقت کے جنید، قطب الاقطاب حضرت مولانا سائیں حماد اللہ ہالیجوی ؒ کے ہاں لے گئے، حضرت سائیں حماد اللہ ہالیجوی ؒ کو نسیان و بھولنے کی شکایت کی۔ حضرت سائیں حماد اللہ ہالیجوی ؒ نے دعا بھی فرمائی اور وظیفہ بھی دے دیا۔ ہر نماز کے بعد اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر "یا قوی" پڑھا کر۔ حضرت قاری صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سائیں حماد اللہ ہالیجوی ؒ کی دعا کی برکت سے آج بھی میری یادداشت ٹھیک ہے، اور میری عمر ستر سال کے قریب ہے لیکن اس دعا کی برکت سے میرا حافظہ مظبوط ہے۔

3 سال راولپنڈی میں پڑھنے کے بعد 1964ء میں گجرات کے مشہور عالم دین قاضی احسان الحق کے مدرسے، مدرسہ حسینیہ میں داخلہ لیکر وہاں پڑھائی شروع کردی۔ دو سال قاضی احسان الحق کے مدرسے، مدرسہ حسینیہ میں تعلیم حاصل کرنے بعد چنیوٹ کے مشہور عالم دین حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ؒ کے مدرسے میں داخلہ لیکر وہاں حصول تعلیم میں مصروف ہوگئے۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ؒ کے مدرسے میں ایک سال تک پڑھے۔ اس کے بعد مدرسہ عربیہ قنیر والی ضلع بہاولپور میں تعلیم حاصل کی۔ آخری سال دورہ حدیث پاکستان کے بہت بڑے ادارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں اپنی تعلیم کی تکمیل فرمائی، 1968ء میں فراغت حاصل کی، جبکہ حضرت قاری صاحب نے اسی ادارے میں اگلے سال دورہ حدیث کے اسباق کا سماع کیا۔ یوں حضرت قاری صاحب کا طالب علمی کا دور 1969ء کو ہی پورا ہوا۔

تدریس کا آغاز

1970ء میں اپنے استاد محترم حضرت مولانا غلام اللہ خان کے حکم پر اپنے ہی مادر علمی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی بطور مدرس تعلیمی سرگرمی میں اپنا قدم رکھا۔

حج کی سعادت

1972ء میں حضرت قاری صاحب ؒ کو حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

خطابت کا آغاز

1973ء میں اٹک کی جامع مسجد میں خطیب کی حیثیت سے تقرر ہوا، خطابت کے ساتھ مدرسے مدرس بھی تھے۔

سکھر میں آمد

1975ء میں مدینہ مسجد (جس کے بانی مولانا عبدالرحمٰن سکھروی تھے) وہاں امامت کی ذمیواری سنبھالی۔

جامعہ اشرفیہ میں تدریس

1975ءمیں جامعہ اشرفیہ سکھر میں مدرس مقرر ہوئے۔

باپ کی جدائی کا صدمہ

1975ءمیں حضرت قاری صاحبؒ کے والد گرامی قاری رحیم بخش وفات پاگئے۔

باپ کی خواہش کو پورا کرنا

حضرت قاری صاحبؒ کے والد گرامی اوران کے استاد حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کی خواہش تھی کہ قاری صاحبؒ جامع مسجد بندر روڈ سکھر میں خطیب بنے۔1975ءمیں حضرت قاری صاحبؒ کو جامع مسجد میں بحیثیت خطیب مقرر ہوئے۔لیکن والد صاحب کی وفات کے بعد

قرآن مجید کے تفسیر کا آغاز

1978ءسے آخری زندگی تک جامع مسجد بندر روڈ سکھر میں تعطیلات میں اپنے استاد محترم مولانا غلام اللہ خانؒ کی طرز پر دورہ تفسیر پڑھاتے تھے۔ 1984ء میں جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم بنے۔

سفر آخرت

25فروری 2015ء کو حیدرآباد کے قریب ایکسیڈنٹ ہوا تھا، جس میں حضرت قاری صاحبؒ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اللہ پاک کو پیارے ہوگئے۔انااللہ واناالیہ راجعون۔

حضرت قاری صاحبؒ کی اولاد میں چار بیٹے اور چار بیٹیاہیں۔ سکھر شہر کا جید عالم دین چمکتا دمکتاستارہ، علم وحکمت کا آفتاب، تواضع واعتدال کا نمونہ، حضرت قاری صاحبؒ انتہائی نڈر، دلیر بے

باک اور خطابت کے میدان میں شعلہ بیان و شیریں زبان کے مالک تھے۔ پورے ملک میں شعلہ بیانی فصاحب و بلاغت میں کافی پذیرائی ملی تھی۔

حضرت قاری صاحبؒ ایسی ہر دلعزیز شخصیت تھی، جنہوں نے ہر مکتبہ فکر لوگوں کے دلوں میں ایک خاص جگہ بنائی تھی۔ اپنے خاندان کے پہلے عالم دین اور منفرد طبیعت کے مالک تھے۔ سکھر شہر کا انمول ہیرا تھے۔ حضرت قاری صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ نے ہمیشہ باصلاحیت شاگردوں کی محنت کو تحسین و تعریف کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ حضرت قاری صاحبؒ کی وفات کی خبر سن کر ہر آنکھ اشکبار تھی، ایک ستارہ سارے جہان کو ویران کر گیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت قاری صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

سکھر کی روح رواں شخصیت: قاری خلیل احمد بندھانیؒ

نامور صحافی مجیب الرحمان ورند

ایڈیٹر روزنامہ سکار کراچی

سندھ کی سرزمین کو شریعت، طریقت علم وادب تعلیم تربیت کے میدان میں منفرد اعزاز حاصل رہاہے. جہاں ایسی عظیم شخصیات اور بلند کردار کے علماء نے خدمات سرانجام دی ہیں، جن کی محنت کا فیض تاقیامت جاری ساری رہے گا۔ سندھ کے تیسرے بڑے شہر سکھر کا جب بھی ذکر نکلے گا تو دو عظیم علمی شخصیات شیخ الحدیث مولانا محمد مراد ہالیجویؒ اور شیخ القرآن قاری خلیل احمدؒ کو آپ کبھی بھی نہی بھول سکتے۔ جامعہ حمادیہ منزل گاہ سکھر اور جامعہ اشرفیہ سکھر جامع مسجد بندر روڈ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

حضرت قاری خلیل احمد بندھانیؒ علم و عمل، کردار اور گفتار کے ایسے گوہر افشان تھے کہ محفلین ان سے رونق افروز ہوتی تھیں۔ حضرت قاری خلیل احمد رحہ محسن سکھر تھے۔ سکھر شہر کو کب کبھی بھی ضرورت پڑتی تھی قاری صاحب سرفھرست ہوتے تھے۔ اسلامی تحریکون سے لیکر دینی مدارس کے معاملات جب کبھی بھی کسی مشکل صورتحال کا شکار ہوتے تھے۔ تو ایسے میں قاری صاحب کا کردار نمایان نظر آتا تھا۔ انہوں نے دین کی ایسی خدمت کی اور اپنے علمی کردار سے جو کام کیا وہ کبھی بھی بھلایا نہی جاسکتا۔ قاری خلیل احمد بندھانی برسوں تک سکھر کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب و امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ان کے علمی مقام اور خدمات کے نتیجے مین سکھر شہر کے اندر اسلامی اور دینی تعلیمات کا رجحان بڑھنے لگا، یہ ان کا کارنامہ اور محنت تھی کے بڑے بڑے تاجر اور سیاسی لوگ بھی تعلیمات سے متاثر ہوتے تھے۔

قاری صاحب سندھ کے جلسوں اور دینی محافل کہ رونق ہوا کرتے تھے۔ جلسون میں ان کی آمد اور دلوں کو سکون دینے والے اواز میں قرآن پاک کی تلاوت آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔ ایسے شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ قاری خلیل احمد نے اپنی تمام زندگی جو خدمات سرانجام دیں ان کو تاقیامت یادرکھا جائے گا۔ حضرت کے جانشین قاری جمیل احمد صاحب باصلاحیت اور فاضل نوجوان ہیں، جنھون نے بہت اچھے طریقے سے منبر اور منصب سنبھالا ہے۔ اللہ پاک قاری صاحب مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے آمین۔

پیکرِ محبت و شفقت

تحریر: مفتی عبدالقیوم آرائیں حقانی
استاد: قدیمی مدرسہ اشاعت القرآن والحدیث لاڑکانہ
مدیر اعلیٰ: ماہنامہ دعوت دین لاڑکانہ

میرے مشفق اور مہربان استاذ، جامع مسجد بندر روڈ سکھر کے امام و خطیب، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما بہتری مدرس، جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اعلیٰ، استاد العلماء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب رحہ اس فانی دنیا سے چل بسے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

بَکَتْ عَیْنِیْ عَلیٰ شَیْخٍ کَبِیْرٍ
جَرٰی دَمْعِیْ کَمَاءٍ مِّنْ غَدِیْرٍ

ترجمہ! میری آنکھیں ایک زبردست عالم دین کے انتقال پر بھیگ گئیں، آنکھوں سے آنسو ایسے جاری ہوئے جیسے حوض سے پانی جاری ہوتا ہے۔

حضرت استاد قاری خلیل احمد رحہ کئی خوبیوں کے مالک تھے مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے، کبھی کبھی دعوت پر مجھے ساتھ لے جاتے تھے، 2003 میں جب میرے والد صاحب رحہ فوت ہوئے تو جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ کے ساتھ لاڑکانہ تشریف لائے جنازہ میں شرکت فرمائی اور میرے سر پر ہاتھ شفقت سے ہاتھ پھیر کر تسلی دی۔

حضرت قاری صاحب رحہ پر لکھنے والے اُنکی تمام خوبیوں کو واضح طور پر لکھ کر عوام کے سامنے لاتے رہیں گے، مگر میں یہاں حضرت رحہ کی چند یادیں ذکر کر رہا ہوں جن میں طلباء کرام اور علماء عظام کے لیے نصیحت موجود ہے۔

اللہ پاک کا شکر ہے کہ مجھے استاد العلماء شیخ التفسیر و الحدیث حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب رحہ کے پاس پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ نے ہمیں جامعہ اشرفیہ سکھر میں 2003 کے دورانیے میں درجہ موقوف علیہ کے اسباق میں سے آئینہ قادیانیت

اور 2004 کے دورانیے میں درجہ دورہ حدیث میں بخاری ثانی پڑھائی ، آپ رحہ کا پڑھانے کا انداز بہت عمدہ اور باترنم ہوتا تھا جس کی وجہ سے آپ کے سبق میں طلبہ بڑے شوق سے شریک ہوتے تھے۔

حضرت استاد قاری خلیل احمد صاحب رحہ کے دل میں قادیانیوں سے بڑی نفرت تھی ، اس لیے جب ہم موقوف علیہ پڑھ رہے تھے تو ہمیں آئینہ قادیانیت کتاب پڑھائی اور بڑی وضاحت کے ساتھ قادیانیت کا رد پڑھایا۔

ایک بار ہمیں آئینہ قادیانیت کا سبق پڑھا رہے تھے کہ اس میں ظلّی اور برُوزِی نبی کا تذکرہ آیا تو آپ نے بڑی وضاحت کے ساتھ ہمیں ظلّی اور برُوزِی نبی کی اصطلاح سمجھائی جو آج تک مجھے یاد ہے اور یہاں امت کے فائدے کے لیے تحریر کر رہا ہوں۔

حضرت قاری صاحب رحہ نے ظلّی اور برُوزِی نبی کی اصطلاح سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ :

ظِلّ: سایہ کو کہتے ہیں، اس اعتبار سے ظلّی نبی کا معنی ہوا نبی کا سایہ یا نبی کی تصویر، جیسے کوئی کہے کہ مرزا قادیانی شیطان کی تصویر (ظل) تھا۔

برُوز: یعنی ایک شخصیت کی جگہ پر دوسرا شخص ظاہر ہو جائے، جیسے کوئی کہے کہ مرزا قادیانی نے شیطان کی صورت اختیار کرلی اور اسکی جگہ پر ظاہر ہو گیا۔

حلول: یعنی کسی کا روح دوسرے کے اندر داخل ہو جائے جیسے کوئی کہے کہ مرزا قادیانی میں شیطان کی روح داخل ہو گئی۔

قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ظلّی نبی تھا یعنی مرزا قادیانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ بن گیا تھا۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتحاد ہو گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مرزا قادیانی کا وجود بن گیا، جیساکہ اس نے خود لکھا ہے صَارَوُجُوْدِیْ وُجُودُہٗ یعنی ہو گیا وجود میرا نبی کا وجود (خطبہ الہامیہ ص 177، روحانی خزائن ص 158 ج 16)

یاد رہے کہ : اسلام میں ظلّی اور برُوزِی نبی کا کوئی تصور ہی نہیں، قرآن اور حدیث میں اور اقوال صحابہ میں کہیں بھی ظلّی اور برُوزِی نبی کا اشارہ تک موجود نہیں ہے۔

1990 کے دوران جب قادیانیت کی وبا سندھ میں پھیلنے لگی تو حضرت قاری صاحب رحہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین اور شہیدِ اسلام علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو رحہ کے ساتھ

مل کر سکھر سمیت پوری سندھ میں قادیانیت کے خلاف محاذ قائم کردیا، ہر شہر اور گائوں میں پہنچے، جلسے منعقد کروائے،اکابرین ختم نبوت کو ساتھ لے کر پوری سندہ کےعلاقوں میں تشریف لے گئےاور وہاں بڑے بڑے اجتماعات میں مسلمانوں کو قادیانیت کی شازش سے روشناس کروایااور قادیانیت کومنہ چھپانے پر مجبور کیا۔

اسکے علاوہ میں یہاں حضرت استاد قاری خلیل احمد صاحب رحہ کی ایک ایسی خوبی کاذکر کررہا ہوں جس میں نہ صرف عوام الناس کے لیے بلکہ طلباء کرام، علماء عظام اور اساتذہ کرام کے لیے بھی ایک بہترین سبق اور نصیحت موجود ہے۔

وہ خوبی یہ ہے حضرت قاری خلیل صاحب رحہ اپنے تلامذہ،اپنے اساتذہ کرام اوراپنے اساتذہ کے تلامذہ کے ساتھ بھی خاص محبت رکھتے تھے،اپنے اساتذہ کرام اوراپنے تلامذہ سے تو ہر کوئی محبت کرتا ہےاوراُن کاادب بھی کرتاہے لیکن اپنےاساتذہ کرام کے تلامذہ سے جو ساتھ پڑھے ہوں یاساتھ نہ بھی پڑھے ہوں ان سے محبت کرنااور اور انکاادب کرنا یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے جو استاد قاری خلیل صاحب رحہ کی شخصیت میں موجود تھی۔

یہاں میں صرف چندواقعات بیان کرتاہوں:

پہلاواقعہ: جیساکہ حضرت استاد قاری صاحب رحہ، شیخ القرآن حضرت مولاناغلام اللہ خان رحہ کے شاگرد تھےاور میرے ناناحضرت مولانا علی محمد حقانی رحہ بھی شیخ القرآن حضرت مولاناغلام اللہ خان رحہ کے شاگرد تھے۔ سن 1999ء میں مجھے ناناسائیں نے جامعہ اشرفیہ سکھر میں حصولِ علم کے لیے حضرت مولانا قاری خلیل رحہ کے پاس بھیجااور فرمایاکہ قاری صاحب کو میرا سلام کہنا! جیساکہ آدھا تعلیمی سال گذرچکاتھا،اسباق بھی آگے بڑھ چکے تھے، بہرحال میں مولانااحمدالدین لنجار صاحب کے ساتھ (جواُس وقت مدرسہ منزلگاہ میں زیرِ تعلیم تھے) عصر کی نماز کے وقت جامع مسجد بندر روڈ سکھر میں حاضر ہوا، نماز کے بعد حضرت قاری صاحب رحہ کو عرض کیاکہ مجھے ناناسائیں نے آپکی خدمت میں بھیجاہےاور مین نےاپنے آنے کامقصد بتایا۔

میری بات سننے کے بعد حضرت قاری صاحب رحہ نے فرمایا: ٹھیک ہے بیٹا! آپکاداخلہ ہوگیا باوجوداسکے کہ اسباق شروع ہوچکے ہیں، کئی دن بھی گذرچکے ہیں لیکن چونکہ آپ کو میرے استاد شیخ القرآن رحہ کے شاگرد مولاناعلی محمد حقانی صاحب نے بھیجاہےاس لیے آپ کاداخلہ ہر صورت میں

کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی آپ مولانا عبدالمالک بھیری سے ملیں اور ایک ہفتہ تک مدرسہ میں رہیں اور اسباق پڑھیں! اگر اسباق میں دل لگے تو پھر آپ کا داخلہ فارم بھریں گے۔ یہ ہے اپنے اساتذہ کے شاگردوں سے محبت اور اُن کا احترام اور ادب۔

دوسرا واقعہ: میں تقریباً 5 برس جامعہ اشرفیہ سکھر میں حضرت قاری صاحب رحہ اور دیگر اساتذہ کرام کی خدمت میں زیرِ تعلیم رہا، اس دوران میں جب سکھر سے لاڑکانہ جایا کرتا تھا تو اکثر حضرت قاری صاحب رحہ مجھے ناناسائیں حقانی رحہ کے لیے کوئی نہ کوئی ہدیہ دیتے تھے۔ کبھی تو پیسے بھی دے دیتے تھے کہ وہاں سے مولانا حقانی رحہ کے لیے فروٹ لے کر جانا۔

تیسرا واقعہ: جامعہ اشرفیہ میں ہمارے زمانے میں تقریباً مہینے میں ایک دفعہ اچانک طلباء کی حاضری ہوتی تھی جو قاری صاحب رحہ خود لیتے تھے، حاضری میں جب میرا نام آتا تو فرماتے بیٹا کیسی طبیعت ہے، پڑھائی کیسی چل رہی ہے؟ اور پھر فرماتے کہ ہمارے شیخ القرآن رحہ کے خاص شاگرد مولانا علی محمد حقانی کی طبیعت کیسی ہے؟ آجکل کیا کر رہے ہیں؟ جب گھر جائیں تو انہیں لازمی میرا اسلام کہنا!

آپ رحہ زندگی بھر حضرت سائیں حقانی رحہ کی خوشی اور غمی میں شریک رہے۔ ہر موقعے پر بروقت لاڑکانہ پہنچ کر اپنی ہمدردی کا اظہار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاری خلیل احمد صاحب رحہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

قاری خلیل احمد بندھانی

مولانا محمد احمد مہر فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
خادم: مدرسہ عربیہ اصحاب صفہ لکھی غلام شاہ، شکارپور

جذبہ اخوت سے سرشار، اعلی اخلاق کے حامل، مفسر قرآن، کہنہ مشق مدرس، بہترین منتظم، مایہ ناز واعظ، مولانا غلام اللہ خان کے تعلیم یافتہ، علامہ بنوری کے فیض یافتہ، مرکزی جامع مسجد سکھر کے امام وخطیب اور جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اعلی جناب مولانا قاری خلیل احمد بندھانی ایک باکمال اور باکردار شخصیت تھے، جن کی شخصیت پر اہلیان سکھر کو فخر تھا، وہ مدارس کے ہمدرد اور غمخوار، علماء کے قدردان اور طلبہ کے خیر خواہ تھے۔ ان کی پوری زندگی پڑھنے اور پڑھانے میں بسر ہوئی۔ سینکڑوں کی تعداد میں علوم اسلامیہ کے طلبہ نے ان سے استفادہ کیا، ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے نامور علماء بھی شامل ہیں۔ سکھر میں اہل دین کی توانا اور مضبوط آواز تھے، جب کبھی شہر میں کوئی مسئلہ ہوا تو انہوں نے اپنی فہم وفراست سے اس کو حل کروایا۔ وہ سالانہ تعطیلات میں دورہ تفسیر پڑھاتے تھے، اس میں بڑی تعداد میں علماء اور طلبہ شریک ہوتے تھے، اس سے خلق خدا کو بڑا نفع ہوا اور قرآن پاک کی تعلیم عام ہوئی۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ اپنی لاشعوری کے زمانے میں شاید عمر دس برس یا کچھ زیادہ ہو، محبوب گوٹھ (سکھر کا مضافاتی قصبہ جہاں صحابہ کرام کی قبریں ہیں) جلسے میں قاری صاحب کو زندگی میں پہلی بار سنا۔ دوسری بار جب ہم نویں یا دسویں جماعت تھے، تو مدرسہ مدینۃ العلوم حمادیہ پنوعاقل میں قاری صاحب کو سنا، وہ ترنم کے ساتھ سریلی آواز میں تقریر کرتے تھے۔

قاری صاحب کا ایک اور واقعہ مجھے یاد پڑتا ہے، ہم جامعہ حمادیہ منزل گاہ سکھر کی ختم بخای شریف کی مبارک تقریب میں شریک تھے، اس میں حضرت قاری صاحب بھی مدعو تھے، جب پروگرام اختتام پذیر ہوا تو لوگ جلدی جلدی نکلنے لگے تو اس میں ایک موٹر سائیکل سوار معمولی زخمی ہوا، سامنے سے قاری خلیل احمد گزرے تو انہوں نے قاری صاحب کو مدد کے لئے پکارا تو قاری صاحب گاڑی سے اتر کر اس کے پاس آئے اور اس کی دادرسی کی اور سواری پر بٹھایا۔

ہماری ایک ملاقات حضرت قاری صاحب سے والد ماجد زید مجدہم کی معیت میں جامعہ اشرفیہ کے دفتر میں ہوئی، قاری صاحب کے والد صاحب زید مجدہم کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔انہوں نے بڑا اکرام کیا،کافی دیر تک باتیں چلتی رہی،ہمارے ساتھ چھوٹے بھائی حماداللہ تھے،جو خاموش اور مرجھائے ہوئے تھے تو قاری صاحب نے ان کے ساتھ سندھی زبان میں بولنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے،فرمایا کہ :ننڈر آرہا ہے ؟(درست تلفظ ننڈ ہے)

قاری صاحب متواضع،ملنسار اور ایک صالح انسان تھے۔جامعہ اشرفیہ کی تعمیر وترقی میں ان کا بڑا کردار تھا،انہوں نے دینی خدمات کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا تھا۔

قاری صاحب ہم سے رخصت ہوگئے،لیکن ان کارنامے اور خدمات بڑی دیر تک یادرکھی جائیں گی۔ ہمارے نوجوان ادیب اور مصنف دوست مولانا سلیم اللہ چوہان صاحب نے قاری صاحب کی حیات وخدمات پر یہ کتاب مرتب کی ہے،ان کو صد آفرین اور مبارک ہو کہ وہ قاری صاحب کی سوانح پر کتاب قارئین کے سامنے پیش کررہے ہیں،حالانکہ یہ ذمہ داری جامعہ اشرفیہ کی انتظامیہ اور ان کے صاحب زدگان کی تھی،لیکن مولانا موصوف نے اپنی شاگردی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے استاد کی زندگی پر یہ مضامین جمع کئے اور ان کی اشاعت کا بندوست کیا۔انہوں نے راقم سے بھی فرمائش کی کہ میں قاری صاحب کچھ تاثرات قلمبند کروں،ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ سطور لکھ دیں۔

اللہ کے حضور دعا ہے کہ باری تعالی قاری صاحب کی کامل مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطافرمائے،آمین۔

قاری خلیل احمد بندھانی رحہ

مولانا رحمت اللہ سومرو
ناظم تعلیمات جامعہ دارالعلوم سکھر

کہنے کو تو آپ قاری صاحب تھے، اور اسی لقب سے مشہور تھے۔ لیکن اور بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔

آپ نہ صرف قاری بلکہ شیخ التفسیر ، مفسر ، کہنہ مشق مدرس، حق گو خطیب۔ ہنس مکھ، ملن ساز، اور رفاہی شخصیت تھے۔ان کی خدمات کا زمانہ آج بھی معترف ہے۔ آپ سکھر شہر کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب و امام اور جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اعلیٰ و شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔

نام و نسب

خلیل احمد بن قاری رحیم بخش بندھانی رحہ ہے۔قاری کا لقب بھی آپ کو وراثت میں ملا تھا۔

ولادت

آپ نے 20 جنوری 1945ء کو دھلی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تعلم آپ نے ابتدائی ضروری تعلیم اور قرآن پاک اپنے والد گرامی قاری رحیم بخش بندھانی رحہ کے پاس پڑھا۔اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے 1957ء کو جامعہ اشرفیہ سکھر اور 1961ء دارالعلوم راجہ بازار راولپنڈی میں شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔بعد ازاں عالمی ادارہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے 1968ء کی دھائی میں سند فراغت حاصل کی۔

آپ کے مشہور اساتذہ

قاری رحیم بخش بندھانی رحہ، حضرت مولانا عبد العلیم، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحہ، مفتی اعظم مفتی ولی حسن ٹونکی رحہ، مولانا فضل محمد سواتی رحہ، حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ، حضرت مولانا بدیع الزمان

رحہ، مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر رحہ، حضرت مولانا ولی اللہ گجرات والے، حضرت مولانا غلام مصطفٰی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد القدیر بھاولنگر شامل ہیں۔

بڑوں کی دعاؤں کا ورثہ

آپ فرماتے تھے کہ میری والدہ مرحومہ مصلہ پر نماز ادا کر رہی تھی ، اس دوران محلہ والوں میں کسی نے میری شکایت لگائی میری والدہ نے اس وقت میرے لئے علم میں برکت کی دعا کی۔جس کے بدولت مجھ میں علم کا شوق بڑھ گیا۔

دوران تعلیم مجھے حافظہ کی کمزوری کی شکایت ہوئی ، تو والد محترم نے حضرت مولانا شیخ حماد اللہ ہالیجی رحہ کے پاس دعا کے لئے لے کر آئے۔ شیخ صاحب نے وظیفہ بتایا اور دعا فرمائی ، جس کے بعد حافظہ کی شکایت ختم ہو گئی۔

ذھانت

ایک مرتبہ حضرت مولانا نعیم اللہ خان کوٹ سبزل والوں سے دوران گفتگو قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بات نکلی تو میں نے حضرت سے قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: " میں اور قاری صاحب دونوں اکٹھے پڑھتے ہیں ۔قاری صاحب بہت ذہین تھے، ایک مرتبہ امتحان میں قاری صاحب پہلی پوزیشن اور میں دوسری پوزیشن پر آئے۔شاید یہ ان کی کسر نفسی تھی، وگرنہ قاری صاحب اپنے انٹرویو میں جو بتایا ہے کہ پہلی پوزیشن حضرت مولانا نعیم اللہ خان اور دوسری پوزیشن میری ہوتی تھی۔

خطابت

آپ خطابت بہت مشہور تھی۔طول و عرض میں آپ کی خطابت کا تذکرہ ہوتا تھا ۔

آپ پہلے اٹک کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔لیکن والد محترم کی وفات کے بعد مدینہ مسجد شاہی بازار سکھر اور پھر بعد ازاں جامع مسجد بندر روڈ سکھر کے امام و خطیب مقرر ہوئے۔اور تا حیات امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے ۔

ادارہ تفسیر القرآن کا قیام

جامع مسجد میں امامت و خطابت کی ذمہ داری کے بعد جلد ہی آپ نے ادارہ تفسیر القرآن کی بنیاد رکھی۔اور آپ 1978ء سے تا حیات شعبان و رمضان میں قرآن مجید کی تفسیر پڑھاتے تھے جو ابھی تک بھی جامع مسجد بندر روڈ سکھر میں پڑھایا جاتا ہے۔

جامعہ اشرفیہ سکھر کی نظامت

1984ء میں حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی صاحب نے جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اعلیٰ اور مدرس کے طور پر انتخاب کیا ، جو آپ نے حسن اسلوبی سے تا حیات سر انجام دیتے رہے۔

رعب و وجاہت

ویسے تو آپ بہت سی تحریکوں کا حصہ بنے۔لیکن 1977ء میں اٹھنے والی تحریک " نظام مصطفیٰ" کا مرکز جامع مسجد بندر روڈ سکھر رہی۔

1980ء میں قادیانیوں نے اوباوڑو میں ایک مرکز قائم کیا۔جس پر علماء نے اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے احتجاج کیا۔جس کی وجہ سے انتظامیہ اور مذہبی لوگوں میں جھگڑا ہو گیا۔اور بہت سے علماء اور لوگ زخمی ہوئے۔اور گرفتاریاں بھی ہوئی لیکن بحمدللہ قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہمایوں فرشوری ڈی سی کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔اور علماء اور تمام لوگوں کو آزاد کروایا ، اس طرح قادیانیوں کا اباوڑو سے ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوگیا۔

ملن ساز شخصیت

آپ ملن ساز شخصیت کے ساتھ ساتھ علاقہ کے مکینوں کو بے پناہ محبت اور شفقت سے نوازتے تھے۔آپ کا تعلق اور ربط بہت مظبوط تھا۔آپ کی محنت شفقت اور جذبہ خطابت نے مسلکی اختلافات کی شدت اختیار نہیں کر پاتے تھے۔فساد برپا ہونے سے پہلے ہی مسئلہ حل کروادیتے تھے۔

وفات حسرت آیات

آپ چونکہ دین کے داعی اور ہمہ تن دین کی نشر و اشاعت اور تبلیغ میں لگے رہتے تھے، اسی سلسلے میں تھر پارکر کی طرف سفر پر نکلے ہوئے تھے۔واپسی میں 25 فروری 2015ء حیدرآباد روڈ پر گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گئے۔جن میں حضرت کے رفیق خاص حضرت مولانا مفتی شفیع محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ بھی زخمی ہوئے. (اللہ پاک ان کا سایہ ہم پر تا دیر حیات قائم و دائم رکھے) حضرت کی زبان پر وظائف جاری تھے۔بعد ازاں دل کا دورہ پڑنے سے خالق حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون یوں ہم

وہ اک گوہر نایاب گنوا بیٹھے
وہ اک مشعل کم یاب گنوا بیٹھے
تھی پوری سانس ان کی اور دورہ آن پڑا
سپرد خاک کیا اور شیخ گنوا بیٹھے
ترس گئی آنکھیں اور بجھ گیا چہرا میرا
نہ ہوا دیدار تیرا اک عرصہ ہوا افسوس ہم گنوا بیٹھے

نمازِ جنازہ

آپ کی جنازہ نماز 26 فروری کو صبح نو بجے جامع مسجد بندر روڈ سکھر کے سامنے مجھ سمیت ہزاروں طلباء اور علماء، صلحاء نے ادا کی

آپ کی نماز جنازہ آپ کے قریبی دوست، ہم مکتب، ہم فکر، سفر و حضر کے ساتھی حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی صاحب نے پڑھائی۔

اللہ پاک انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے ان پر کروٹ کروٹ رحمتیں نازل فرمائے آمین ثم آمین

شیخ التفسیر مولانا قاری خلیل احمد بندھانی قدس سرہ فدائے حق کی تمثیل

مولانا طارق علی عباسی فاضل جامعہ اشرفیہ سکھر

یوں تو سکھر میں کئی مشائخ، علماء، صلحاءاور بڑے بڑے نامور لوگ گزرے ہیں، مگر ماضی قریب میں ایک نیک بخت مردِ مؤمن جن کی حیات فدائے حق کی تمثیل ہے وہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردِ رشید، اور قطب الاقطاب برکۃ العصر حضرت الاقدس مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے فیض یافتہ، اور قطبِ سندھ حضرت مولانا حماد اللہ ھالیجوی علیہ الرحمہ کی مستجاب دعاؤں کو سمیٹنے والے شیخ التفسیر حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی قدس سرہ ہیں۔ استاذِ محترم شیخ التفسیر حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی علیہ الرحمہ کی بنیادی وصف داعی الی القرآن والسنۃ تھی، شرکیات کے لیے وہ توحید کی شمشیر تھے، بدعت کے مقابلے سنتوں کو ترویج دینے کے ساعی تھے، اور ختمِ نبوت کی ایمانی مہم کے لیے ہر دم کوشاں رہنے والے اور تفسیری نکات کو عام فہم اور سہل انداز میں بیان کرتے تھے۔ انہیں دیکھ کر لوگ کہتے تھے کہ ایسے ہی عالم علماء کی شان ہیں۔

محترم استاذ مولانا قاری خلیل احمد بندھانی قدس سرہ اختلافات کو سلجھانے میں ماہر اور قابلِ تقلید روادار تھے۔ اور دوسروں کی تکالیف کو دیکھ کر انہیں رنج پہنچتا تھا جنہیں ختم کرنے کے لیے وہ ہر ممکن اقدامات بھی اٹھاتے۔ تاجر برادری کے مسائل ہوں یا عوامی سطح کے دیگر مسائل ان کو حل کروانے میں وہ پیش پیش ہوتے تھے، آپ کی شخصیت ایسی مرنجاں مرنج واقع ہوئی تھی کہ خاص وعام میں آپ کا مقام آج بھی مسلم طور پر مانا جاتا ہے۔ گویا آپ میں ہر دلعزیزی پائی جاتی تھی۔

تقاریر و بیانات میں جب جب بھی وہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے تھے تو اس کا اثر سامعین کی دلوں پر ہی نہیں بلکہ ان کی ارواح تک بھی پڑتا تھا، چھوٹوں پر خاص شفقت فرماتے تھے، کبھی کبھار دورہ حدیث شریف کے طلبہ کرام حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ سے مطالبہ کرتے کہ وہ اپنے خطیبانہ انداز میں ہمیں سبق پڑھائیں جس کو کبھی وہ پورا فرماتے تو کبھی ہنس کر ٹال دیا کرتے۔ وہ ایک کامیاب منتظم، خدمتِ خلق کا نمونہ، وسیع المشرب، تنگ نظری سے کوسوں دور، اتحاد واتفاق کے علمبردار، بیانِ حق میں بے باک، عاجز ومتواضع اور مخلص انسان تھے، تصنع اور بناوٹ کے مقابلے میں سادگی پسند واقع ہوئے تھے، وہ چھوٹوں سے بات کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے، اور وہ

اپنے دوستوں کو کبھی بھولتے نہیں تھے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ میں نے جب پہلے پہل ان کی خدمت میں پہنچ کر اپنا تعارف کروایا کہ مولانا سعید احمد عباسی قدس سرہ کا بھانجہ ہوں تو فوراً فرمایا کہ "وہ میرے اچھے اور گہرے دوست تھے" حالانکہ میرے ماموں جان کی وفات کو تب تک تقریباً سات سال گزر چکے تھے۔

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ دینی اور عصری علوم کے طلبہ پر مہربان اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنے والے تھے، اور ان کی تعلیم کی تکمیل میں تعاون بھی فرماتے تھے، جامعہ اشرفیہ سکھر میں ان کے اسباق آئینۂ قادیانیت اور بخاری شریف میں کتاب التفسیر پڑھتے وقت ایسا کیفیت بھرا ماحول رہتا کہ جیسے سکون و اطمینان ہمارے ہاں ہی ہے، ان اوقات کی روحانی کیفیات کا ادراک و احساس میں آج تک نہیں بھولا۔ یہی نہیں بلکہ عصری علوم و فنون کو ترویج دینے کے لیے سکھر میں ایک اسکول بھی قائم کیا جو آج بھی اپنی خدمات انجام دینے میں مشغول ہے،

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کمال کے ملنسار اور خوش مزاج شخصیت کے حامل تھے، ذکر اللہ ان کی رگ رگ میں پیوست تھا۔ حتیٰ کہ انتقال کے وقت بھی زبان پر کلمہ طیبہ اور ذکر ہی جاری تھا، مزاج میں نرمی غالب تھی۔ ادب اور اشعار سے بھی خاصہ لگاؤ تھا اور اپنے خاص انداز میں جب حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے اشعار پڑھتے تو سننے والے پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

یاد ش بخیر! ایک دفعہ کی بات ہے کہ ان کے دل کا آپریشن ہوا، آپریشن کے بعد ڈاکٹر ز نے گواہی دی کہ دلوں کی آپریشن کرتے ہوئے ہماری عمر گزری ہے مگر حضرت قاری صاحب کے صاف و شفاف آئینے جیسا دل ہم نے آج تک نہیں دیکھا، اللہ اکبر یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ کسی طالب علم نے ان سے اس صاف دلی کا راز پوچھا تو جواب میں اسے فرمایا کہ میں نے کبھی کسی کے لیے دل میں بغض اور کینہ نہیں رکھا۔

مقبول جو ہوں شاذ ہیں، قابل تو بہت ہیں
آئینہ کی مانند ہیں کم دل تو بہت ہیں

انہوں نے اپنی پوری زندگی جس طرح بے غرض اور بے لوث دینی اور سماجی خدمات انجام دیں وہ سکھر میں آج اور کل کے دینی اور سماجی ذمیداران کے لیے مثالی نقوش رکھنے والے راہرو کی

حیثیت رکھتی ہیں، گویا وہ عالمانہ شناخت اور انسانی خدمت کی شاندار اور چلتی پھرتی زندہ تصویر تھے، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کا طرزِ عمل اور طرزِ زندگی جو سراسر اعتدال پسندی اور تصلبِ دینی کا آئینہ دار ہے وہ آج کے پر فتن دور میں سماجی، سیاسی اور مسلکی طور پر اپنانا چاہیے۔ یقین مانیے کہ یہی بات ان کے سوانحاتی گوشوں کو حقیقی اور معنوی لحاظ سے اجاگر کرنے میں نتیجہ خیز ثابت ہو گی

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب علیہ الرحمہ

مولانا عطاء الرحمٰن عباسی، فاضل جامعہ اشرفیہ سکھر

پنو عاقل میں منعقد عظمتِ استاد سیمینار میں استاد محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب علیہ الرحمہ کے متعلق پڑھا گیا مقالہ پیشِ خدمت ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین۔

پھر نظر میں پھول مہکے، دل میں پھر شمعیں جلیں
پھر تصور نے لیا اُس بزم میں جانے کا نام

علمائے حق و صداقت، نبوت کے ورثہ دار ہوتے ہیں، علماء ہی معاشرے میں مؤثر کردار اور مقصد نبوت کے رسوخ کے لیے مخلصانہ جدوجہد اور کوششیں کرتے ہیں۔ ان کی نظر خدا وحدہ لا شریک پر ہوتی ہے اپنے ذاتی مفادات پر نہیں۔ اسی لیے وہ کلمہ حق کی سربلندی کے لیے طاقت واقتدار اور مخالفین کی لعن طعن سے بے خوف ہو کر ترویج اسلام، تبلیغ دین اور اصلاح معاشرہ کا فریضہ انجام دیتے ہیں، وہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں اپنی پذیرائی سے زیادہ آخرت کی سعادتوں کے لیے فکر مند رہتے ہیں۔

استاذِ مکرمی، مفکر اسلام، شیخ التفسیر والحدیث مولانا قاری خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی علمائے حق کی قبیل سے تعلق رکھتے تھے جن کا نفس وجود ہی امت کے لیے رحمتوں اور برکتوں کا سبب ہوتا ہے۔ حضرت استاد محترم علیہ الرحمہ پوری زندگی توحید وسنت کے داعی، ختم نبوّت کے سچے سپاہی اور شرک وبدعت کے لیے شمشیرِ برہنہ تھے۔ جس بات کو حق اور سچ سمجھتے اس کے اعلان واظہار میں کسی مصلحت کو آڑے نہیں آنے دیتے تھے، اسی حق گوئی اور بے باکی کے صلے میں تحریک ختم نبوت کے دوران قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

حضرت استاد صاحب علیہ الرحمہ کی اسی دلیری وبہادری پر ان کے تلامیذ، متعلقین اور عقیدتمند ایک نعرہ بڑے جوش وجذبے سے لگایا کرتے تھے:

حق وصداقت کی دلیل

قاری خلیل قاری خلیل

جس کی گواہی سکھر شہر کے در و دیوار آج بھی دیتے ہیں، استاد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے جن اکابرین دیوبند سے فیض حاصل کیا ان میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہ الرحمہ، بقیۃ السلف حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں قابلِ ذکر ہیں، مگر توحیدِ باری تعالیٰ اور ردِ بدعات کے خصوصی مشن میں آپ نے اپنے استاد حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رح کے مذاق کو اپنایا تھا اور ساری زندگی اسی مشن میں گزار دی۔ جامعہ اشرفیہ سکھر کو اپنی انتظام و انصرام کی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے ملک کے چوٹی کے دینی اداروں میں شمار کرایا۔ جامعہ میں تدریس و نگرانی اور جامع مسجد کی امامت و خطابت کے علاوہ ایک ایک دن میں کئی کئی جلسوں سے خطاب، مختلف جگہوں پر درسِ قرآن اور مسلسل سفر کی زندگی ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ ان مصروفیات کے باوجود آپ مسلسل تقریباً نصف صدی سے ہر سال شعبان و رمضان میں دورہ تفسیر القرآن پڑھانے کا خوب اہتمام کرتے تھے۔ جس میں طالبان علوم نبوت کے متلاشی سیکڑوں کی تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت استاد صاحب رح کا دورہ تفسیر شیخ القران حضرت مولانا حسین علی رح اور حضرت مولانا غلام اللہ خان رح کے تفسیری افادات و نظریات اور نکات کی بھترین تشریح اور توضیح کا مجموعہ ہوا کرتا تھا۔ بحمد للہ اس ناکارہ کو بھی حضرت علیہ الرحمہ سے دورہ تفسیر اور بخاری شریف کا کتاب التفسیر سبقاً پڑھنے کا شرف حاصل رہا۔

حضرت استاد صاحب رح کے انداز نصیحت اور شفقت کا ایک مختصر واقعہ ذکر کرتا چلوں، یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت استاد صاحب رح تازہ تازہ دل کی سرجری کروا کر جامعہ اشرفیہ تشریف لائے تھے۔ جمعرات کا دن تھا کسی مجبوری کے سبب وقت سے پہلے چھٹی کی درخواست لیے خدمت میں پیش ہوا، کچھ دیگر طلبہ بھی ہاتھوں میں چھٹی کی درخواست اُٹھائے کھڑے تھے۔ سب طلبہ کی ہاتھوں میں چھٹی کی درخواست دیکھ کر اپنے مخصوص انداز میں فرمانے لگے:

"مولوی صاحبان! آپ کو علم ہے ہمارے مخالفین ترقی میں ہم سے اتنا کیوں نکل گئے ہیں؟"

سب طلبہ بے سدھ کھڑے تھے، پھر خود ہی ارشاد فرمایا: "وہ نامراد چھٹی کے وقت بھی سست نہیں پڑتے، ہمارے مولوی صاحبان چھٹی کے وقت خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہوتے ہیں

اور ہمارے مخالفین چھٹی کے وقت بھی کسی نہ کسی مشغلے اور منصوبے میں مصروف رہتے ہیں، پھر بھی ہم یہ گلہ کرتے ہیں کہ ہم ترقی کیوں نہیں کر پا رہے۔"

24 فروری 2015ء میں حضرت استاد صاحب رح کا اچانک سانحہ ارتحال ان کے خاندان، تلامیذ، متعلقین اور معتقدین کے لیے ایک کربناک اور المناک لمحہ تھا، ان کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت استاد صاحب رح کو اپنے جوارِ رحمت میں مقامات عالیہ سے نوازے، ان کی تمام مساعی جمیلہ کو قبول و منظور فرمائے اور حضرت استاد صاحب رح کے فرزند بفضلہٖ تعالیٰ دین کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں خصوصاً حضرت مولانا قاری جمیل احمد دام فیوضہم مستند عالمِ دین اور ان کے مشن کے امین ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں خیر و عافیت سے قائم رکھے اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین

استاد قاری خلیل احمد بندھانی کی یاد میں

مولانا عطاء الرحمٰن عباسی فاضل جامعہ اشرفیہ سکھر

قابل صد احترام حضرات اساتذہ کرام اور میرے پیارے دوستو اور بزرگو! جو بھی شخص اس دنیا میں آیا ہے ایک نہ ایک دن اسے یہاں سے ضرور جانا ہے، مگر جو جانے والا ایسی زندگی گذار کر یہاں سے چلا جائے جس کو دیکھ بعد میں رہنے والے کچھ سیکھ سکیں ایسی شخصیات کا تذکرہ اپنی تربیت و اصلاح کی غرض سے انتہائی مفید ہوتا ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

کسی کی محض قصیدہ خوانی مقصود نہیں ہوتا۔ ہمارے شفیق استاد شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی یقیناً ایسی ہستیوں میں سے تھے جن کا تذکرہ ہمارے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے، حضرت استاد صاحب رح اس قافلہ دعوت و عزیمت کے افراد میں سے تھے جنھوں نے اس سر زمین پر حق اور سچ کی شمع روشن رکھنے کے لیے اپنی جانیں کھپا دیں۔ حضرت استاد صاحب رح ایک بہترین مفسر، مبلغ، مدرس اور اعلیٰ درجے کے منتظم تھے۔ اپنی بہترین انتظامی صلاحیتوں سے جامعہ اشرفیہ سکھر کو ملک کے ایک مستند دینی ادارے کے طور پر منوایا۔ طلبہ سے ہمیشہ پیار و محبت اور شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، ان کی سہولتوں کا حتی الامکان خیال رکھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت استاد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت و صحبت میں ایسی برکت رکھی تھی کہ ان کی زیارت کر کے ان پاس کچھ دیر بیٹھ کر دل کی دنیا بدلی ہوئی معلوم ہوتی تھی، انہیں دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔

حضرت استاد صاحب رح کو اللہ تعالیٰ نے بلند مرتبہ نصیب فرمایا تھا ان کی قابلیت، لیاقت اور ذہانت سے بڑھ کر علامہ سید محمد یوسف بنوری رح کے فیض صحبت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

کاندھلوی رح اور قطب الاقطاب سائیں حماد اللہ ہالیجوی رحمھما اللہ تعالیٰ کے فیض نظر کا نتیجہ تھا۔

حضرت علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے حق و صداقت کے معاملے میں غیرت کا خاص وصف عطا فرمایا تھا، ان کا درس قرآن توحید باری تعالیٰ کے اثبات اور شرک وبدعت کے ابطال سے مزیّن ہوتا تھا۔ 73ء کی تحریک ختم نبوت میں خود عملی طور پر بھرپور ایمانی جوش وجذبے سے متحرک رہے جس کی پاداش میں قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ یوں تو ایک عالِم کا دنیا سے چلے جانا عالَم کے لیے بڑا حادثہ ہے مگر حضرت استاد صاحب رح کا سانحہ وفات پورے خطے خصوصاً اہلیان سکھر اور اہلیان سندھ کے لیے ایک بڑا نقصان تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ استاد محترم قاری خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، ان کے نسبی اور روحانی ورثاء خصوصاً حضرت استاد محترم مولانا قاری جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

حضرت مولانا قاری خلیل احمد صاحبؒ کی الوداع

مولانا مفتی عبدالوھاب چاچڑ چیف ایڈیٹر ماہنامہ شریعت سکھر
مترجم: مولانا حافظ رحیم بخش انڈھڑ

ساموندي ساري، ماءُ ! منهنجو ڇندڙو
بندر ويچاري، وجي لائيا ڏينهڙا .

(حضرت شاھ عبداللطيف)

سکھر کے ہر دل عزیز قائد، جامع مسجد بندر روڈ کے خطیب، جامعہ اشرفیہ سکھر کے شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ اس فانی جہان کو چھوڑ کر دار البقا کی طرف طرف ہو گئے۔ انااللہ واناالیہ راجعون۔

حضرت قاری خلیل احمد صاحبؒ پختہ عقیدہ رکھنے والے اور عزم کے پہاڑ تھے۔ لیکن پھر بھی ہر عقیدے اور ہر قوم کے ہاں یکساں مقبولیت تھی۔ مذہبی جماعت ہو یا سیاسی جماعت قاری صاحب کو عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ قاری صاحب کے حکم پر حاضر ہوتے تھے، ہر بندہ قاری صاحب سے محبت کرتا تھا، حضرت کی جدائی سے سکھر والے ایک عظیم انسان ، ہر دلعزیز شفیق رہنما سے محروم ہو گئے۔

قاری صاحبؒ مولانا غلام اللہ خانؒ کے شاگرد تھے، مولانا غلام اللہ خانؒ نے قاری صاحب کو اپنی اولاد کی طرح پیار و محبت سے پڑھاتے تھے، قاری صاحبؒ قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر اپنے استاد مولانا غلام اللہ خانؒ کی طرز پر بیان کرتے تھے، ہر سال جامع مسجد میں تفسیر قرآن پاک کا دورہ پڑھاتے تھے، جس میں علماء اور طلباء بڑے شوق سے شریک ہوتے تھے، قاری صاحبؒ جامعہ اشرفیہ سکھر میں دورہ حدیث کا آغاز کیا تھا، اس میں ایک شاگرد تھا۔ لیکن جب جامعہ سے رخصت کی، اس فانی دنیا کو چھوڑا تو اس وقت دورہ حدیث میں شاگردوں کی تعداد پچاس اور حضرت خود شیخ الحدیث کے منصب پر تھے۔ قرآن وحدیث کی خدمت کی برکت سے قاری صاحب کا جب آخری وقت تھا زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد تھا۔ خاتمہ بالخیر کی بشارت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ :"من کان آخر کلام لا الٰہ

الا اللہ دخل الجنۃ"(جس کا موت توحید کے کلمے پر ہوا ہے،اس کے گناہ معاف کئے جائیں گے ،اللہ تعالیٰ کی رحمت میں امید ہے کہ حقوق العباد اپنے ذمہ کرے گا۔ قاری صاحبؒ جس طرح کلمہ پر موت ہوا ہے،وہ خاتمہ بالخیر کے زمرے میں آتا ہے۔اور ہم قاری صاحبؒ کے احسن موت میں قاری صاحبؒ کے جنتی ہونے کا گمان رکھتے ہیں۔ لیکن ہمارا یہ گمان بے جا نہیں ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ کے بیٹے بھی قاری ہیں، بڑا بیٹا مولانا جمیل احمد عالم دین اور بہترن قاری بھی ہیں، جو کہ حضرت کے جانشین بھی ہیں۔ جامع مسجد کے خطیب، جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اور مدرس ہیں۔

ہم قاری صاحبؒ کی جسمانی اور روحانی اولاد کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قاری صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

سکھر شہر کی لائق فائق شخصیت قاری خلیل احمد بندھانی

ابواللیث میمن

مترجم: حافظ سراج احمد سومرو شکارپوری

ہم نے جب آنکھ کھولی تو شہر میں لائق و فائق شخصیتوں پر نظر پڑی اور ان کی صحبت میں اٹھنا بیٹھنا نصیب ہوا وقت گزرنے کے ساتھ وہ ہم سے ان کا بچھڑنا ہو رہا ہے.

مدرسہ بدر العلوم بچل شاہ میانی میں سے حضرت سائیں سید عبداللہ شاہ بخاری اور. مدرسہ اعزاز العلوم گول مسجد میں سے حضرت مولانا سائیں قاری محمد اسماعیل میمن دونوں کے جانے سے گہری چوٹ لگی.

لیکن دل کو سہارا تھا کہ. مظہر العلوم منزل گاہ سکھر میں مولانا سائیں محمد مراد ہالیجوی اور جامعہ اشرفیہ میں حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی جیسی شخصیات موجود ہیں جو علم و عمل اور اثر رسوخ کے اعتبار سے نہایت ہی قد آور شخصیات ہیں.

لیکن دار فانی کوچ کرنا اٹل حقیقت ہے سو مولانا محمد مراد ہالیجوی رحہ بھی چلے گئے اور کچھ وقت گزرتے ہی. مولانا قاری خلیل احمد بندھانی بھی دار فانی سے رحلت فرما گئے صبح کے وقت جیسے ہی قاری صاحب حادثے میں وفات کے ساتھ مولانا شفیع محمد انڈھر کے زخمی ہونے کی اطلاع ملی تو. فوراً دل سے اناللہ واناالیہ راجعون جاری ہو گیا دل کو شدید صدمہ پہنچا دماغ ارمانوں کے میدان میں تیزی سے دوڑنے لگا افسوس صد افسوس علماء و صلحاء ہم سے جدا ہو رہے ہیں. چند ماہ میں ایک دوسرے کے پیچھے علماء و صلحاء جدا ہو رہے ہیں. ذہن سوچنے لگا کہ وقت کا ولی اللہ خانقاہ دین پور شریف میں سے. حضرت سائین سراج احمد شاہ دینپوری بھی چلے گئے اور مولانا عبدالقادر رند صاحب اور میرے استاد محترم استاد شیخ التفسیر حضرت مفتی حبیب اللہ شیخ صاحب اور پیارا دوست حرمین شریفین کا رفیق. مولانا نور محمد جمالی اور بچپن سے محبتیں بانٹنے والا پیارا دوست شہید علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب اور حال ہی میں ابھی حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی صاحب بھی جانے والوں میں شمار ہو گئے یہ شخصیات عالی دماغ اعلیٰ ظرف اور اپنے میدان کے وزندار اور اپنے حریف کو شکست دینے والے شہسوار تھے.

قاری صاحب سکھر شہر میں نہایت ہی اہمیت کے حامل سندھی؛ اور مہاجروں کے درمیاں غیر متنازعہ شخصیت کے مالک تھے. سکھر شہر کے جلسوں کی اشتہارات میں سرفہرست ہوتے تھے تو ساتھ ساتھ سکھر سے باہر گائوں و دیگر شہروں میں جلسوں کی زینت تھے اور لوگوں کے لیے رفاہی سماجی اجتماعی. معاملات میں بھی کام آتے تھے قاری صاحب پاک وہند کی تقسیم کے وقت اپنے والدین کے ساتھ چھوٹی سی عمر میں سکھر شہر میں آباد ہوئے قاری صاحب نے اپنا بچپن سکھر شہر میں ہی گزارا اور طالب علمی کا زیادہ عرصہ پنجاب کے

مدارس میں گزارا شاید یہی سبب ہے کہ قاری صاحب کی زبان پر سندھی زبان کی روانی نہ تھی قاری صاحب کے بیانات میں توحید کے مضامین کا غلبہ تھا اس کا سبب حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب اور حضرت مولانا حسین علی صاحب کے اثرات معلوم ہوتے ہیں جس حد تک مجھے معلوم ہے ان کے تفسیر پڑھانے کا انداز اور طرزِ وطریقہ بھی استاد خان صاحب والا ہی تھا قاری صاحب دورہ تفسیر شعبان کے ماہ میں بندر روڈ والی جامع مسجد میں پڑھاتے تھے. رمضان المبارک میں جیسے رات کو تراویح میں قرآن کریم سنایا جاتا تھا ویسے ہی دن کو تفسیری صورت میں قرآن کریم کی صدائیں گونجتی تھیں شہری جماعت اور مسافر طلباء سے مسجد میں دن رات رونقیں ہوا کرتی تھیں قاری صاحب چند سالوں میں تفسیر پڑھانے میں. محترم مولانا شفیع محمد انڈھڑ صاحب کو اپنا معاون و استاد بنایا اللہ تعالیٰ مولانا شفیع محمد انڈھڑ صاحب کو جلد ہی صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے اور ان کی جلائے ہوئ مشعال کی روشنی کی حفاظت کریں گے. قاری صاحب نے اسی جامع مسجد میں حفظ اور ناظرہ قرآن کا مستقل مدرسہ قائم کیا جو کہ تاحال جاری ہے اور ان کے فرزند نے سنبھالا ہے قاری صاحب نے دورہ حدیث جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں شیخ الحدیث علامہ یوسف بنوری صاحب اور اس وقت کے اساتذہ کرام سے پڑھ کر فراغت حاصل کی پہر پنجاب میں کچھ گزارا بعد میں جامعہ اشرفیہ سکھر کے متہم کے مشورہ سے جامعہ اشرفیہ میں مدرس ناظم الامور مقرر ہوئے اور ذمہ داریوں کو سنبھالنا شروع کیا.

جامعہ اشرفیہ میں بہت سے استاد آئے گئے تبدیلیاں ہوتی رہی لیکن قاری صاحب نے اخیر تک جامعہ کے ساتھ وفا کرتے رہے یہ عرصہ تقریباً چالیس سال ہوگا کہ قاری صاحب نے خود کو جامعہ کے ساتھ اس قدر ملالیا کہ ان کی پہچان جامع مسجد و مدرسہ اشرفیہ سے ہوگئ. قاری صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرگرم کارکن رہے بہت سے جلسوں کا انعقاد ان کے ساتھ سے جامع مسجد میں ہوتا رہا. قاری صاحب نے اپنے پیچھی نسبی اور روحانی نیک صالح اولاد چھوڑی جو ان کے جاری نیک عمل ہیں. اللہ تعالیٰ یہ عمل قبول و منظور فرمائے اور ان کے اوپر رحمت نازل فرمائے.

قاری خلیل احمد

ابو رضوان مولانا عبداللطیف مہر

مترجم: مولانا محمد احمد مہر مدرسہ اصحاب صفہ لکھی غلام شاہ

سندھ میں سینکڑوں علماءاور مصنفین ہیں، جن میں استاد محترم قاری خلیل احمد صاحب ابن قاری رحیم بخش بن حاجی وزیر خان محمد صالح بن پیر خان ابن نورا خان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے نہ صرف دین اسلام کے ہر محاذ پر جدوجہد کی. قاری صاحب بھی اس کام میں آگے تھے۔ان کا تعلق راجپوت خاندان سے ہے،ان کا تعلق جودھ پور سے ہے، بندھانی قوم اور ذات وغیرہ نہیں، لیکن بڑی طاقت کی وجہ سے سیلاب وغیرہ کی صورت میں بڑی بڑی عمارتیں بنواتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حاجی محمد صالح صاحب کی حکومت کے کارندے "بندھانی" کہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حاجی محمد صالح برصغیر کی تقسیم کے بعد کپڑا مارکیٹ میں آئے، اتفاق سے مدنی مسجد میں امامت کرنے لگے، اسے قبل اس مسجد کے امام مولانا عبدالرحمٰن شیخ سکھروی اور ان کی اولاد اور مولانا صاحب تھے۔. مولانا جیسا صورت میں خوبصورت تھااور ایسا ہی سیرت میں لاجواب تھے. برطانوی حکومت کی طرف سے مسجد سے باہر نکلنے پر پابندی عائد تھی۔ اتفاق سے باہر نکلتے تھے تو ہندو نوجوان خواتین دیکھ کر اسلام لے آتی تھی. ایک زمانے میں مولانا عبدالقادر انڈھڑ نے جو گونگانی محلہ کے تھے، مولانا تاج محمود امروٹی کے ہاتھ پر ایک خط لکھا، جب مولانا امروٹی وہاں پہنچے تو مولانا عبدالرحمان آرامی تھے، آپ انتظار کرنے لگے، چہرہ انور کی طرف دیکھنے لگے، خیال آیا کہ بوسہ دوں، اچانک مولانا عبدالرحمٰن بیدار ہوئے اور مولانا امروٹی صاحب سے کہا، میں سورہا ہوں آپ بوسہ دیں، اور مولانا تاج محمود امروٹی صاحب نے ایسا ہی کیا۔

واضح رہے کہ مولانا عبدالرحمن شیخ صاحب سندھ کے مایہ ناز عالم تھے، مولانا محمد یعقوب ہمایوں صاحب کے شاگرد تھے، ان کے صاحبزادے مولانا عبدالغفور ر ہمایوں صاحب سندھ کے واحد مفتی تھے، جن کے فتوے دیکھ ہندوستان کے علماء اپنے فتووں پر نظرثانی کرتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عزیزالرحمن دیوبندی اور مولانا خلیل احمد سہانپوری ان میں شامل ہیں۔

اس کے علاوہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا یعقوب نانوتوی حج کے سفر دوران کچھ

عرصہ مولانا عبدالرحمن شیخ کے پاس رہے۔

پیدائش:

آپ 1945 میں دہلی میں پیدا ہوئے اور ان کے جد امجد حاجی وزیر خان دہلی آئے جنہوں نے دہلی کو اپنا مسکن بنایا اور پھر دہلوی معروف ہوئے۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول نئوں گوٹھ سکھر میں داخل ہوئے، قاری صاحب کو کھیلنے کا شوق تھا، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قاری صاحب بچپن کی وجہ سے ہلچل مچا رہے تھے. محلہ والوں نے گھر شکایت لگائی، قاری صاحب والدہ محترمہ نماز پڑھ رہے تھی، اللہ کے حضور دعا مانگی کہ میر الخت جگر کو علم کی دولت سے مالامال فرمایہ دعا قبول ہوئی، قاری صاحب کی دل میں داعیہ پیدا ہوا علم دین حاصل کروں۔

قرآن وسنت:

قاری صاحب ناظرہ قرآن پاک اور حفظ والد ماجد کے پاس کیا۔

فارسی میں ان کے استاذ مولانا محمد احمد تھانوی تھے، ان کو 1957 میں باقاعدہ قرآن پاک پڑھنے کے لیے بھیجا گیا اور وہاں فارسی ہدایۃ النحو تک پڑھے۔اس کے بعد راجہ بازار راولپنڈی کے مدرسہ میں داخل ہوئے جہاں مولانا قاضی احسان اللہ صاحب کے ہم سبق رہے، اور شرح جامی تک تعلیم حاصل کی۔مولانا غلام اللہ خان، مولانا عبدالہادی فتح جنگ اور مفتی عبدالرشید ہزاروی، مفتی غلام مصطفیٰ مرجانوی، مولانا انور شاہ ہزاروی، مولانا انور شاہ ہزاروی کے علاوہ دیگر اساتذہ بھی شامل ہیں۔ ظفر اقبال ہزاروی ان کے استاد تھے۔

اس درمیان فن قرائت سے واقف ہوئے، قاری محمد افضل تلہ گنگ کے پاس پڑھے. 1964/65 میں آپ اپنے ساتھی کے ساتھ ضلع گجرات کے حسینیہ میں داخل ہوئے، اس مدرسہ کے استاد مولانا ولی اللہ دیوبندی فاضل اور شیخ الہند کے خاص شاگرد اور مولانا شبیر احمد عثانی کے ہم سبق تھے۔

یہ مدرسہ برصغیر میں اس وقت بہت مشہور تھا، اس مدرسہ کے فاضل جب دیوبند جاتے تھے تو مولانا انور شاہ کشمیری ان کو امتحان کے بغیر داخلہ دیتے تھے. مولانا ولی اللہ صاحب مولانا غلام اللہ

صاحب اور محمد چراغ (جامع ترمذی الشذی شرح ترمذی) کے استاد تھے. وہ 1966 مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کے پاس آئے۔ وہاں سے فاضل عربی کی تکمیل کی۔ اس کے بعد مدرسہ فقیر والی بہاولنگر آئے، جہاں شیخ حدیث مولانا عبدالقدیر صاحب (مولانا عبدالقدیر صاحب مولانا انور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے)، مولانا عبدالقدیر کا حافظہ تیز تھا۔ مولانا جب مشکوۃ پڑھاتے تو وقت بڑے محدث معلوم ہوتے تھے، اور جب قاضی حمد اللہ پڑھتے تھے تو بہت بڑے منطقی لگتے تھے۔ شیخ التفسیر مولانا غلام اللہ خان صاحب نے انہیں اپنے مدرسہ میں تعلیم کے لیے رکھا تھا۔ جب آپ صدرہ اور شمس بازغہ پڑھاتے تھے، تو بڑے بڑے فلاسفی لگتے تھے۔ جب عبدالغفور اور متن متین پڑھاتے تو بڑے نحوی لگتے تھے. (معلوم ہونا چاہیے کہ مولانا سرفراز خان صفدر بھی مولانا عبدالقدیر کے شاگرد تھے)

1968 میں نیو یارک یونیورسٹی نیوٹاؤن کراچی میں پڑھنے آئے۔ صحیح بخاری شریف مولانا محمد یوسف بنوری جامع ترمذی مفتی مولانا ولی حسن ٹونکی صحیح مسلم مولانا محمد ادریس میرٹھی سنن ابی داؤد مولانا فضل احمد سواتی سنن ابن ماجہ و سنن نسائی مصباح اللہ شاہ خیبر پختونخواہ کے پاس پڑھی۔ 1969 میں سارا سال سماع کیا، ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر اس وقت تازہ سعودی عرب سے پی ڈی ایچ کر کے آئے تھے، مولانا محمد یوسف بنوری صاحب نے ان کو کہا کہ ان طلبہ کو عربی تکلم سکھائیں، انہوں نے دو کتابیں ایک تدریب الراوی دوسرا العبراب بڑی شفقت سے پڑھائی۔

1970 میں باضابطہ فارغ التحصیل ہوئے، پہلے سال میں مولانا غلام اللہ خان صاحب کی زیر نگرانی مدرسہ راولپنڈی میں بطور استاد تقرر ہوا۔ تین سال تک وہیں پڑھاتے رہے، 1975 میں جب والد فوت ہوئے تو مولانا محمد احمد صاحب تھانوی والد کی تعزیت کے لیے تشریف لائے۔ یہ فرمایا کہ اب واپس سکھر آؤ اور یہاں دین کا کام شروع کرو۔ قاری صاحب نے اس کے بعد سے مدرسہ اشرفیہ میں کام شروع کیا۔

1984ء سے اس وقت تک درس وتدریس اور نظامت سنبھالتے رہے۔

اولاد:

چار بیٹے: (1) قاری جمیل احمد صاحب (2) قاری شکیل احمد صاحب (3) عقیل احمد صاحب (4) قاری رشید احمد صاحب

چار بیٹیاں: (1) خدیجہ (2) شکیلہ (3) عقیلہ (4) میمونہ اور بیوی کا نام عائشہ ہے۔

وفات

بدھ کی رات مٹھی تھرپار کر سے واپسی پر ونگو موڑ حیدر آباد روڈ پر گاڑی ایکسیڈنٹ کا شکار ہوئی، جس میں بعافیت رہے، بعد میں دل کا دورہ پڑا اور 25 فروری 2015 کو خالق حقیقی سے جا ملے. جنازے کی نماز مولانا ڈاکٹر اسعد تھانوی نے پڑھائی.

میرے استاد شیخ التفسیر

مولانا مفتی عبدالواحد چاچڑ

مترجم مولانا عطاء الرحمٰن عباسی

تاریخ سولہ فروری 2015 مکۃ المکرمہ کے ہوٹل "المرجان" میں ناشتہ کررہا تھا کہ اسی وقت بابا سائیں کا فون آیا سائیں مفتی صاحب نے مجھے میرے مہربان و مربی رحمہ اللہ کی اچانک روڈ حادثے میں وفات ہوجانے کی اطلاع دی.

نہایت صدمہ ہوا اور بالکل تازہ بات ذہن میں اتر آئی کہ ڈی سی صاحب کے پاس میٹنگ سے فارغ ہونے کے بعد قاری خلیل احمد صاحب ڈی سی صاحب اور ایس پی صاحب کو ہاتھ میں ہاتھ دیکر فرمایا پرانے عالموں میں سے اور میٹنگ کی زینت شرکاء میں سے صرف ہم دو بچ گئے ہیں.

اور پھر اعلیٰ سطحی میٹنگز کو ماضی کی حسرت والے انداز میں یاد کرنے لگے.

یہ استاد صاحب کی سرکاری سطح پر آخری میٹنگ تھی. بہر حال، ناشتے سے فارغ ہوکر آرام کے معمول کو چھوڑ کر استاد صاحب کی مغفرت کیلئے کعبۃ اللہ شریف کا طواف کیا اور اپنے شفیق استاد کیلئے دوران طواف دعائیں مانگتا رہا،ویسے بھی طواف ایک(شوط) چکر میں اپنے اساتذہ کیلئے دعائیں کرتا رہتا ہوں الحمدللہ.

مجھے یاد کہ جب میں درجہ خامسہ سال 1992ء سائیں مفتی صاحب داخلہ کیلئے لئے گئے کہ سائیں قاری صاحب ناظم اعلیٰ کے مسند پر جلوہ افروز تھے.

پھر تو دورہ حدیث تک مسلسل چار سال قاری صاحب کے قریب استفادے کا موقعہ ملا.

حضرت قاری صاحب کی شخصیت میں کئی خوبیاں تھیں جو کسی عالم میں یکجا کم کم نظر آتی ہیں قاری صاحب مرحوم کی عوام میں شہرت ایک بہترین خطیب کے طور پر تھی.

آپ اپنے خطاب میں قرآن مجید پڑھنے کا اپنا ہی ایک انداز تھا. خطاب کا اکثر موضوع توحید باری تعالیٰ ہوتا تھا، یہی سبب تھا کہ سکھر کے بدعتی طبقے نے ان کے وصال پر مٹھائیاں تقسیم کی تھیں.

خود اپنے استاد مولانا غلام اللہ خان کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، جب حضرت سائیں عبدالکریم قریشی اسلامک سنٹر سکھر میں خطاب کیلئے تشریف فرما ہوئے تھے تو قاری صاحب نے ان کے لیے پرجوش انداز میں تقریر کی تھی.

حضرت قاری صاحب کا پرجوش انداز تو جامعہ اشرفیہ کے ختم البخاری کے پروگرام آنکھوں کے سامنے ہے. جس میں بدعتیوں کی حرکات کے خلاف جذباتی انداز میں بیان فرمایا تھا.بہر حال، قاری صاحب کے خطاب میں خطابت کی تمام خوبیاں موجود تھیں،آپ کی خدمت میں حاضری ہوئی روھڑی کی بسم اللہ مسجد کیلئے دعوت دی تو انہوں نے دعوت قبول فرمائی.

تشریف لاکر بہترین خطاب فرمایا، حضرت قاری صاحب نے اسی تقریر میں اپنی قوم بندھانی کی محنت کشی کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ میں قرآن مجید پڑھتا تھا ایک دن مولانا احمد تھانوی نے دردمندی سے کہا کہ آپ کی بندھانی قوم کتنی تو بڑی ہے کوئی تو عالم پیدا ہو فرمایا کہ الحمدللہ اللہ والوں کی دعا قبول ہوئی. پہلے میرا نمبر آیا پھر مولانا محمد یوسف ہری مسجد والے عالم ہوئے. اب تو الحمدللہ بہت سارے عالم ہیں.

خطاب کے بعد کھانے کی نشست میں میں نے عرض کیا، آپ نے تو تقریر ماشاءاللہ نوجوانوں والی کی ہے.

مولانا شاہ محمد چھوٹے بھائی نے عرض کیا کہ سائیں انٹرویو تو ابھی باقی ہے، میں نے کہا کہ اس میں ہماری سستی ہے حضرت قاری صاحب کی خطابت کے علاوہ قرآن مجید کی خدمت والا جذبہ اور جدوجہد بھی پورے علائقے میں مشہور و معروف تھے.

خود ہر سال شعبان اور رمضان میں قرآن مجید کے تفسیر کا اہتمام فرمایا کرتے تھے.

وہ ان کے حضرت مولانا غلام محمد خان کا اثر تھا کیونکہ وہ بھی خود شیخ التفسیر کے نام سے مشہور تھے.

جامعہ اشرفیہ میں کافی عرصہ تفسیر جلالین پڑھائی، رازانہ عشاء کے بعد جامعہ مسجد میں درس قرآن دینے کا اہتمام فرماتے تھے.

حضرت استاد صاحب جامعہ اشرفیہ کا بڑا عرصہ استاد رہے.

آخری مصروفیت اور علالت والے دوٗر میں بھی دو تین اسباق ضرور پڑھایا کرتے تھے. بہرحال، اتنے بڑے ادارے میں بھی کافی عرصے تک تدریس کرنے کے باعث ان کے تلامذہ کی تعداد بہت لمبی ہے، ہم تین بھائی پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر عرف جمال ناصر،مولوی شاہ محمد اور راقم استاد قاری صاحب رحمہ اللہ کے پاس جامعہ اشرفیہ میں پڑھے ہیں.

جامعہ اشرفیہ میں تدریس و تعلیم کے علاوہ نظامت کی ذمہ داری بھی استاد مرحوم کے پاس تھی.

استاد صاحب جامعہ اشرفیہ میں خوب حسن اسلوبی کے ساتھ نظامت نبھاتے رہے،اس کا نتیجہ

ہے کہ آج جامعہ اشرفیہ اپنے علاقے میں اول درجے کے جامعات میں شمار کیا جاتا ہے،استاد صاحب سندھی اور غیر سندھی کا فرق کبھی محسوس نہیں دیا۔اور الحمد للہ جامعہ اشرفیہ چاروں سال اول درجہ کے ساتھ پاس ہوتا رہا،اساتذہ کو بہترین انداز میں کسی کمی کوتاہی کی طرف نشاندہی کرتے تھے،طلبہ کی کمی کوتاہی کو بھی اپنی بہترین حکمت عملی کے ساتھ پورا کرتے تھے،خود سال کے اوقات میں تسلسل و اہتمام کے ساتھ موجود ہوا کرتے تھے۔دور دراز کے آئے مہمانوں خصوصاً علماء کرام کو جامعہ اشرفیہ پہنچ کر تسلی ملتی تھی،ان مہمانوں کا بہترین اکرام کیا کرتے تھے،جامعہ مسجد میں عصر کے بعد بھی مہمانوں کے ساتھ بیٹھے رہتے تھے یہی ان طرز اخلاق کا تھا کہ جو علماء دیوبند کی تنظیم و تحریکیں تھی مولانا کو خوشی کے ساتھ دعوت کے ساتھ دعوت دیتے اور آپ بھی خوشی سے شریک ہوتے۔

ختم نبوت میں آپ خود عہدیدار و ذمہ دار رہے آپ اس سلسلے میں کبھی چناب نگر اور لندن جایا کرتے تھے،جمیعت علماء (ف) کے پروگراموں و جلسوں میں آتے تھے تو (س) سے بھی عار نہیں آتا تھا،کیونکہ مولانا اسعد تھانوی (س) کے صوبہ کے صدر بھی رہ چکے تھے،سپاہ صحابہ والوں کے ساتھ جہادی جلسوں میں خصوصی شرکت کرتے تھے،تصوف و اصلاحی جلسوں میں بھی اپنی دلی چاہت کے ساتھ شریک ہوتے تھے، نقشبندی کے پروگراموں میں کئی مرتبہ خواجہ غلام حبیب رحمہ اللہ کے ساتھ سفر حج کا تذکرہ خوب فرماتے تھے، استاد صاحب لوگوں کو ان کی حیثیت کے حساب سے ان کو عزت و توقیر دیتے تھے۔

میرے والد صاحب سے انکا پیار، محبت کا عمدہ تعلق تھا،بابا سائیں کو جامعہ اشرفیہ بغیر چائے و اکرام نہیں چھوڑتے تھے،ہم بھائیوں کو جامعہ اشرفیہ میں دستار فضیلت کے موقعہ پر نام محبت و احترام سے لیتے تھے۔

بہرحال استاد صاحب کی باتیں انگنت ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی اولاد بالخصوص ان کے مستند عالم دین بیٹے قاری جمیل احمد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

میرے محسن استاد

مولانا عبید اللہ عابد سندھی ہالانی

کچھ ایسے بھی اٹھ جائینگے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈھنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

۲۵ فروری ۲۰۱۵ء کی صبح طلوع ہونے کے ساتھ سکھر سے ایک دوست نے دکھ بھری خبر سنائی کہ "ہم ایک عظیم ہستی اور شفیق سے محروم ہو گئے"

اس خبر کو سننے کے بعد میرے تو جیسے پیروں تلے زمین نکل گئی، بے ساختہ زبان سے یہ کلمہ نکلا "اناللہ وانا الیہ راجعون" اور کچھ دیر تک سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا اور محترم استاد کی شفقتیں اور محبتیں ایک دم میرے ذہن پر چھا گئی اور میں ان کی باتوں عنایتوں اور ملاقاتوں کو یاد کرنے لگا۔

۲۰۰۸ء میں موقوف علیہ کے درجے میں داخلے کے سلسلے میں جامعہ اشرفیہ مدرسے پہنچے تو وہاں پر پہلی ملاقات ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات نے ہمیں سائیں کی شفقت، پیار اور حسنِ اخلاق نے بہت زیادہ متاثر کیا۔ میرے دل میں استاد محترم کی عقیدت بہت بڑھ گئی تھی جیسے جیسے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا استاد محترم کی محبتوں اور سفقتوں میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

ایک مرتبہ سائیں قاری صاحب کے سبق میں بیٹھے تھے جیسے ہی درس پورا ہوا تو استاد محترم میری طرف متوجہ ہو کر بولے "مولوی صاحب آپ کا نام کبھی اچھا نہیں لگا" (رہبانیت فی الاسلام) اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

یاد رہے کہ میرا نام والدین نے محمد راہب رکھا تھا۔ اس لئے قاری صاحب کہہ رہے تھے، بہر حال پھر میں نے کہا اچھا تو استادِ محترم آپ کوئی اچھا نام بتایئے۔ پھر قاری نے میرا نام محمد راہب سے بدل کر عبید اللہ رکھا اور "عابد سندھی" تخلص کا اضافہ میں نے خود کیا۔ اس دن سے پھر میرا نام عبید اللہ عابد سندھی پڑ گیا اور قاری صاحب بھی مجھے مولوی عبید اللہ کہنے لگے تھے۔

دو سال جامعہ اشرفیہ سے فیض حاصل کیا، قاری صاحب کی یہ شفقت تھی کہ بعض دفعہ سبق مکمل ہونے کے بعد اپنے پاس بٹھا کر علمی و سیاسی معاملات پر کھل کر گفتگو کرتے تھے، استاد محترم کو اللہ

تعالیٰ نے علمی استعداد بھی اعلیٰ عطا کیا تھا۔ دینی علوم کے ساتھ سیاسی و سماجی علم بھی کافی تھا۔

سورہ یوسف کے آخری رکوع کی "اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوٓا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُوۡا" (قَدۡ كُذبو) تشدید کے ساتھ پڑھنے کا مطلب اور بغیر تشدید کے ساتھ پڑھنے کا مطلب بہتریں انداز میں سمجھایا، قاری صاحب ویسے بھی سبق آسان اور بہترین انداز میں سمجھایا کرتے تھے۔

فارغ التحصیل ہو کر اپنے شہر ہالانی میں درس و تدریس کے سلسلے میں جامع اسلامیہ دارالفضل ہالانی کے مدرسے میں مصروف عمل رہا۔ اس دوران بھی قاری صاحب نے اپنی شفقت کا سایہ سر سے نہیں اٹھایا۔

ایک دفعہ میں نے قاری صاحب کو اپنے گاؤں آنے کی دعوت دی جو قاری صاحب نے خوش دلی سے قبول کی، دعوت حسب حال تھی قاری صاحب بڑے خوش ہوئے اور اپنے ڈرائیور سے کہنے لگے: شعبان دیکھ میرے شاگرد نے کتنی پر تکلف دعوت کی ہے۔

ہمارے ہالانی کے مدرسے میں ۱۰ محرم کو سالانہ بڑا جلسہ ہوتا ہے، اس جلسے میں ایک مرتبہ قاری صاحب کو بھی مدعو کیا قاری صاحب آئے اور جلسے سے تقریر کی اور بہت خوش ہوئے اس کاوش کو دیکھ کر ۵ مارچ ۲۰۱۲ء میں جس مسجد کے مولوی منیر احمد پیش امام تھے وہاں کے لوگوں نے اس مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ بھی تعمیر کرایا جس کی افتتاح قاری صاحب نے خود کی، ہمارے محلے میں بھی ایک مسجد زیرِ تعمیر چھت تک پہنچ جائے تو میرے پاس آنا۔ تقریباً ایک ہفتہ بعد میں قاری صاحب کے پاس گیا اور چھت کا سارا سامان لکھ کر لے گیا۔ قاری صاحب نے بڑی عزت کی قاری صاحب کے ساتھ کھانا کھایا، کھانا کھانے کے بعد میں نے سوچا کہ حسب دستور دوسروں کی طرح تصدیق نامہ لکھ کر دیں گے، مگر تب بے حد خوشی ہوئی جب قاری صاحب نے ایک فون کیا اور ان سے فرمایا کہ "ایک میرا خاص شاگرد ہے اس کو مسجد کی چھت کا سامان چاہیے، وہ مسجد میری زیرِ نگرانی تعمیر ہو رہی ہے"

اس شخص نے مسجد کی چھت کا سارا سامان لے کر دیا، اس کے بعد ایک ہفتہ میں مسجد کی تعمیر ہو گئی اب اس کے افتتاح کرانی تھی اس سلسلے میں سائیں کے پاس گیا۔ ان سے صلاح مشورہ ہوا میں نے عرض کیا سائیں کسی اور بھی بڑی شخصیت کو تقریر کی دعوت دی جائے تو قاری صاحب نے کہا: ٹھیک ہے پھر علامہ شہید ڈاکٹر خالد محمود شومرو سے پروگرام لیا۔ جن سے ۲۸ ستمبر ۲۰۱۳ میں مسجد کی افتتاح ہوئی تھی۔ ہم تمام انتظام مکمل کر دیئے تو مہمان گرامی بھی آنے لگے سب سے پہلے استاد محترم تشریف

لے کر آئے۔اس کے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لائے۔

بہر حال قاری صاحب بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے جب بھی آتے تھے تو مجھے فون کرتے تھے کیونکہ فرماتے تھے کہ "مسجد کا معائنہ بھی ہو جائے گا اور ملاقات بھی، قاری صاحب پہلے ہی سے کہہ دیتے تھے کہ مولوی عبیداللہ تکلف نہیں کرنا"

یہ قاری صاحب کا بڑکپن تھا کہ وہ ملاقات کا فیض دیتے تھے ورنہ کدھر قاری صاحب کی اعلیٰ شخصیت اور کہا یہ بندہ ناچیز

ایک مرتبہ قاری صاحب میرے بھتیجے کے ساتھ آرہے تھے جو جامعہ اشرفیہ میں پڑھتے تھے۔ قاری صاحب کراچی جارہے تھے ثناءاللہ چھٹی پر گھر آرہے تھے تو قاری صاحب نے ان کو اپنے ساتھ لیا:

قاری صاحب نے ان سے فرمایا کہ مولوی عبیداللہ کو بتانا، مگر اس نے مجھے اطلاع کیا۔ قاری صاحب سے چھپ کر میں روڈ پر کھڑا رہا۔ کیونکہ مسجد اور گھر روڈ کے نزدیک ہیں اس لئے جب قاری صاحب کی گاڑی آئی تو انہوں نے مجھے دیکھا اور خندہ پیشانی سے گاڑی سے اترے اور فرمایا: "آپ کا بھتیجا بڑا ہوشیار ہے میرا راز فاش کر دیا"۔

ماشاءاللہ سائیں کے چہرے پر ہمیشہ ہلکی سی تبسم سجی رہتی تھی، کسی سے نہ خفا ہو اور نہ کبھی کسی پر غصہ کرتے، ہر معاملے کو تدبر اور حکمت عملی سے سلجھاتے تھے، وہ طلبہ کا ہو یا اساتذہ کا یا پھر کسی ادارے، شہر یا جماعت کا ہو۔ مطلب اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب کو ایسی خوبی عطا کی تھی کہ وہ جس کام میں ہاتھ ڈالتے اس کو حل کر دیتے تھے۔

مسجد خلفاءِ راشدین جس کا میں متولی ہوں اس کے دونوں طرف متصل دو پلاٹ تھے۔ قاری صاحب ان دونوں پلاٹوں کے لیے فکر مند رہتے تھے کہ یہ مسجد کے مدرسے کے لیے لیں۔ ان کے مالکان کو مسجد سے ملائیں تو کسی حکمت عملی سے ان کو سمجھائیں۔

قاری صاحب جب بھی میرے ہاں آتے تو میں ان کے لیے مچھلی تیار کراتا۔ ایک مرتبہ قاری صاحب نے فرمایا: ''مچھلی پکانا تو آپ کو ہی آتی ہے''۔ اس ملاقات میں بہت زیادہ خوش نظر آرہے تھے مگر کیا خبر کہ یہ ملاقات ہماری آخری ملاقات ہو گی۔

مسجد کے بارے میں حال احوال لیے مجھ سے فرمایا: اب مسجد میں کس چیز کی ضرورت ہے؟ میں نے عرض کیا سائیں وضو خانہ اور ٹائلس کی ضرورت ہے، پھر قاری صاحب نے دعا کی کہ انشاءاللہ تعالیٰ

کوشش کرتے ہیں۔

مسجد سے باہر نکلتے وقت قاری صاحب نے اس تختی کی طرف دیکھا جس پر قاری صاحب اور شہید ڈاکٹر خالد محمود کے نام درج تھے پھر ڈاکٹر صاحب کے نام پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "یہ بھی اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو گیا باقی یہ دونوں ہیں پتہ نہیں ان دونوں میں سے پہلے کون جائے گا"۔

ان دونوں میں دوسرا نام درگاہ ہالانی کے سجادہ نشین پیر طریقت ڈاکٹر حافظ سید نثار احمد شاہ کا تھا۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ دو ہفتے بعد قاری صاحب کے انتقال کی خبر ملی ہم نے ان کے جنازے میں شرکت کی اور دعائے مغفرت مانگی۔

یہاں یہ بھی قابل ذکر بات ہے کہ قاری صاحب سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ کسی کا کوئی بھی مسئلہ ہو قاری صاحب تب تک اس کا ساتھ دیتے جب تک اس کا مسئلہ حل نہ ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے شفیق محسن استاد و مربی ہر دلعزیز استاد شیخ التفسیر حضرت مولانا قاری خلیل احمد نور اللہ مرقدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

قاری صاحب صاحب کے جانشین صاحب زادے فرزند ارجمند حضرت مولانا قاری جمیل احمد صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور وہی والد گرامی جیسی نظرِ شفقت عطا فرمائے۔ (آمین)

۲۳ مارچ ۲۰۱۵ء کو قبلہ محترم کے جانشین اور فرزند حضرت مولانا قاری جمیل احمد صاحب سے پہلی ملاقات ہالانی میں مفتی سید حماد اللہ شاہ صاحب کے ولیمے میں ہوئی۔

ماشاء اللہ سائیں کے اندر بھی وہی نگاہِ شفقت موجود تھی۔ ہم سے ملے پیار کیا اور مسجد کا معائنہ بھی کیا یہ وہی مسجد خلفا راشدین تھی جس کی افتتاح قاری صاحب نے خود کی تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قاری صاحب کا موجودہ جانشین قاری جمیل احمد صاحب سے بھی وہی دین متین کا کام لے جو قاری خلیل احمد نور اللہ مرقدہ سے لیا۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعمیر ہے جس کی حسرت و غم اسے ہم نفو وہ خواب ہیں ہم

حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانیؒ
(کچھ یادیں)

مولانا عبدالصمد انڈھڑ محراب پور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے مرکزی راہنما' مجلس شوریٰ کے رکن رکین، جامع مسجد سکھر کے خطیب، جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اعلیٰ، استاذ العلماء، محبوب الطلباء، اہلیانِ سکھر کی ہر دل عزیز شخصیت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ ۲۴/فروری ۲۰۱۵ء بروز منگل بعد نماز عشاء ۱۱:۳۰ بجے رات ایک کار حادثہ میں لاکھوں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون۔

میرا تعلق حضرت قاری صاحب سے زمانۂ طالب علمی اور زمانۂ تدریس میں کافی رہا ہے، اس لیے قاری صاحب کی زندگی کے متعلق چند سبق آموز واقعات یہاں لکھتا ہوں: درجہ اولیٰ بندہ نے جامعہ اشرفیہ سکھر میں پڑھا، نحو میر جس استاذ کے زیر درس تھی وہ استاذ بہت ہی محنتی و جفا کش اور پڑھانے کا حق ادا کرنے والے تھے۔ ہر درجہ میں اعلیٰ، متوسط اور غبی طلبہ ہوتے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ استاذ کا سبق تمام درجہ کے تمام طلبہ کو سمجھ آجائے یہ ضروری نہیں ہے، بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اعلیٰ ذہن کے طلبہ سبق سمجھ جاتے ہیں اور متوسط ذہن کے طلبہ کشمکش کا شکار ہوتے ہیں اور غبی ذہن کے طلبہ بالکل ہی سبق نہیں سمجھتے۔

ہمارے نحو میر کے سبق میں کچھ طلبہ احساسِ کمتری کا شکار ہوئے، انہوں نے ایسی گیم کھیلی کہ دوسرے طلبہ بھی ان کے ہم نوا بن گئے اور اکٹھے ہو کر حضرت قاری خلیل احمد بندھانی صاحب کے پاس دفتر میں چلے گئے اور شکایت کر دی کہ ہم کو سبق سمجھ نہیں آتا، لہٰذا ہمارے سبق کا بندوبست کیا جائے اور استاذ تبدیل کیا جائے۔ اس موقع پر حضرت قاری صاحب نے جس حکمت و بصیرت سے کام لیا وہ انہی کا حصہ تھا، اس وقت سب کی پوری بات سن لی اور سب کو اگلے وقت کے انتظار کا کہہ کر فی الحال روانہ کر دیا اور خود تنہا ہر ایک طالب علم کو مختلف اوقات میں بلاتے رہے اور جو کچھ نحو میر پڑھی تھی، اس میں سے سوال کرتے رہے۔ جب سب سے خود امتحان لے لیا، اس کے بعد سب کو اکٹھے بلایا

اور ہر ایک کو کہا کہ میں نے تمہارا امتحان لیا اور تم نے جو جواب دیا ہے وہ درست جواب دیا ہے۔ جب آپ جوابات درست دے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو استاذ صحیح پڑھاتا ہے، مجھے یہ لگتا ہے کہ تم احساس کمتری میں مبتلا ہو، اس کا علاج استاذ کی تبدیلی نہیں ہے، بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ پاک کی طرف رجوع کرو اور مزید محنت کرو، ان شاء اللہ! تمہاری یہ شکایت دور ہو جائے گی اور ہوا بھی ایسا ہی۔ قربان جایئے قاری صاحب کی حکمت و بصیرت پر کہ استاذ کا وقار بھی برقرار رکھا اور طلبہ کو ایسا مطمئن کیا اور احساس دلایا کہ غلطی تمہاری ہے اور ہمیشہ ہمیشہ استاذ کی بد دعا سے ایسا بچایا کہ استاذ کو اس بات کا پتہ بھی نہیں لگنے دیا۔ اب تو بس دل سے یہ دعا نکلتی ہے کہ قاری صاحب غریق جنت ہوں۔

جامعہ اشرفیہ سکھر میں جب درجہ ثانیہ عامہ کا سالانہ امتحان وفاق المدارس العربیہ کے تحت دے کر فارغ ہوا تو معلوم ہوا کہ آئندہ سال سے جامعہ اشرفیہ سکھر میں شیخ الحدیث کے عہدے پر جامع المنقول والمعقول فاضل دیو بند دارالہدیٰ ٹھیڑی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالھادی میمن صاحب براجمان ہوں گے۔ مولانا عبدالہادیؒ کا اندرون سندھ میں تدریسی اور علمی مقام و مرتبہ اور بزرگی کے حوالے سے ایک بڑا درجہ تھا اور خاصی شہرت حاصل تھی، اس لیے جامعہ کے تمام طلبہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے اس سے قبل مولانا صاحب کے ساتھ ملاقات تو در کنار نام بھی نہیں سنا تھا۔ اللہ رب العزت نے توفیق بخشی کہ میں نے دعا کی: اے اللہ! اس عاجز کو ان کی خدمت کی توفیق بخش اور خدمت کا موقع نصیب فرما۔ یہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک جنازہ ہے، لوگ جنازہ کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں، لیکن زمین سے آگ نکل رہی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے، کسی نے کہا کہ آگے ایک بزرگ بیٹھے ہیں، ان سے دعا کرائیں، چنانچہ جب آگے گیا تو ایک سفید ریش بزرگ مراقبہ میں تشریف فرما ہیں، چنانچہ ان کو دعا کے لیے کہا گیا، انہوں نے دعا فرمائی تو آگ آہستہ آہستہ زمین بوس ہو گئی۔ اس بزرگ کا نقش میرے دماغ میں ہو بہو موجود تھا، بہر حال سالانہ تعطیلات ختم ہو گئیں، ۱۰/شوال المکرم کو داخلہ کے لیے حاضر ہوا، جب دارالحدیث کے سامنے گزرا تو وہی شکل و صورت جو خواب میں دیکھی تھی، عالم بیداری میں سامنے موجود تھی۔ دارالحدیث کے اندر داخل ہوا، مصافحہ کیا اور بیٹھ گیا، اتنے میں حضرت قاری خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ بھی تشریف لائے اور ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ مولانا عبدالھادی سے حال احوال ہوا تو مولانا عبدالھادی صاحبؒ نے فرمایا کہ: میں بوڑھا آدمی ہوں، چلنے میں عصا کے ساتھ ساتھ ایک اور سہارے کا محتاج ہوں، نیز کھانا کھلانے،

کپڑے دھونے، مسجد لے جانے اور لے کر آنے کے لیے بھی کسی سہارے کا محتاج ہوں، لہٰذا کسی طالب علم کو میری خدمت کے لیے مقرر فرمادیں۔ حضرت قاری صاحب نے میری طرف شفقت بھری نظروں سے دیکھا اور فرمایا کہ یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ بندہ تو پہلے ہی تیار تھا، پھر حضرت قاری صاحب کے انتخاب نے اس میں روح بھر دی۔ اللہ پاک نے خدمت کا موقع دیا، آج جب وہ منظر سامنے آتا ہے تو دل سے حضرت قاری صاحب کے لیے دعا نکلتی ہے۔

ان کے اس انتخاب نے کیا رنگ بھر دیا، اس انتخاب کی وجہ سے آج تدریس کے ساتھ منسلک ہوں۔ چند دن گزرے تھے کہ حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل میمن صاحب (گول مسجد والے) حضرت مولانا عبدالہادیؒ صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ قاری خلیل احمد صاحب سے میری ملاقات ہوئی تھی اور قاری صاحب ادب کی وجہ سے آپ سے جامعہ کے ایک اصول کے بارے میں بات نہیں کر پارہے ہیں اور مجھے فرمایا کہ آپ حضرت صاحب سے میری طرف سے گفتگو کریں اور ان کو جامعہ ہذا کا ایک اصول بھی بتادیں کہ جامعہ ہذا میں جو استاذ جامعہ کے مطبخ سے کھانا کھاتا ہے، اس کو ماہانہ کچھ رقم جو جامعہ ہذا کی طرف سے مقرر ہے وہ تنخواہ میں سے کٹوتی کروانی پڑتی ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کا اس بارے میں مشورہ کیا ہے؟ مولانا عبدالہادیؒ نے فرمایا کہ جو جامعہ کا اصول ہے، میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت قاری صاحب کے دل میں اساتذۂ کرام خصوصاً بڑے اساتذہ کرام کے بارے میں کتنا ادب واحترام تھا۔ کاش! ہمیں بھی ایسا ادب و احترام نصیب ہو۔ قاری صاحب نے اس طریقہ کار سے جامعہ کا اصول و ضابطہ بھی برقرار رکھا اور بڑوں کے ادب کا تقاضا بھی پورا کیا۔

میرے محراب پور کے ایک ساتھی کی شادی سکھر میں ہوئی اور بچے بھی ہوگئے، میاں بیوی میں اَن بَن ہوئی، بات طلاق تک پہنچی اور طلاق ہوگئی۔ والد کا اپنی اولاد سے محبت کرنا ایک فطری امر ہے۔ ان کی بیوی' بچے اپنے ساتھ لے گئی، جب کبھی اس کو اپنی اولاد کی محبت ستاتی تو میرے پاس آتا کہ سکھر شہر میں قاری خلیل احمد صاحب کا اثر ورسوخ کافی زیادہ ہے اور آپ کے استاذ ہیں، لہٰذا آپ میرے ساتھ چلیں، بہر حال ایک دن سکھر حضرت قاری صاحب کے پاس جانے کے لیے دن مقرر کر لیا اور وہاں پہنچے تو حضرت قاری صاحب نے پرتپاک استقبال کیا اور اکرام سے نوازا، حال احوال ہوا، قاری صاحب نے اس کا حل بھی بتادیا، ملاقات نہیں ہوئی، ہم محراب پور واپس آگئے۔ حضرت قاری صاحب

کو اس احوال کی اطلاع بھی نہ کر سکے، کچھ ماہ کے بعد حضرت قاری صاحب کا محراب پورآنا ہوا، جیسے ہی میری ملاقات ہوئی فوراً پوچھا اور کہا کہ آپ نے اطلاع تک نہیں دی اور آپ کو اطلاع دینی چاہیے تھی، بندہ کو شدید احساس ہوا اور اپنی کوتاہی غلطی پر نادم بھی ہوا اور آئندہ کے لیے سبق بھی مل گیا۔ اتنے مصروف ترین آدمی جن سے روزانہ بے شمار لوگ اپنے مسائل حل کرواتے ہوں، ان کو کئی ماہ گزرنے کے باوجود وہ بات یاد ہے اور یہ یاد وہی رکھ سکتا ہے جس کے دل میں انسانوں کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ ہر جمعہ کی رات بعد نمازِ عشاء بزم میں تشریف لاتے اور تمام طلبہ کی تقاریر خود سنتے۔ آپ خود بھی خطیب تھے اور فنِ خطابت کے رموز، اتار چڑھائو پر کافی دسترس حاصل تھی، اس لیے آخر میں ہر طالب علم کی اصلاح فرماتے، اندازِ تقریر بیان فرماتے، حتیٰ کہ الفاظ کی ادائیگی اور الفاظ کے محل وقوع بھی بتادیتے کہ فلاں جگہ اس انداز سے بات کرنی ہے اور اِن اِن الفاظ کو ادا کرنا ہے۔ کیا ہی عجب مرد تھے! حضرت قاری صاحب کے اس انداز تربیت سے بہت سے طلبہ میدانِ خطابت کے شہ سوار بنے۔ جس طرح ہر شاگرد کو اپنے استاذ سے قلبی تعلق ہوتا ہے، اسی طرح ہر استاذ کو اپنے شاگرد سے قلبی تعلق ہوتا ہے، حضرت قاری صاحب ہیں میں نے یہ وصف بہت ہی زیادہ پایا، جب کبھی کوئی شاگرد ملاقات کے لیے حاضری دیتا تھا تو آپ کا اخلاق کریمانہ ایسا ہوتا تھا کہ شاگرد موم ہو جاتا اور دوبارہ ملاقات کی طلب وآرزو لے کر رخصت ہوتا۔

ہر استاذ اپنے شاگرد پر ایسے شفیق ہوتا ہے جیسے اپنی اولاد پر۔ کبھی کبھار شاگرد اپنے استاذ سے بے تکلف ہو کر بھی گفتگو کرنے کا انداز اپناتا ہے، چوں کہ حضرت قاری صاحب پر جمال کا غلبہ تھا، ایک بار میں نے درجہ خامسہ کے تفسیر کے سبق میں کہہ دیا کہ استاذ جی! سبق کی رفتار بہت کم ہے، منزل دس پارہ ہے، یہ کب پورے ہوں گے؟ اور آپ کی مصروفیت بھی بہت ہے۔ آپ نے توجہ سے بات سن کر مسکرادیا اور فرمایا: ان شاء اللہ! وقت مقررہ پر منزل پر پہنچیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کی زندگی کی جمیع حسنات کو قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنائے اور سیئات سے عفو و در گزر کا معاملہ فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور درجات کو اللہ پاک اپنی شان کے مطابق بلند سے بلند عطا فرمائے۔ آمین۔

میرے استاد قاری خلیل احمد بندھانی رحہ

مولانا عبد الخالق پنہوار خانپور

میرے استاد محترم استاذ العلماء شیخ التفسیر محافظ ناموس صحابہ و اہلبیت حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ بہت بڑے پائے کے عالم دین اور دین کے محافظ تھے۔

ان کی کمی تو مستقبل قریب میں تو پُر ہوتی ہوئی نظر نہیں آ رہی۔ آپ کی تعلیمی، تدریسی، تبلیغی، سماجی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔آپ کی زندگی کے کئی پہلو تھے آپ کہنہ مشق استاد، شعلہ نوا خطیب اور بہترین مدبر و منتظم تھے جامعہ اشرفیہ سکھر کے ناظم اعلیٰ تھے جامع مسجد بندر روڈ کے امام و خطیب تھے اس کے علاوہ کئی اچھی خوبیوں کے مالک تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے استاد محترم حضرت مولانا قاری خلیل احمد بندھانی رحہ کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

حضرت مولانا قاری خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کا آخری سفر

مولانا مفتی شفیع محمد انڈھڑ

قاری صاحب کا آخری سفر، آخرت کا سفر ثابت ہوا، سندھ کے علائقہ تھر میں لوگوں پر بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط کا سماں تھا، ہر دردمند دل میں ان کی خبر گیری کا احساس تھا۔ خدا کے بندے خدا کی مخلوق کو خدا کا کنبہ سمجھتے ہیں اسلئے وہ ہمدردی میں دوڑ پڑتے ہیں۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کا شدت سے احساس تھا چونکہ وہ بڑے رحمدل انسان تھے، جب ضلع گھوٹکی کے مدارس کا اجتماع گھوٹکی میں منعقد ہوا تو حضرت نے اپنے سفر کے بارے میں اظہار فرمایا۔ پھر جب سومرانی شریف حضرت سائیں محمد یعقوب دامت برکاتہ کے یہاں تعزیت کیلئے مولانا امیر خان کی گاڑی میں ساتھ چلے تو بالتفصیل معلومات مولانا امیر خان سے پوچھی شش ماہی امتحان کی تعطیلات میں سفر پر جانے کا خیال ظاہر فرمایا۔ اور پیر 23 فروری 2015ء کو پروگرام ترتیب دیا۔ اور بندہ سے ساتھ چلنے کا دلی اظہار فرمایا۔ لیکن میں نے خاموشی اختیار کر لی ایک تو تعطیل محدود تھا اور دوسرا 26 تاریخ ناموسِ رسالت ریلی تھی۔ لیکن قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سمجھ گئے انہوں نے حافظ شعبان کو کہا کہ تو اپنے استاد کو (مفتی شفیع کو) قائل کر لے وہ بھی ساتھ چلے تو بہتر ہے میری تمنا ہے لیکن خیال کرنا اس کو تنگ نہ کرنا۔ مجھے بھائی حافظ شعبان نے فون کیا تو میں انکار نہ کر سکا بلکہ ہاں کی۔

حضرت قاری صاحب کو جب حافظ شعبان نے فون کیا تو میں ساتھ بیٹھا تھا۔ بہت خوش ہوئے مسرور ہو کر مزاح میں فرمانے لگے ہاں آپ نے اپنے شاگرد کی بات مان لی! بہت اچھا ہوا بہر حال آپ کو تکلیف ہو یا ضروری کام ہو تو آپ نہ چلیں۔ میں نے عرض کیا حضرت کوئی بات نہیں میں بھی تھر کو دیکھ لونگا پتہ نہیں بعد میں جانا نصیب ہو یا نہ ہو! یہاں ان شاءاللہ تعالیٰ ریلی میں شرکت کریں گے بعد گھر بھی جانا ہو گا۔

اس طرح پیر کے دن صبح مدرسہ میں امتحان گان کا معائنہ فرمایا اور طلبہ سے خطاب فرمایا تعطیل کا اعلان فرمایا اور مولانا عبدالمالک بھیری سے مشاورت فرمائی، مولانا مفتی یاسین کو ہدایات دیں۔ بخاری شریف کی شروح کشف الباری اور تحفۃ الالمعی گاڑی میں رکھوائی۔ دفتر مین مولانا ڈاکٹر حق نواز کو ہدایات دیں۔ دوپہر کا کھانا گھر سے منگوایا بھائی عقیل سے دارالاہتمام میں مشاورت کی دوائیں رکھوائیں

۔ مجھے فرمایا کہ تیار ہو سامان وغیرہ گاڑی میں رکھو! میں طلبہ سے مل کر آرہا ہوں ۔ یوں مولانا عبدالمالک ساتھ گاڑی تک آئے، سب کو الوداع کیا ہماری گاڑی جوں ہی جامع مسجد کے مین گیٹ پر پہنچی تو گرد و غبار جامع مسجد کے بورڈ اور گیٹ پر دیکھا عملے کو کہا کہ فوراً بورڈ کو صاف کرو اور گیٹ پر جھاڑو دو۔ بھائی عقیل سے کھانسی کے شربت کا فون پر استفسار کیا بھائی نے وہ لا کر تھیلے میں رکھا تھا۔ بھائی عقیل، قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دوائی کا بہت خیال کیا کرتے تھے۔

یوں ہمیں دعا سفر پڑھنے کیلئے حکم فرمایا، خود کافی وقت دعائیں پڑھتے رہے چاروں طرف دم فرمایا ۔ ٹھیڑھی مدینہ سی این جی پر گاڑی میں گیس ڈلوایا، سفر میں جامعہ اشرفیہ کی بات چھڑی تو میں نے حضرت استاد قاضی عبدالحق دامت برکاتہ کا تذکرہ خیر چھیڑا جوانہوں نے فون کر کے حال احوال لیا تھا۔ بخاری شریف کے سبق اور آپ کی صحت مولانا عبدالمالک کی صحت کے بارے میں پوچھا تھا اور اساتذہ کی خیر خیریت پوچھی تھی۔ قاری صاحب فرمانے لگے کہ آپ کیا اندازہ لگاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت استاد قاضی صاحب آنا چاہتے ہیں ۔ مجھے مزاح فرمانے لگے کہ ہاں بھائی تو اپنے استاد کی سفارش کر رہا ہے۔ میری سفارش نہیں کرتا میں نے عرض کیا حضرت آپ تو ادارہ کے مالک ہیں آپ کی سفارش کی کیا ضرورت ہے۔ بعد میں فرمایا کہ واقعی صاحب آئیں گے ؟ آپ ان کو منوائیں ! میں نے عرض کیا ہاں حضرت استاد قاضی صاحب بڑے مہربان انسان ہیں ۔ درخواست مسترد نہیں فرمائیں گے ۔ حضرت استاد قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر قاضی صاحب راضی ہوتے ہیں اور تشریف لاتے ہیں تو اچھی بات ہے۔ ساتھیوں سے مشورہ کریں گے آپ کی تجویز پر غور کریں گے۔

یوں ہم مغرب نماز قاری کامران کے پاس حیدر آباد میں پڑھی اور اسکے بعد قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عزیز عبدالسلام بندھانی کے گھر گدو بندر کے قریب گئے تعزیت کی۔ رات کا قیام مولانا عبدالسلام کے گھر کیا صبح ناشتہ کے بعد مٹھی کیلئے گولاڑچی نئوں کوٹ کے راستہ سے روانہ ہوئے ۔ 11 بجے نئوں کوٹ میں پہنچتے راستے میں قاری صاحب بار بار پوچھتے رہے کہ چائے کا تو خیال نہیں؟ میں عرض کرتا نہ حضرت! استاد بخاری شریف کا مطالعہ کرتے رہے اور دونوں شروح کے فرق کے بارے میں فرمایا تحفۃ الالمعی جامع ہے اور کشف الباری میں بسط ہے لغوی تحقیق ہے اور عربی شروح کی اس کے بعد ضرورت نہیں رہتی۔ یوں چائے نئوں کوٹ میں پیکر آگے چلے۔ 2 بجے کے قریب مٹھی شہر میں واقع مدرسہ میں پہنچے دوپہر کا کھانا مولانا خیر محمد درس کے مدرسہ میں کھایا۔ مولوی صاحب

نوجوان عالم دین ضلع مٹھی کے وفاق کے مسئول اور جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس عمومی کے رکن ہیں۔ بڑے سر گرم عالم دین۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے مشورہ لیا کہ ترتیب کیا ہوئی چاہئے ؟ مولوی صاحب نے دو تجویزیں رکھیں ایک یہ کہ مستحقین کو ہم مدرسہ میں بلائیں دوم یہ کہ ہم ان کے پاس جائیں دونوں صورتوں میں جو آپ کو منظور ہو۔ ان کے پاس جانے سے وقت بچے گا اور بلانے میں آپ کو ایک دو دن قیام کرنا ہوگا۔

قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اگر ہم ابھی چلیں تو ساتھی ملتے جائیں گے ؟ مولوی صاحب نے کہا کہ ہم ان کے گھر جارہے ہیں وہ خود نہ ملے تو گھر کا کوئی فرد مل جائے گا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ امانت حق داروں کو مل جائے گی۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھوڑے قیلولہ کے بعد سفر شروع کرنے کو فرمایا آدھے گھنٹے کے فرق سے ہم تھر کے علاقوں دیہات کی طرف روانہ ہوئے۔ یوں ہم جب اسلام کوٹ کی بننے والی نئی سڑک پر چڑھے تو راستہ مولانا خیر محمد بتاتے رہے۔ یہ بستیاں لب سڑک عموماً غیر مسلم کولھیوں کی ہیں مسلمان بالکل نہ ہونے کے برابر مسلمان دور ریت کے ٹیلوں پر رہتے ہیں۔ ہم جب کسی گاؤں میں جاتے تو مکھیوں کی طرح لوگ ہماری گاڑی کو گھیر نہ لیتے بلکہ جس کو بلایا جاتا تھا وہ آتا تھا خود داری لوگوں میں موجود تھی۔

یہاں سیلاب کے متاثرین لوگوں کی طرح نہ تھے کہ گاڑی کو ہی چمٹ جائیں۔ یوں ہم دور دراز علاقوں میں جو مسلمان رہتے تھے ان کے ہاں گئے ان کی اوطاقیں اور گاؤں کے اندر جمعیت کے جھنڈے لہرا رہے تھے اور جمعیت تعلیم القرآن (ٹرسٹ) کے مکتب تھے۔ مغرب کے قریب تک حضرت قاری خلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقد امداد اپنے ہاتھوں سے تقسیم کرتے رہے، حال احوال لیتے رہے۔ اپنی جیب سے معصوم بچوں کے اندر خرچی بھی تقسیم کرتے رہے۔

حضرت قاری صاحب نے اس طرح امداد پہنچائی اور اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ یوں ہر جگہ فارغ ہونے کے بعد دعا بھی کرواتے رہے۔

دورہ میں عالمی تحفظ ختم نبوت کا ضلعی مبلغ بھی شریک تھا اس کو بھی گاؤں اور گوٹھ اچھی طرح معلوم تھے۔ ہم مغرب نماز پر واپس مٹھی پہنچ گئے۔ مغرب نماز سے تھوڑا پہلے میزبان سے پوچھا کہ یہاں کی کون سی خاص چیز ہے جو ہم گھروں کے لے جائیں انہوں نے بتایا کہ یہاں کی شال مشہور

ہے۔ حضرت قاری صاحب نے کہادرجن کے قریب لے آؤ! مولوی صاحب کا تعلق دار بڑاہول سیل کا دکاندار تھااس سے شالیں لے آئے۔ آپ نے حافظ شعبان اور میرے لئے ایک ایک شال کافرمایا۔ اور فرمایا کہ کہ کلرخود منتخب کرو! اپنے لئے بھی تجویز فرمایا، گھر کیلئے۔ ہمیں فرمایا آپ بھی لو میں نے صاف انکار۔ حافظ شعبان کوان کے بیٹے امیر حمزہ کیلئے شال دی۔ یوں ہمیں اہل شہر نے رات رہنے کا اصرار کیااور کہاکہ صبح جلدی کو سفر شروع کرورات آرام کرو!

حضرت قاری صاحب نے میرااور حافظ شعبان کا خیال کیافرمایا کہ رات ہم حیدرآباد میں رہیں گے تاکہ 26 فبروری 2015ء کی ریلی میں ہماری آرام سے شرکت ہو ورنہ توتھکے ہارے ہونگے اسلئے ہم جاناچاہتے ہیں۔ انہوں نے اس بات کے بعد پھراصرار رہنے کا نہیں کیااور خوشی خوشی اجارت دے دی۔ اور کہاکہ اب آپ واپسی نئوں کوٹ سے نہ کرو بلکہ بدین کو یہ راستہ جاتاہے تھرکول والوں نے بنایا ہے 90 کلو میٹر خراب ہے باقی راستہ ٹھیک ہے یوں قاری صاحب مدرسہ کے طلبہ کے لئے عطیہ دیا کہ کل کھانہ میری طرف سے طلبہ کو کھلانا۔ مدرسہ کے مین گیٹ کی مد میں خطیر رقم عنایت کی۔ رخصت ہوتے وقت مدرسہ کیلئے تھر والوں کیلئے بڑی رقت سے دعافرمائی۔ مجھے فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ اور خود پچھلی سیٹ پر دعاسفر پڑھ کر ٹوپی اتاری اور جالی والی ٹوپی پہن کر لیٹ گئے راستہ صاف تھاگاڑی میں جمپ وغیرہ نہیں تھے حضرت قاری صاحب سو گئے۔

للہ درالقائل:

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
شمع نوشتہ ان کے گھر کی نگہبانی کرے

یوگھنٹہ گذراہوگاتو میں نے مولاناعبدالمالک بھیری کا نمبر ملایا کیونکہ وہ سفر میں رابطہ میں تھے اوران کا یہ معمول ہے کہ قاری صاحب رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ خود سے یاڈرائیور سے ضرور رابطہ کرتے ہیں میں نے اس وجہ سے بھی ان کا نمبر ڈائل کیا وہ میری کال پر کال کاٹ کر خود کال کرتے ہیں میرالحاظ کرتے ہیں۔ لیکن سنگنل نہیں تھے تو کچھ وقت مزید گذراکہ برادرم عقیل کی میرے نمبر پر کال آئی کہنے لگے میں کافی وقت سے کال ملارہاہوں اباجان کے نمبر پر حافظ شعبان کے نمبر پر لیکن جواب موصول نہیں ہورہاتھاشاید آپ ایسی جگہ پر ہو جہاں سنگنل نہیں ہیں۔ میں نے مزاح میں کہاکہ بھائی عقیل تو میری کرامت پھر بھی نہیں مانتاکہ کسی کا نمبر آپ کو نہیں ملااور میرانمبر ملا۔ یہ کرامت سمجھو

کہنے لگے واقعی بھائی جان یہ آپ کی کرامت ہو گی، پوچھنے لگے کہ اباجی کا نمبر بند ہے ؟ میں نے کہا بند تو نہیں ہے حضرت قاری صاحب آرام فرمارہے ہیں۔اور ہم ابھی ابھی چاڑھی پے چڑھے ہیں سگنل آنا شروع ہوئے ہیں۔ بھائی عقیل سے بات چل رہی تھی، حافظ شعبان کو بتایا کہ بھائی عقیل ہے۔ اتنے میں موڑ چند سیکنڈ پر نظر آیا بھائی عقیل فرمارہے تھے اباجان سے میری بات بھی کراؤ! اور گھر والے بھی بات کریں گے۔

چلتے فون میں ہماری گاڑی موڑ کا ٹن نہ لے سکی، تھوڑی دور جاکر سیدھی ایک ریت کے ٹیلے اور چھوٹے سے گڑھے میں جمپ کھاتی سیدھی دھماکے سے رک گئی۔ خوب ریت اڑی لائٹ جلتی رہی گاڑی جھاڑیوں سے باقاعدہ جکڑ گئی۔ حافظ شعبان نے فورا اپنا دروازہ کھولا اور اپنا دروازہ کھولتے ہی حضرت قاری صاحب کو آواز دی استاد جی استاد جی! لیکن قاری صاحب نے جواب نہیں دیا۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن میری ٹانگ گول گھوم رہی تھی ہاتھ بے حال تھے، پیچھے مڑ کے دیکھا تو قاری صاحب خود اٹھنے کی کوشش فرمارہے ہیں اللہ اللہ کا ذکر زبان پر ہے اور فرمارہے ہیں خیر تو ہے؟ سنبھلتے ہی پہلا سوال میرے بارے میں کیا۔ حافظ شعبان نے بتایا کہ بیٹھے ہیں خیریت سے ہیں۔ خود مجھے مخاطب ہو کر فرمانے لگے بھائی آپ کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت میں خیریت سے ہوں۔ آپ بتائیں؟ فرمایا میں ٹھیک ہوں۔

لوگ چوک پر کھڑے تھے وہ آئے میں نے ان سے کہا چارپائیاں لاؤ! ایک جسیم لحیم نوجوان گاڑی کے طرف آیا اس نے کہا لوگ چارپائیاں لارہے ہیں۔ وہ قاری صاحب کی طرف گیا اور اس نے اور حافظ شعبان نے بڑے آرام سے قاری صاحب کو چارپائی پر لٹایا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے میں تو ویسے ٹھیک تھا ہونٹ سے خون بہ رہا تھا، ٹانگ میں اٹھنے کی طاقت نہیں تھی پاؤں زمین پر تو تھا محسوس ہو رہا تھا کہ لٹکا ہوا ہے۔ میری سائیڈ والا دروازہ چپک گیا تھا بڑی مشکل سے کھلا۔ میری سائیڈ زیادہ متاثر تھی۔ اگلا شیشہ ریزہ ریزہ تھا لیکن نیچے گرا نہیں تھا یوں مجھے بھی چارپائی پر لٹا کر نکال لائے۔ میری چارپائی حضرت قاری صاحب کے قریب لائی گئی میں نے دیکھا تو حضرت قاری صاحب پاؤں لمبے کئے بیٹھے ہیں۔ مجھ سے دوبارہ پوچھا کہ آپ کو کہاں چوٹ آئی ہے میں نے عرض کیا حضرت ٹانگ اور بازو پر چوٹ آئی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔

اتنے میں ایک بوڑھا شخص آیا اس نے میرے بدن پر ہاتھ پھیرا جب ٹانگ پر گھمایا تو مجھ سے درد

کی وجہ سے اللہ کا لفظ نکلا۔اس شخص نے کہا کہ آپ کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے اور بازو پر چوٹ ہے۔ باقی بڑے مولانا (حضرت قاری صاحب) کیلئے کہا کہ ظاہر میں کوئی چوٹ نہیں ہے۔ وہ شخص استاد قاری صاحب سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگا" بابا کہاں کے ہیں" قاری صاحب نے ان کا سوال سمجھا تو سہی لیکن ان کے جواب سے پہلے میں ان سے مخاطب ہوا کہ سکھر کے ہیں یہ بزرگ سکھر کی بڑی لال مسجد (جامع مسجد) کے خطیب ہیں۔ وہ بیچارے بڑے پیارے تھری لہجے میں کہنے لگا کہ تم تو دور کے ہو۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے گا۔ اتنے میں وہ نوجوان جس نے قاری صاحب کو گاڑی سے نکالنے میں مدد کی تھی وہ کہنے لگے کہ میں آپ کو کہاں پہچاؤں بدین یا مٹھی؟ میں نے پوچھا قریب کونسا ہے؟ کہنے لگا کہ قریب تو بدین پڑے گا اس نے ہمیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ فکر نہ کریں میرے پاس گاڑی موجود ہے، ضرورت پڑی تو حیدرآباد بھی چلوں گا۔

اتنے میں حافظ شعبان نے سامان نکال لیا اور قاری کامران کو فون کیا کہ بدین کے ساتھیوں کو فون کریں کہ وہ اسپتال میں موجود رہیں۔ قاری کامران نے جمعیت کے احباب کو فون کیا اور اسپتال پہنچنا شروع ہو گئے۔ ہم بھی اس نوجوان کی گاڑی میں سوار ہوئے، میں نے آواز اور لہجے سے سمجھ لیا کہ پٹھان ہے۔ میں نے مولانا امیر خان کا نام لیا۔اس نے تھوڑا پہچانا۔ پھر میں نے حاجی بختیار کا نام لیا تو اس نے کہا کہ وہ میرا چچا ہے۔ حافظ شعبان اپنا اور قاری صاحب کا فون اٹینڈ کر رہا تھا حافظ شعبان نے جیسے مولانا امیر خان کا نام سنا تو فوراً اس کو فون کر کے صورتحال سنائی اور ڈرائیور سے بات کرائی۔ اور مولانا امیر خان نے اس کے بڑے کو فون کیا، اس نے ڈرائیور کو تاکید کی، ڈرائیور نے بتایا کہ میں ان کو لے جارہاں ہوں شادی لارج پہنچا ہوں۔

اس شخص نے اس کو ہماری گاڑی اور سامان کے بارے میں بھی کہا۔ تو ڈرائیور نے کہا فکر نہ کریں آپ کی گاڑی ٹوچن کر کے میں نے بٹھے پر کھڑی کی ہے۔ قاری صاحب یہ باتیں سن رہے تھے اور ڈرائیور کو دعائیں دے رہے تھے اتنے میں بھائی عقیل کا فون آگیا اس نے استاد جی سے خود بات کی حال احوال لیا۔ استاد جی نے فرمایا بھائی میں خوش ہوں خیریت سے ہوں بچارے مولوی مفتی شفیع کی ٹانگ اور بازو ٹوٹا ہے ان کے لئے دعا کرو۔ قاری صاحب فرنٹ سیٹ پر بیٹھے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری تھا۔ خصوصا یا قوی القادر المقتدر قونی و قلبی اور اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کے الفاظ سن رہا تھا۔ حضرت قاری صاحب نے ڈرائیور سے پوچھا بدین دور ہے؟ اس نے بتایا بس اب قریب ہے۔ اس

وقت قاری صاحب نے پانی طلب فرمایاوہ بیچاراااترا ٹھنڈی بوتل لے کر آیا۔ قاری صاحب ٹھنڈا پانی استعمال نہیں کرتے تھے۔اس نے واپس جا کر نارمل بوتل لائی اور قاری صاحب نے تھوڑا پانی پیا۔ تھوڑی دیر میں ہم بدین پہنچ گئے جہاں اسپتال میں جماعتی احباب مولانا محمد اسماعیل خاصخیلی کی سربراہی میں موجود تھے۔

حضرت قاری صاحب اور مجھے گاڑی سے اتارا گیا اسٹیکچر پر یوں قاری صاحب کو بیٹھے دوبارہ دیکھا اور پھر مجھے دیکھ کر پوچھنے لگے کیاحال ہے حضرت قاری صاحب کے بارے میں توڈاکٹروں نے کہا کہ بائی پاس شدہ ہے آپ حیدرآباد کے جاؤ مجھے بھی معمولی پٹی ہاتھ ٹانگ پر باندھی ٹیکالگایالیٹر دیااتنے میں وہ نوجوان بولنے لگامیں حیدرآباد چلتاہوں میں نے اس سے کہاآپ تکلیف نہ کریں ایک ایمبولینس کے آیا دائیں طرف قاری صاحب تھے بائیں طرف میں تھا ڈرپ چڑھی ہوئی تھی قاری صاحب والی ڈرپ توبروقت بند ہوگئی میری والی کچھ چلی بند ہوگئی یوں بدین کی جماعت نے ساتھ چلنے کا کہا لیکن ہم نے منع کیا ایک ساتھی ساتھ رہے تو بہتر ہے وہ گاڑی والا نوجوان ساتھ چلنے کیلئے کہنے لگا ہم نے اس کو روکا شکریہ ادا کیااس ایمبولینس کا کرایہ اپنی طرف سے ادا کیااور ہمیں بتایایوں قاری صاحب جس کی طبیعت بدین اسپتال کے بعد تھوڑی بدلی ہوئی تھے لیکن ذکر جاری تھافون پر فون تھے۔

اب حضرت فون پر بولنے کی حالت میں نہ تھے یوں گھنٹہ کے قریب مولانا جمیل صاحب برطانیہ سے فون آیا حضرت قاری صاحب سے ان کی بات نہ ہو سکی مولانا قاری جمیل احمد نے حال احوال لیا بات نہ ہوجانے کی وجہ سے پریشان ہوئے حضرت قاری صاحب کے قدموں میں حافظ شعبان تھا سرہانے میں ایک دورہ حدیث کا طالب علم تھایوں سفر حیدرآباد کا توسست چل رہا تھا لیکن حضرت قاری صاحب کا سفر آخرت تیزی سے جاری تھا۔۔

حضرت قاری صاحب باقاعدہ سونے میں سیدھے ہوتے جارہے تھے ذکر جاری تھاٹنڈو محمد خان کے قریب ایمبولینس نے جمپ لیاحضرت قاری صاحب نے اتنا فرمایا کہ آرام سے احتیاط سے گاڑی نہیں چلاتے؟ پھر تو حافظ شعبان کی ڈرائیور پر یلغار تھی اسی یلغار میں پھر مولانا قاری جمیل کا فون آیا لیکن ان کی بات دوبارہ بھی نہ ہوسکی وہ مزید پریشان ہوئے۔اتنے میں قاری صاحب نے پوچھا کہ بھائی کہاں پہنچے ہیں بتلایا گیاٹنڈو محمد خان ہے۔اور فرمایا کہ حیدرآباد دور ہے ساتھی نے بتایا کہ بس قریب ہے کیونکہ کل ماھو آت فھو قریب قاری صاحب نے فرمایا کہ بھائی میرا آخری وقت ہے مجھ پر فاتحہ

پڑھو، حافظ شعبان نے اور اس کے ساتھی نے جو سرہانے تھا میں نے ٹوٹی پھوٹی فاتحہ پڑھی حضرت قاری صاحب باقاعدہ پڑھ رہے تھے۔

چونکہ قاری صاحب بالکل میرے قریب تھے اور چہرہ مبارک تھوڑا سا میری طرف مائل تھا دو دفعہ اپنا ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا تیسری مرتبہ میری داڑھی پر ہاتھ پھیرا ذکر کرتے فاتحہ پڑھی تھوڑی سی ڈکار لی اور خاموشی اختیار فرمائی ہم یہ سمجھے کہ قاری صاحب بے ہوش ہو گئے سینے پر ہاتھ گھمایا تو حرارت تھی پاؤں کے تلووں کو حافظ شعبان نے ملا تو حرارت تھی جبکہ روح تو قفص عنصری سے رخصت ہو کر اعلیٰ علیین میں جاچکی تھی یہ روداد جب میں نے حضرت استاد مفتی عبدالوہاب دامت برکاتہم کو سنائی تو فرمانے لگے چہرہ جو آپ کی طرف مائل ہوا یہ اس وقت قاری صاحب قبلہ رو ہوئے ہیں اس جگہ قبلہ آپ کی طرف ہو گا یہ قرین قیاس ہے وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کی کامل تعمیل ہوئی ہے يَاۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ حیدرآباد اسپتال پہنچے تو تب کا کے پتہ لگا کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے اناللہ وانا الیہ راجعون بس موقعہ پر ایک عارفانہ شعر میرا ترجمان ہے جو تھوڑی تبدیلی سے عرض کرتا ہوں:

ما واستاد ہم سفر بودیم در خدمت خلق
او بجنت الفردوس رفت ما کو چہار سوا شدیم
گویم از نشان موت مؤمن نیک
وقت مردن خوئے پیشانی بود با نور زرد

اللھم اغفر لہ و نور ضریحہ و اجزہ عنا و عن جمیع المسلمین خیر الجزاء و ارفع درجتہ فی علیین و عوض المسلمن فیہ خیرا۔ آمین

(یہ مضمون ماہنامہ شریعت سکھر میں شایع ہوا ہے)

جامعہ ادارۃ الفرقان سکھر

(تاریخی، تبلیغی، تدریسی، سماجی اور اصلاحی خدمات)

بحکم و فرمائش

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا مفتی عبد الباری

دامت برکاتہم العالیہ

مؤلف

مولانا چوہان سلیم اللہ سندھی

خادم مدرسہ عربیہ دارالتعلیم حمادیہ راجو گوٹھ

مصنف جا ٻيا اهم ۽ مشهور ڪتاب

- حديث سمجهڻ جا اصول ۽ قانون
- حضرت مولاناخير محمد جالنڌري /مولانا چوهاڻ سليم الله سنڌي
- اتحاد اُمت، خطاب :حضرت مولانا مفتي محمد شفيع عثماني /مولانا چوهاڻ سليم الله سنڌي
- خلاصة القرآن ليکڪ :حضرت مولانا محمد اسلم شيخوپوري رحہ /سنڌيڪار :مولانا چوهاڻ سليم الله سنڌي
- زال ۽ مڙس جا حق، گهريلو زندگيءَ کي خوشگوار بڻائڻ لاءِ بهترين ۽ لا جواب ڪتاب . جنهن جي پڙهڻ ۽ عمل ڪرڻ سان گهر جنت جو ڏيک ڏيندو
- عشره مبشره ليکڪ :حضرت مولانا اسلم راهي ايم اي، سنڌيڪار :مولانا چوهاڻ سليم الله سنڌي
- حضرت عمر رضہ جا ١٠٠قصا، مؤلف :شيخ محمد صديق منشاوي /سنڌيڪار :مولانا چوهاڻ سليم الله سنڌي
- حضرت عثمان غني رضہ جا ١٠٠قصا، مؤلف :مولانا خرم يوسف /سنڌيڪار :مولانا چوهاڻ سليم الله سنڌي
- حضرت علي رضہ جا سؤ قصا، مؤلف :شيخ محمد صديق منشاوي /سنڌيڪار :مولانا چوهاڻ سليم الله سنڌي
- تبليغي جماعت ۽ ان جي دعوت جا اصول ۽ ادب، مصنف : حضرت مولانا محمد يوسف ڪاندهلوي رحہ /سنڌيڪار : مولانا چوهاڻ سليم الله سنڌي
- قبر جو عذاب، ترتيب ۽ سهيڙيندڙ :مولانا چوهاڻ سليم الله سنڌي

- شهيد ڪربلا، افادات :حضرت مولانا مفتي محمد شفيع رحہ /سنڌيڪار :مولانا چوهاڻ سليم الله سنڌي
- امام مهدي ڪڏهن ايندو؟، ليکڪ :حضرت مفتي نظام الدين شامزئي رحہ /سنڌيڪار :مولانا ابو محمد چوهاڻ سليم الله سنڌي
- امت جون مائرون، ليکڪ :حضرت مولانا چوهاڻ سليم الله سنڌي
- نبي ڪريم ﷺ جن جون نياڻيون
- حافظ محمد طاهر سنڌي، مرتب :ابو محمد چوهاڻ سليم الله سنڌي
- جمعيت جو جهنڊو:حديثن جي روشنيءَ ۾